چمنستان شعرا

(یعنی اردو شعرا کا تذکرہ)

—[تصنیف]—

رائے لچھمی نرائن اورنگ آبادی المتخلص بہ شفیق صاحب

—[مرتبہ]—

عبدالحق معتمد انجمن ترقی اردو

سنہ ۱۹۲۸ ع

مطبع انجمن ترقی اردو میں چھپا

طبع اول

ایک ہزار

مقدمہ

راے لچھمی نراین تخلص 'شفیق' و 'صاحب' کے والد راے منسارام نواب نظام الملک آصفجاہ مرحوم کے عہد میں پیشکار صدارت شش صوبۂ دکن تھے* - راے منسارام اپنی ایک کتاب کے شروع میں لکھتے ھیں کہ " بندۂ عقیدت شناس منسارام آصفجاھی ابن بھوانی داس غازی الدین خانی' نبیرۂ بال کشن عابد خانی نے تخمیناً مدت پچاس سال اس سرکار دولت مدار میں اپنی زندگی بڑی اچھی طرح بسر کی' صدارت کل کی خدمت انجام دی اور مورد عاطفت و شفقت رھا" —

'شفیق' کھتری قوم سے تھے اور ان کے بزرگ لاھور کے رھنے والے تھے- ان کے دادا بھوانی داس لشکر عالمگیری کے ھمراہ دکن میں آے اور اورنگ آباد میں سکونت پذیر ھوگئے- راے منسا رام کو صغر سنی ھی میں یتیمی کا داغ نصیب ھوا - سن شعور کو پہنچ کر ایسی لیاقت حاصل کی کہ نواب مغفرت مآب آصف جاہ اول کے عہد میں پیشکار صدارت صوبجات دکن کی خدمت پر

---

* شام غریباں' باب آخر —

† مآثر نظامی —

فائز ہو گئے - منسا رام چار پشت سے خاندان آصف جاہ کے نمک خوار تھے —

رائے منسارام محض دفتر کے پیشکار یا سررشتہ دار ہی نہ تھے بلکہ تاریخ و انشا کا بھی ذوق رکھتے تھے اور صاحب تالیف و تصنیف ہوے ہیں - ایک کتاب اُن کی 'مآثر نظامی' ہے - یہ کتاب اُنھوں نے اس زمانے میں لکھی تھی جب ناموافق حالات کی وجہ سے خانہ نشین ہوگئے تھے - اس کتاب میں نواب نظام الملک آصف جاہ اول کے حالات ہیں - ابتدا میں ان کے بزرگوں کا بھی تذکرہ آگیا ہے - یہ حالات کچھہ تو مصنف کے چشم دید ہیں اور بعضے ایسے ہیں جو ثقات سے معلوم ہوے اور بعض حالات خود نواب آصف جاہ مرحوم کی زبان مبارک سے سننے میں آے - یہ کتاب ۱۲۰۰ھ میں مرتب ہوئی - اور جب اُنیس سال کی گمنامی اور گوشہ نشینی کے بعد "حضرت مرشد زادۂ آفاق مہین پور خلافت و ریاست ...... نواب عالی جاہ بہادر اسد جنگ" نے یاد فرمایا تو یہ رسالہ بطور تحفہ حضور میں پیش کیا - ان کی دوسری تالیف "قانون دربار آصفی" ہے - یہ کتاب بھی زمانۂ گوشہ نشینی کی لکھی ہوی ہے - سنہ تالیف ۱۱۷۵ھ ہے - اس میں ضوابط دربار کے علاوہ بعض بڑے کام کی باتیں بھی آگئی ہیں - مؤلف نے آخر میں لکھا ہے کہ یہ کتاب میں نے دو روز میں لکھی —

اس سے یہ معلوم ہوگا کہ 'شفیق' ایسے گھرانے میں پیدا ہوے تھے، جہاں علمی چرچا تھا اور خود اُن کے والد صاحب تالیف و تصنیف تھے - 'شفیق' کی ولادت سنہ ۱۱۸۵ ھ میں ہوی - یہ وہ

زمانہ [..] جب کہ سوائے ہندوستان کے [..] دکن [..] ریختہ
گوئی کی گرم بازاری [..] اور [..] خجستہ بنیاد سے مشہور
اورنگ آباد بھی مرکز شعر و سخن بنا ہوا ہے۔ اگرچہ اس [..]
ذرائع آمد و رفت کی یہ آسانیاں نہ تھیں جو اس وقت ہ
لیکن اس پر بھی شمال کے اساتذہ کا تازہ کلام یہاں پہنچ
رہتا ہے اور بڑے شوقین سے پڑھا جاتا ہے اور مشہور خاص
عام ہو جاتا ہے جس سے صاحب ذوق لوگوں کے دلوں میں
نئی امنگیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ ان باکمال اساتذہ کی تق
کرنے کی کوشش کرتے ہیں —

"شفیق" کی تعلیم رواج زمانہ کے مطابق فارسی، عر
صرف و نحو، انشا وغیرہ میں ہوئی اور جیسا کہ خود آپ
نے اس تذکرے میں لکھا ہے، شیخ عبدالقادر صاحب سے کتب متدا
کی سند حاصل کی۔ بدو سن شعور ہی سے ان میں شعر و سخ
کا ذوق پیدا ہو گیا تھا اور گیارہ سال کی عمر سے شعر کہ
لگے تھے۔ میر غلام علی "آزاد" بلگرامی جن کا شمار ہندوستان
جید علما میں ہے اور جو فن شعر گوئی اور تاریخ میں ید طو
رکھتے تھے، دکن ہی میں تھے۔ "شفیق" کو ان سے تلمذ کا شر
حاصل ہوا۔ لکھتے ہیں کہ "میر عبدالقادر "مہربان" نے
حضرت "آزاد" کے تلامذہ میں سے تھے، مجھے "صاحب
تخلص عنایت فرمایا۔ غزلیات کا دیوان جس میں تقریبا
دو ہزار بیت تھے، مرتب کیا۔ لیکن جب ذرا استعد
بڑھی اور اصطلاح شعرا اور قواعد شعرا میں مہارت حاص
ہوئی تو اسے تقویم پارینہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا

اب کہ میری عمر اٹھارا سال کی ہے، مجھے یہ معلوم ہوا کہ ایک صاحب میر محمد مسیح کا تخلص فارسی میں 'صاحب' ہے تو میں نے "میر صاحب و قبلہ" (آزاد بلگرامی) سے تخلص کی التجا کی - آپ نے ازراہ شفقت "شفیق" تخلص عطا فرمایا - چونکہ میرے ریختے عوام و خاص میں مشہور ہو چکے تھے، اس لئے ریختے میں "صاحب" ہی تخلص رہنے دیا اور جن بحروں میں "شفیق" نہیں کھپ سکتا وہاں نا چار "صاحب" ہی رکھنا پڑا - اس نئے تخلص کی خوشی اور شکریے میں وہ ایک قطعہ موزوں کرتے ہیں اور "تخلص نوی" اس کی تاریخ نکالتے ہیں - 'مہربان' 'شفیق' کے خاص دوستوں میں سے تھے - ان کے حالات میں ان کی بہت تعریف کی ہے —

میر غلام علی 'آزاد' ۱۱۵۲ھ (۱۷۴۰ع) میں اورنگ آباد وارد ہوے اور بابا شاہ مسافر کے تکیے میں قیام کیا اور سات سال یہیں بسر کردئے - 'آزاد' کی عمر کے اڑتالیس سال دکن ہی میں گزرے اور یہیں وفات پائی اور خلدآباد میں پیوند زمین ہوے - آپ کی فیض صحبت سے دکن کے اکثر باکمال مستفیض ہوے - انھیں میں 'شفیق' تھے - 'شفیق' کو 'آزاد' سے کمال عقیدت مندی تھی اور جہاں کہیں ان کے تالیفات میں 'آزاد' کا نام آیا ہے تو اُن کا ذکر بڑے ادب و احترام اور خلوص و ارادت سے کرتے ہیں اور ہر جگہ انھیں "میر صاحب قبلہ" "پیر و مرشد" یا "قبلہ و کعبۂ بر حق" اور اپنے آپ کو "غلام" لکھتے ہیں۔

(غالباً اس میں "آزاد" کے لفظ کی رعایت بھی ملحوظ ھے
"گل رعنا" میں "آزاد" کا تذکرہ تفصیل سے لکھا ھے ۔ اپنے کلام
میں جا بجا حضرت کے کمال اور اپنے تعلقات و عنایات
کا ذکر کیا ھے ۔ ایک پر زور قصیدہ اُن کی مدح میں لکھا ھے

للہ الحمد صبا مژدۂ عشرت لائی
کہ بہار اب کے تجمل سے چمن میں آئی
شاہ گل تخت چمن پر ھے بصد زینت و ناز
سرو و شمشاد ھیں استادہ وھاں مجرائی

بہار یہ تشبیب کے بعد گریز کی ھے :—

طبع حضرت سے مگر وام کرے رنگینی
اب جو کرتی ھے بہار ایسی چمن آرائی
یعنی وہ حضرت "آزاد" کہ خورشید و قمر
آستاں اُس کی پہ رکھتے ھیں جبیں فرسائی
قبلۂ ھر دو جہاں ، مرشد ارباب سلوک
ختم ھے ذات مبارک پہ کرم فرمائی
علم منقول میں اُس کو دم عیسیٰ ھیگا
علم معقول میں اُس کو ھے ید بیضائی
قمریاں عرب اُس کی ھیں ثنا خوانی میں
عندلیباں عجم کی ھے سخن پیرائی
بسکہ رکھتا ھے سخن بیچ وہ شیریں کاری
ھند کے طوطیوں کو اُس سے ھے شکر خائی

نگہ لطف مرے پر ہے ہمیشہ مبذول
مجکو زیبا ہے غلامی، اُسے ہے آقائی

اس کے بعد دعا ہے اور دعا کے بعد یہ مقطع ہے :—

فارسی شعر کہو مدح میں اُس کی "صاحب"
کہ ملے تجکو خطاب ملک الشعرائی

اسی طرح ایک پوری غزل 'آزاد' کی شان میں کہی ہے — غزل کیا ہے، گویا اپنے پیر و مرشد کی شان میں چھوٹا سا قصیدہ ہے :—

سرور ہر دو جہاں آزاد ہے
والی کون و مکاں آزاد ہے
کنت کنزاً کے معانی پر خبیر
واقف سر نہاں آزاد ہے
مرکز ادوار چرخ چنبری
قطب الاقطاب زماں آزاد ہے
اسم اعظم ہے زباں زد اس کے تئیں
جس کے تئیں ورد زباں آزاد ہے
خورد و بزرگ کے تئیں یہاں ہے رسوخ
مرشد پیر و جواں آزاد ہے
ایک دم میں دین و دنیا بخش دے
جس کے اوپر مہرباں آزاد ہے
دل سے اب 'صاحب' ہوا ہے کا غلام
بادشاہ انس و جاں آزاد ہے

یہاں تک لکھیوں کہ 'شفیق' کی عقیدت [illegible]
بہت کافی ہے۔

حضرت آزاد کا ذوقِ سخن مسلّم، بیان کی ضرورت نہیں۔ ایسے
صاحبِ ذوق اور با کمال لوگ کم ہوتے ہیں۔ ان کا کلام اور
ان کی تصنیفات اس کی شاہد ہیں۔ اس کے علاوہ تاریخ و
سیرت کا ذوق بھی اعلیٰ درجے کا تھا۔ ان کے تذکرے اس
فن کے بہترین نمونے ہیں۔ 'مآثر الامرا' جو تاریخی لحاظ سے
بے مثل کتاب ہے، انھیں کے فیض اثر کا نتیجہ ہے بلکہ بہت کچھ
حضرت 'آزاد' ہی کے قلم کی ممنون ہے۔ ادب میں ان کی نظر
بہت وسیع تھی اور تحقیق و تلاش میں وہ اپنا جواب نہیں
رکھتے تھے۔ اچھا استاد دنیا کی بہترین نعمتوں میں سے ہے۔
'شفیق' بڑا خوش قسمت تھا کہ اسے 'آزاد' سا استاد ملا۔ اس نے
بھی استاد کے قدم بقدم چلنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔
شاعر تو وہ لڑکپن سے تھا۔ فارسی اور اردو دونوں میں اس کا
کلام موجود ہے اگرچہ کم یاب ہے۔ اس کے علاوہ اس کی تصنیفات
و تالیفات دو قسم کی ہیں۔ ایک تو شعرا کے تذکرے اور
دوسری تاریخی کتابیں۔ یہاں ان تالیفات * کا مختصر سا
ذکر کیا جاتا ہے —

---

* اس مقدمے میں جہاں جہاں 'شفیق' کی تالیفات کا ذکر آیا
ہے، ان میں سے 'تنمیق شگرف'، 'حالات حیدرآباد' وغیرہ کی فہرست
[illegible]

تاریخ

——(حقیقت ہاے ہندوستان)——

' شفیق ' اس کتاب کی حقیقت ، دیباچے میں اس طرح لکھتے ہیں کہ " راقم کے والد راے منسا رام نے جو چار پشت سے نمک خوار خاندان آصفی ہیں۔ سنہ ۱۲۰۳ھ میں اورنگ آباد سے فردوں کے چند طباق میرے پاس حیدرآباد بھیجے - یہ میرے جد ماجد کے لکھے ہوے تھے ' جو سرکار حضرت کلاں علیہ المغفرۃ و الرضوان میں خدمت مستوفی گری اور پیشکاری صدارت امکنۂ ہندوستان پر فائز تھے' یہ فردیں نواب مغفرت مآب نظام الملک کے دستخط سے مزین تھیں ۔ لیکن ان میں سے بعض بو سیدہ ہو گئی تھیں اور اکثر کرم خوردہ تھیں- ان فردوں میں قدیم زمانے کے مختلف سنین سے سنہ ۱۱۳۹ تک کے مداخل و مخارج و جمعیت سپاہ وغیرہ کا حساب' بطور سیاق و اصطلاح اهل جرائد میں درج تھے - ان سب کو سادہ عبارت میں تحریر کیا اور رقمی اعداد کو الفاظ میں لکھا ور اس کے علاوہ دوسری معلومات بھی فراھم کر کے مناسب مقامات پر اضافہ کیں ـ

یہ کتاب 'شفیق' نے اُس وقت کے رزیڈنٹ اور اپنے سرپرست جان ولیم پیٹرک کے لئے تالیف کی - کتاب کے نام سے اس ا سنہ تالیف (۱۲۰۳ ھ) نکلتا ھے' اس میں چار مقالے ھیں—

مقالۂ اول میں دفتر قدیم کی فردوں کی کیفیت ھے —

مقالۂ دوم میں صوبہ ھاے ہندوستان کا حال ھے —

مقالۂ سوم میں صوبجات دکن کا ذکر ہے —

مقالۂ چہارم میں مسلمان سلاطین ہند کا مختصر
سلطان معزالدین سام سے لے کر شاہ عالم بادشاہ تک ہے —

یہ کتاب اچھی ضخیم ہے اور اس میں ہر سرکار پرگ
حویلی کے مداخل اور سمت اور فاصلہ درج ہے - ضمنی ہ
مختصر تاریخی واقعات بھی آگئے ہیں - غرض یہ کتاب
نوعیت کے لحاظ سے بہت قابل قدر ہے

——(تنمیق شگرف)——

یہ بھی دکن کی تاریخ کے متعلق ہے - مختلف صو
جغرافی اور تاریخی حال اور اعداد و شمار ہیں۔ اس
سلاطین بہمنیہ کا ذکر ہے جو تاریخ فرشتہ سے ماخو
سلطنت بہمنیہ کے زوال پر جو حکومتیں قائم ہوئیں
عادل شاہی، نظام شاہی، عماد شاہی، قطب شاہی، برید
اور خاندیس کے فاروقی سلاطین) ان کا مختصر حال ہے
میں سلاطین تیموریہ کا ذکر سنہ ۱۲۰۰ ھ تک ہے - یہ
تاریخی ہے، جس سے سنہ تالیف ۱۲۰۰ ھ نکلتا ہے - یہ
حیدرآباد کے رزیڈنٹ مسٹر رچرڈ جانس
معنون ہے —

——(ماثر آصفی)——

یہ خاندان آصف جاہ کی تاریخ ہے، یعنے خواج
(نظام الملک آصف جاہ اول کے دادا) سے لےکر آصف جاہ ثا
حالات ہیں، مرہٹوں نے جو ہندوستان پر حملہ کیا تھا اس

ذکر ہے۔ نیز اس زمانے کے امرا اور راجاؤں کے حالات بھی لکھے ہیں۔ کتاب سنہ ۱۲۰۸ ھ میں تالیف ہوئی —

—— (بساط الغنائم) ——

یہ مرہٹوں کی تاریخ ہے۔ یہ کتاب اس نے سر جان مالکم کی فرمائش سے لکھی جو اس وقت حیدرآباد میں تھے۔ اس میں مرہٹوں کی تاریخ ابتدا سے مؤلف کے وقت تک درج ہے۔ اس کا ایک حصہ 'شفیق' نے کسی مرہٹی تاریخ سے ترجمہ کیا ہے۔ نام تاریخی ہے۔ جس سے ۱۲۱۳ ھ نکلتا ہے —

—— (حالات حیدرآباد) ——

اس میں بلدۂ حیدرآباد کی مساجد، محلات و باغات اور شہر کی مختصر تاریخ ہے اور بیدر اور ورنگل کے حالات بھی درج ہیں۔ یہ کتاب بھی سنہ ۱۲۱۴ ھ کی تالیف ہے۔

تذکرے

—— (شام غریباں) ——

یہ تذکرہ اُن ایرانی شعرا کا ہے جو کسی نہ کسی وجہ سے ہندوستان میں وارد ہوئے۔ نام بھی مضمون کی مناسبت سے رکھا ہے۔ اگرچہ حالات بہت مختصر ہیں، مگر کتاب دلچسپ ہے اور اشعار کا انتخاب خوب ہے۔ لطائف و ظرائف سے خالی نہیں۔ بعض بعض جگہ اشعار کے متعلق خاص نکات بھی بیان کردیے ہیں —

—— (گل رعنا) ——

یہ ہندوستان کے فارسی گو شعرا کا تذکرہ ہے۔ اس میں وہ
ایرانی نژاد بھی ہیں جن کے باپ دادا ہندوستان میں آئے
اور یہیں رہ گئے اور ہندی نژاد بھی۔ اس میں دو فصلیں
ہیں - ایک میں "شعرائے اسلامیاں" کا اور دوسری میں "نکتہ
پردازان اصفاہانی" کا تذکرہ ہے۔ یہ تذکرہ "شام غریباں" سے
بہت بڑا ہے اور اکثر حالات بھی مفصل بیان کئے ہیں۔ اپنے استاد
'آزاد' بلگرامی کا تذکرہ تفصیل سے لکھا ہے۔ 'اکبر' کا حال کوئی
۴۶ صفحوں میں ہے، مگر سب ملا عبدالقادر بدایونی کی تاریخ
سے ماخوذ ہے۔ افسوس کہ 'شفیق' نے اس میں تحقیق سے مطلق
کام نہیں لیا۔ وہ اس مورخ کے ادعائے راست گوئی کو اس کے جذبات
تعصب، حسد و رشک سے جدا نہ کر سکے۔ علامہ 'فیضی' کے حالات بھی
بلا کم و کاست بدایونی سے نقل کر دیے ہیں۔ 'شفیق' بدایونی کو
بالکل نہیں سمجھے —

'شام غریباں' کے مقابلے میں اس تذکرے میں تاریخی واقعات
اور لطائف و ظرائف بھی زیادہ ہیں۔ بعض بعض مقامات پر
اشعار کی شرح بھی کر دی ہے اور ان کے نکات بھی بتائے ہیں۔
مثلاً میر محمد افضل الہ آبادی 'ثابت' کے ایک قصیدے میں
کثرت سے طبی تلمیحات و اصطلاحات ہیں، اس کے اشعار نقل
کرکے ان تمام تلمیحات و اصطلاحات کی شرح لکھی ہے۔ اسی
شاعر کا ایک دوسرا معرکے کا قصیدہ ہے، اس کا انتخاب درج کیا
ہے اور اس کے مشکل مقامات کا حل بھی لکھ دیا ہے۔ یہ تذکرہ
ہر لحاظ سے قابل قدر ہے —

— (چمنستان شعرا) —

یہ ریختہ گو شعرا کا تذکرہ ہے 'شفیق' لکھتے ہیں کہ
جب ہندوستان سے تازہ تازہ میر محمد تقی 'میر' اور قتیم علی
ن کے تذکرے پہنچے تو سارے عالم میں غلغلہ پڑ گیا اور
ر اشعار ہند کے اشتیاق میں ایک دنیا تہ و بالا ہوگئی'
وںکہ اہل دکن کو ان اشعار کا بہم پہنچنا دشوار ہے - اس
، میری فکر ناقص میں یہ بات آئی کہ ان دونوں تذکروں
اشعار لوں اور دوسرے جواہر پارے ان کے ساتھ ملا کر ایک
ینہ تیار کروں - اس تقریب سے بعض احباب سخن دان کے
لات و کلام کے جمع کرنے کا موقع بھی مل جائے گا - دوست
باب نے بھی اس کی تائید کی بلکہ اصرار کیا اور میں اس
ب کے لکھنے پر آمادہ ہوگیا'' —
'شفیق' نے اس تذکرے کی ترتیب میں عجیب جدت
ہائی ہے - اب تک جتنے فارسی اردو کے تذکرے لکھے گئے
، (سوائے میر صاحب کے تذکرے کے' جس میں کوئی ترتیب
ں) ان میں ناموں کی (یعنی تخلصوں کی) ترتیب حروت
ی کے لحاظ سے ہے' لیکن 'شفیق' نے اس تذکرے کی ترتیب
ت ابجد یعنے حساب جمل کے لحاظ سے رکھی ہے - اس میں
ں خاص خوبی نہیں معلوم ہوتی' نہ خود مؤلف نے اس کی
ں وجہ بتائی ہے - سوائے اس کے کہ جوانی کی ترنگ کہا
، اور کیا کہہ سکتے ہیں —
جوانی کا زمانہ ہے' عبارت میں رنگینی پائی جاتی ہے '

ں اوقات تشبیہات و استعارات میں باتیں کرتے ھیں - جہاں
ی موقع ملتا ھے شاعر کے تخلص یا اس کے پیشے وغیرہ کی
سبت سے اسی قسم کے الفاظ اور تشبیہات میں اس کا حال
نا شروع کردیتے ھیں ، مثلاً ملاحظہ ھوں اسدا' اوارہ' بہار
ں' خاکسار ' ذکی ' محمد علی حشمت ' مخلص ' ناطق
یرہ کے حالات) لیکن عبارت کلیتہً نہیں ' بیان صاف اور
تہ ھے اور زبان پر قدرت ھے - کہیں کہیں میر صاحب
یر تقی) کی طرح اصلاح بھی دے دیتے ھیں - یا شعر میں
ی کنایہ یا خاص نکتہ ھوتا ھے تو اس کی طرف بھی اشارہ
یتے ھیں' جس سے 'شفیق' کی سخن فہمی اور سخن سنجی کا
ازہ ھوتا ھے ـــ

اگرچہ شفیق' نے اپنے تذکرے کی بنیاد میر صاحب اور
م علی کے تذکروں پر رکھی ھے لیکن ان کے علاوہ جہاں جہاں
جو جو حالات مل گئے ھیں حوالے کے ساتھ ان کا بھی اضافہ
دیا ھے - چنانچہ کتاب کے مطالعے میں بعض جگہ شاہ عبدالحکیم
م' کے تذکرہ 'مردم دیدہ ' اور تذکرۂ 'مجمع النفائس' تالیف
ج الدین خاں آرزو ' سرو آزاد ' اور حاجی علی اکبر رسال اور
خاں انوار کی بیاضوں کا حوالہ ملے گا ـــ

بعض اوقات اشعار کے متعلق مغالطہ ھوجاتا ھے اور یہ دیکھنے
ر آیا ھے کہ بعض اشعار خصوصاً مشہور اشعار مختلف شعرا
کلام میں پائے جاتے ھیں' 'شفیق' نے اس باب میں بڑی احتیاط
ر تحقیق سے کام لیا ھے - جن اشعار کا پتا نہیں چلا
تذکرے کے آخر میں جمع کر دیے ھیں کہ ان کا پتا

چلانا دشوار ہے، خصوصاً اہل دکن کے لئے کیونکہ ایک ہی تخلص کے کئی کئی شاعر ہیں ۔۔ ہند و ستان سے اشعار اکثر صرف تخلص کے ساتھ آتے ہیں - اور نادان پڑھنے والے سب کو خلط ملط کر دیتے ہیں، اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ شعر حقیقت میں کس کا ہے ۔۔۔

'شفیق' ہر شاعر کے تذکرے میں انصاف کو ملحوظ رکھتا ہے اور کبھی کسی پر نا گوار نکتہ چینی نہیں کرتا - چنانچہ 'یقین' کے بیان میں خود لکھتا ہے کہ "جب کسی شاعر کے کلام میں کوئی ثقیل مصرع نظر پڑا تو خود ایک دوسرا مصرع لکھ دیا ہے اور ساتھ ہی یہ کہہ دیا ہے کہ یہ مصرع بھی خوب معلوم ہوتا ہے"- اپنے مصرع کو ترجیح نہیں دی، بلکہ پڑھنے والے کی پسند پر چھوڑ دیا ہے ــــ

لیکن 'یقین' کا تذکرہ مستثنیٰ سمجھنا چاہئیے ۔ اس میں اس نے اس قدر مبالغے بلکہ غلو سے کام لیا ہے کہ خلاف عادت 'شفیق' کو اپنی طبیعت پر قابو نہیں رہا، وہ اسے اردو کا سب سے بہتر شاعر خیال کرتا ہے اور ہند و دکن میں کسی کو اس کی ٹکر کا نہیں سمجھتا - کہتا ہے کہ " اگر چہ میرزا سودا کا غزل، رباعی، مخمس، مثنوی، قصیدے، قطعہ بند وغیرہ میں بڑا رتبہ ہے، اور وہ بہت عالی تلاش کرتے ہیں، لیکن 'یقین' کے ریختے میں کچھ اور ہی فصاحت و ملاحت ہے ــــ

اگر ہزار برس تک یہ میرزا 'سودا'
کرے جو فکر تتبع 'یقین' کا از دل و جاں

چلانا دشوار ہے، خصوصاً اہل دکن کے لئے، کیونکہ ایک ہی تخلص کے کئی کئی شاعر ہیں۔ ہندوستان سے اشعار اکثر صرف تخلص کے ساتھ آتے ہیں - اور ناداں پڑھنے والے سب کو خلط ملط کر دیتے ہیں، اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ شعر حقیقت میں کس کا ہے --

'شفیق' ہر شاعر کے تذکرے میں انصاف کو ملحوظ رکھتا ہے اور کبھی کسی پر نا گوار نکتہ چینی نہیں کرتا - چنانچہ 'یقین' کے بیان میں خود لکھتا ہے کہ "جب کسی شاعر کے کلام میں کوئی ثقیل مصرع نظر پڑا تو خود ایک دوسرا مصرع لکھ دیا ہے اور ساتھ ہی یہ کہہ دیا ہے کہ یہ مصرع بھی خوب معلوم ہوتا ہے"۔ اپنے مصرع کو ترجیح نہیں دی، بلکہ پڑھنے والے کی پسند پر چھوڑ دیا ہے --

لیکن 'یقین' کا تذکرہ مستثنیٰ سمجھنا چاہئے۔ اس میں اس نے اس قدر مبالغے بلکہ غلو سے کام لیا ہے کہ خلاف عادت 'شفیق' کو اپنی طبیعت پر قابو نہیں رہا، وہ اسے اردو کا سب سے بہتر شاعر خیال کرتا ہے اور ہند و دکن میں کسی کو اس کی ٹکر کا نہیں سمجھتا - کہتا ہے کہ "اگرچہ میرزا سودا کا غزل، رباعی، مخمس، مثنوی، قصیدے، قطعہ بند وغیرہ میں بڑا رتبہ ہے، اور وہ بہت عالی تلاشی کرتے ہیں، لیکن 'یقین' کے ریختے میں کچھ اور ہی فصاحت و ملاحت ہے --

اگر ہزار برس تک یہ میرزا 'سودا'

کرے جو فکر تتبع 'یقین' کا از دل و جاں

کہی گا معنی باریک و خوب و شیریں تر
ولے نزاکت و یہ لطف ، یہ قبول کہاں

وہ یکتائے عصر اور یگانۂ زمانہ ھے اور ایسا معنی آفریں اور نکتہ رس دنیا میں پیدا نہیں ہوا" - میر صاحب نے اپنے تذکرے میں جو 'یقین' پر طعن و تعریض کی ھے اور اسے متبذل بتلا کہا ھے اور سرقے کا الزام لگایا ھے تو اس پر 'شفیق' آپے سے باہر ھو جاتا ھے اور میر صاحب کو خوب سخت سست کہتا ھے ' 'سودا' نے جو میر صاحب کی ھجو کہی تھی ' اسے نقل کرکے اُس کی داد دیتا ھے - اس کے بعد 'توارد' و 'سرقہ' پر بحث کی ھے' دوسرے علما کے اقوال نقل کئے ھیں اور خود اپنا قطعہ بھی جو اس مضمون پر لکھا ھے نقل کیا ھے- غرض میر صاحب کے خلاف خوب زھر اگلا ھے اور خود میر صاحب کے ذکر میں بھی اُن کی حرف گیری پر چوٹ کی ھے-

غرض ' یقین' کی شاعری کا بہت بڑا مداح اور معتقد ھے اور اُس کی تقلید کو فخر سمجھتا ھے - اپنے کلام میں کہیں کہیں اس کا اشارہ کیا ھے - مثلاً ایک غزل کا مقطع ھے :-

دیوان 'یقیں' خوش خط 'صاحب' نے لکھا یاھے
اوراق طلائی پر کھینچی ھیں گی تحریریں

یقین کا تذکرہ اور کلام تقریباً ۶۴ صفحوں میں درج ھے- اسی سے قیاس ھو سکتا ھے کہ وہ اس شاعر کو کیا سمجھتا تھا-

حاجی میر علی اکبر رمال 'حاجی' سے 'شفیق' نے رمل وغیرہ کی تحصیل کی تھی- 'حاجی' کے تذکرے میں خود بھی اپنے اظہار کمال کے لئے ایک زائچہ دیا ھے' جس سے عام ناظرین کو کوئی

دلچسپی نہیں ہو سکتی ہے' ایک نوجوان طالب علم کا شوق نمود و نمائش سمجھنا چاہئے —

'شفیق' کا تذکرہ میر صاحب اور فتح علی کے تذکروں سے بڑھے اور بہت سے ایسے شعرا کا تذکرہ درج ہے' جو ان دونوں میں نہیں پایا جاتا - بہت سے ایسے ہیں جو 'شفیق' کے ہم عصر ہیں اور جن سے اس کی ذاتی ملاقات ہے اور خود ان شاعروں سے اُن کا منتخب کلام لے کر درج تذکرہ کیا ہے - ایسے حالات خاص طور پر قابل اعتبار ہیں —

سب سے قابل تعریف بات یہ ہے کہ 'شفیق' نے یہ تذکرہ ۱۸ برس کی عمر میں لکھنا شروع کیا اور بغیر کسی کی مدد کے بہت تھوڑے عرصے میں ختم کر دیا - اس عمر میں ایسی اچھی کتاب کا تالیف کرنا اعجاز سے کم نہیں' اس سے 'شفیق' کی غیر معمولی ذہانت اور لیاقت معلوم ہو تی ہے - کتاب کا نام "چمنستان شعرا" تاریخی ہے اور اس سے ۱۱۷۵ھ سن تالیف نکلتا ہے —

جہاں تک تحقیق کیا گیا' اس تذکرے کا صرف ایک ہی نسخہ ہے' جو کتب خانۂ آصفیۂ سرکار عالی حیدر آباد میں ہے اور یہ بھی کرم خوردہ' فرسودہ اور مشکوک ہے - یہ اسی نسخے کی نقل ہے - اس کی تصحیح میں بیحد دقت اُٹھانی پڑی' بعض عبارتیں اصل کتب سے' جو اس کا ماخذ ہیں' صحیح کرنی پڑیں' کہیں قیاس سے کام لینا پڑا اور بعض بعض مقام پر کچھ الفاظ جو کتاب کے ازلی دشمن کیڑے چٹ کر گئے ہیں' ویسے ہی چھوڑنے پڑے اور اُن کی جگہ نقطے دے دیے ہیں' بہت سے اشعار جو تذکرے میں مشکوک یا کرم خوردہ تھے'

شعرا کے اصل دیوانوں سے تلاش کر کے لکھے گئے - بعض
جو مشتبہ تھے اور ان کی صحت نہ ہو سکی، ان کے
استفہام کی علامت لکھ دی گئی ہے - اس کے بعد بھی
ہے کہ غلطیاں رہ گئی ہوں، اگر دوبارہ اشاعت کی
آئی تو جہاں تک ممکن ہوگا اصلاح کی کوشش کی جائے
ایک کام اس کی ترتیب میں اور کیا گیا ہے، جسے
ناظرین پسند فرمائیں گے، یعنی 'تحفۃ الشعرا' ت
افضل بیگ خان قاقشال اورنگ آبادی (سنہ تالیف ۱۶۵
سے اُن ریختہ گو شعرا کا حال اور کلام جو 'شفیق' کے ہاں
پائے جاتے ہیں حاشیے میں درج کردیا ہے - جن جن ش
کا اس میں اُردو کلام نہیں وہاں صرف حالات ہی لکھ
گئے ہیں اور جہاں حالات میں کوئی نئی بات نہیں
وہاں صرف کلام پر اکتفا کیا گیا ہے - مشترک کلام ھ
خارج کردیا گیا ہے - بعض شاعر ایسے بھی ہیں، جن
'چمنستان' میں نہیں ہے، اُن کا حال اور کلام ہر حرف
میں درج کردیا گیا ہے - اس سے پڑھنے والوں کو
بصیرت ہو گی اور وہ 'تحفۃالشعرا' کے مطالعے سے م
ہو جائیں گے - یہ تذکرہ 'چمنستان' سے پہلے کا لکھا ہو
اصل میں یہ فارسی گو شعرا کا تذکرہ ہے، اس میں
ایسے شعرا بھی آ گئے ہیں جو اُردو میں بھی شعر کہتے
بعض شعرا کے حالات اس میں کسی قدر تفصیل سے لکھے

—— (شفیق کا کلام) ——

'شفیق' کے اُردو کلیات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ

شاعر تھا ' زبان پر قدرت تھی اور شاعری کے نکات سے خوب واقف تھا - اور اس کا کلام شعر کی تقریباً ہر صنف میں موجود ھے - اگرچہ وہ اردو کا اعلی درجے کا شاعر نہیں ھے مگر اوسط درجے کے شعرا میں اس کا پایہ بہت بلند ھے - غزلوں کے علاوہ قصیدوں اور مثنویوں میں خوب زور دکھایا ھے - شہر آشوب ' واسوخت ' مخمس ' مثلث ' رباعیاں اور تضمینیں بھی لکھی ھیں - ان نظموں سے کہیں کہیں 'شفیق' کے ذاتی حالات کا پتا چلتا ھے - مثلاً 'شفیق' نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کے فرزند میر احمد علی خاں عالی جاہ کے متوسلین میں سے تھے - یہ بڑے قدر داں اور 'سہزور' رئیس تھے اور 'شفیق' کو انہیں کی سرکار سے تعلق تھا - ان کی مدح میں اس نے کئی قصیدے لکھے ھیں - چنانچہ ایک قصیدے میں صاف صاف نام اور پتا بتا دیا ھے :—

یک زبردست ھے مرا والی
یک قوی دل مرا ھے پشت و پناہ
حق و باطل ھے سامنے جس کے
یوں عیاں جس طرح سفید و سیاہ
یعنے نواب میر احمد خاں
اسدالملک حضرت عالی جاہ
باپ جس کا نظام دولت و دیں
جد ھے جس کا جناب آصف جاہ

ایک دوسرے قصیدے میں لکھتے ھیں :—

جناب پاک یعنی میر احمد خاں عالی جاہ
کہ جس کی عمر و دولت کا نگہباں ایزد سبحاں

آگے چل کر سفر میں رہنے کی صعوبت اور اپنے ضع
کی شکایت کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن
ملازمت ایسی تھی، جس میں دورہ کرنا پڑتا تو
چنانچہ کہتے ہیں :—

مگر فضل خداوندی مری اب دستگیری کر
نشست شہر فرماوے عنایت کر کے نیم ناں

آخر میں اپنے لڑکے کے لیے درخواست کی ہے :—

مدد خرچ اب مرا دستخط ہوے اس بندہ زادے کو
تعیں ہو تیوتھی کا یلدہ کی جب تک کہ ہے نادان

ایک اور قصیدے میں بھی اپنے آقا کا نام اور خط
کا ذکر کیا ہے :—

چراغ دودۂ حیدر جناب میر احمد خاں
کہ جس کے جد کے تئیں چرخ بریں سے ذوالفقار آئے
وو اسدالملک اسداللہ اس کا ہاتھ یل نت ہے
کہ جس کی دھاک سے شیروں کو تب بے اختیار آئے
نظام الدولہ آصف جاہ کا فرزند ارشد ہے
کہ دولت جس کے در پہ جبہہ سا امیدوار آئے

ایک صاحب سے 'شفیق' کو بے حد الفت ہے اور اکثر غزا
میں انتہائے محبت سے " میرا میاں میرا میاں " کر کے اُسے
کیا ہے۔ بعض غزلیں کی غزلیں اس کی یاد میں (" میرا میا
کی ردیف میں) لکھ ڈالی ہیں۔ ایک قصیدہ بھی اسی رد

میں لکھا ہے اور بڑے شوق اور محبت سے اس کا ذکر کیا ہے۔ جس کے دوچار شعر یہ ہیں :-

ہے مرا ایمان و جاں میرا میاں
مجکو ہے ورد، زباں میرا میاں
انتظاری کی نہیں طاقت مجھے
جلد آ میرے میاں میرا میاں
گل ملے بلبل کو اور قمری کو سرو
میرے تئیں میرا میاں میرا میاں

ایک غزل میں معمے کی طرز میں نام بھی بتا گئے ہیں اور وہ نام " شکرو میاں " ہے —

'ذکا' (سید امتیاز خاں) سے بھی اپنی عقیدت کا بار بار اظہار کیا ہے:-

عقیدت ہے 'ذکا' سے میرے تئیں از بسکہ اے 'صاحب'
مجھے ورد زباں ہے رات دن یا پیر یا ہادی

ایک دوسری غزل کے مقطع میں کہتے ہیں :-

یک آن جدائی نہ ہو 'صاحب' سے 'ذکا' کو
اللہ کرے میری جو نیت ہے بر آوے

'شفیق' کو ادبی تحقیق و نکات سے خاص ذوق تھا۔ توارد پر جو بحث اس نے کی ہے اور ایک غزل کے ضمن میں جو قطعہ توارد پر لکھا ہے وہ سب اس تذکرے میں موجود ہے۔ اردو کلیات میں ایک قصیدہ نظر پڑا جس کا مطلع یہ ہے :-

ساقی اس ابر مشک فام کو دیکھ
اس طرف دیکھ مے کے جام کو دیکھ

کچھ شعر لکھنے کے بعد گریز کی ھے اور الفاظ کے متحرک و ساکن ھونے کی بحث کا ذکر کیا ھے - معلوم ھوتا ھے کہ کسی ایک ہم عصر ''مفتوں'' نے اُن کے ایک لفظ پر اعتراض کیا اس کا جواب دیا ھے -

'شفیق' نے ختم (بسکون تا) کو ختم (بہ فتح تا) دیا تھا - معترض کی تردید اور اپنی تائید میں اشعار لکھے ھیں :-

گر ختم کہوے ختم کو " صاحب "
ھے روا حرکت مقام کو دیکھ
ریختے کی زباں میں یہ غلطی
ابتدا سے ھے انتظام کو دیکھ
آبرو زلف کو زلَف بولا
اور الفاظ نا تمام کو دیکھ
نقل ھے وقت مغرب اعظم شاہ
یوں کہا اپنے یک غلام کو دیکھ
ھووے " اسواری " اس گھڑی تیار
سیر چاھے ھے جی یہ شام کو دیکھ
مولوی جیون اوستاد شاہ
تب کہے یوں تو اس پیام کو دیکھ
لفظ 'اسواری' نہیں سواری ھے
کچھ تو اس صحت کلام کو دیکھ
شاہ نے تب تو یہ جواب دیا:
میری طرز سخن تمام کو دیکھ

یہ عبارت کہاں میں ہندی میں
اس میں جائز ہے تو نظام کو دیکھ

'شفیق' کی یہ رائے بالکل صحیح ہے کہ عربی کے جو لفظ عام طور پر اُردو میں بہ تبدیل حرکت وغیرہ بولے جاتے ہیں اور جو زبان زد خاص و عام ہوگئے ہیں وہ اسی طرح فصیح ہیں، خواہ وہ اصل لغت کے اعتبار سے غیر صحیح کیوں نہ ہوں۔ ہر زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ جب اس میں دوسری زبانوں کے الفاظ داخل ہوتے ہیں تو لہجے کے تغیر سے کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور ہوجاتی ہے —

علاوہ غزلوں اور قصیدوں کے 'شفیق' کا زور کلام دیکھنا ہو تو اُن کی مثنوی "تصویر جاناں" دیکھنی چاہیے جو رسالۂ 'تجلی' حیدرآباد دکن میں شائع ہو چکی ہے۔ اس میں بڑا زور سراپا کے بیان میں دکھایا ہے۔ اگرچہ یہ مضمون بہت پامال ہے اور ہمیشہ بھونڈا اور بے مزہ ہو کر رہ جاتا ہے اور یہی حال اس مثنوی کے سراپا کا بھی ہے، تاہم اس سے 'شفیق' کی قادر کلامی کا اندازہ ہوتا ہے —

اگر کوئی 'شفیق' کے نام اور حال سے واقف نہ ہو اور اس کا کلام پڑھے تو کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا لکھنے والا ہندو ہے۔ وہ تمام بزرگانِ دین اسلام کا ذکر اسی ادب، احترام اور عقیدت سے کرتا ہے، جیسے کوئی سچا اور پکا مسلمان۔ اور یہ کوئی تصنع سے نہیں بلکہ دو حقیقت دل سے اور عقیدت سے ہے۔ معراج کے بیان میں جو مثنوی لکھی ہے اور جو "اردو" میں شائع ہوچکی ہے، اُسے دیکھئے،

کوئی مسلمان اس سے بڑھ کر کیا لکھے گا - اردو کلیات میں ان کے متعدد قصیدے حضرت علی کی شان میں ہیں - امام آخر الزماں کی منقبت میں کئی قصیدے ہیں - ایک قصیدہ حضرت غوث الاعظم جیلانی کی مدح میں ہے - ایک حضرت گیسو دراز بندہ نواز کی تعریف میں - علاوہ ان قصائد کے اُن کے تمام کلام میں جہاں کہیں مسلمانوں کے بزرگوں اور اولیا کا ذکر آتا ہے تو وہ اُن کا نام اور ذکر اس عقیدت اور ارادت سے کرتا ہے جیسے مسلمان - اس کے کلام میں اسلامی تلمیحات کثرت سے آتی ہیں ' بر خلاف اس کے ہندو دیوتاؤں وغیرہ کا ذکر شاذ ہی کہیں آیا ہو تو آیا ہو - یہ تعلیم ' صحبت ' ماحول اور اس زمانے کے اقتضا کا اثر تھا - اج کل کے لوگوں کو شاید یہ چیزیں پڑھ کر حیرت ہو ' لیکن یہ اس زمانے کی یادگاریں ہیں' جب ہندو مسلمان بھائی بھائی کی طرح رہتے سہتے تھے اور کسی کو کسی سے پرخاش نہ تھی - یہ خوش حالی امن و آزادی اور ترقی کی شان تھی - جب افلاس کا منحوس قدم آیا تو جہالت ' تنگ دلی ' تعصب اور نا عاقبت اندیشی نے ایسا اندھا کردیا کہ وہ اپنے پاؤں پر خود کلھاڑی مارنے لگے - ایک دن آے گا کہ وہ اپنے کئے پر پچھتائیں گے اور گلے مل مل کر اپنے آنسوؤں سے اس داغ کو دھوئیں گے —

'شفیق' نے "حسب حال زمانہ" کے عنوان سے ایک شہرآشوب بھی لکھا ہے' جس کے ابتدائی چند شعر یہ ہیں :—

ایک دن دل نے کہا مجھ سے کہ صاحب سن اِدھر
کیوں ریاست دن بدن ایسی ذلیل اور ہے بتر
اس دکن کے بیچ چھہ صوبوں کے چھ تھے بادشاہ
عادل اور فیاض، صاحب عزم اور صاحب ہنر
اُن کی دولت میں مرفہ اور سبھی خوشحال تھے
کیا رعیت، کیا سپاہی، کیا امیر نامور
آسماں ووہی ہے اور ووہی زمیں، خلقت ہے وو
پھر ہوئی کس واسطے یہ زندگانی مختصر
شامت نیت ہے یا تدبیر میں ہے کچھ قصور
تب تو دشواری پڑی ہے ہر کسی کو اس قدر

زمانے کی یہ شکایت ہر عہد میں رہی ہے اور رہیگی۔ آسمان نے ہزاروں رنگ بدلے، دنیا نے سینکڑوں پلٹے کھائے، مگر انسان کی شکایت کم نہ ہوئی۔ بے عیب نہ کوئی کتاب ہے، نہ کوئی آدمی، نہ کوئی نظام ہے اور نہ کوئی زمانہ۔ یہ نقص کسی نہ کسی صورت میں رہتی دنیا تک رہے گا۔ بلاشبہ انسان کے کمال کی آزمائش اسی میں ہے ــــ

فہرست شعراء

ردیف الباء

بسم الله الرحمن الرحیم

ستایش لا نهایت و نیایش بے غایت مر صانعے را سزا' که شاہ روح را با مشیر دانش بر آرائک اجسام جلوس دادہ سکه اشرف المخلوقات رائج ساختۂ او' و غنیم جفاکار عشق با فوج قاہرہ جنون و دیوانگی بر قلعۂ قلب دل مسلط گردانیدہ کوس لمن الملک بچہار اطراف عناصر نواختۂ اوست 'مصرعین کونین با صنعت استعارہ و ایہام پیراستگی بخشید' و دیوان ازل با غزل الست بربکم قالوبلی ازو آراستگی گزید - و صلوات فراوان و تحیات بیکران خاص شفیعے را روا که دایرہ متققه بدر را بعروض اعجاز تقطیع نمودہ و بحر متقارب و متدارک ازان استخراج کردہ علم یکتائی رسالت بر افراخت' و نقطۂ غیر میزانے کفرستان را بانقلاب ارشاد و حرب از خافه مائل رزایل ضلالت بر آوردہ بوتد الویۂ ہدایت مشہر ساخت' صلی الله علیه و سلم علی آله و اصحابه اجمعین —

اما بعد معروض میدارد که ریزہ چین مایدہ خوان 'فصاحت' یعنی بندۂ لچھمی نراین المتخلص به 'صاحب' در ریختہ و 'شفیق' در فارسی' قبل ازین از سنه دوازدہ سالگی مشق سخن فارسی

می نمود، و نقاب معنی پیا پے از رخ شاهدان شنگول می گشود، و اصلاح بشعر ریختہ التفات نمی داشت، موازینش را بہمہ جہت نزد خود خفیف می پنداشت یعنی من خراب شراب خانہ سیاق را چہ نسبت از سخن کہ بخود ستاید، و این بادہ نوش خمخانہ هیچمدانے را چہ مشابہت ازین فن کہ بر خویش ناز نماید، هرگاہ کہ مجلس یاران موافق دوستان صادق ترتیب میگشت، و ساتگین سخن مملو از رحیق اشعار ریختہ بطرف این سرمستان نشہ محبت می گذشت، این جرعہ کش ساغر فطرت و این چاشنی چش خوان خبرت، سر شورش زدہ خود را برنگ چنگ در گریبان تامل می کشید، و مثل پیکر تصویر در بند حیرت شدہ این بیت دلاویز بلسان حال گفتہ ساکت و صامت می گردید —

یا سخن آرائے چو مردم بہ هوش
یا بنشین همچو بہایم خموش

ناگاہ از کثرت اتفاق اهل وفاق بحکم این کہ "الصحبت تاثر ولو کان ساعة" مزاج را ورغلانید، و ترغیب دوستان یکدل سررشتہ ضبط از قبضہ اقتدار طبیعت بگسلانید؛ آرے

نیست ممکن بکند صحبت نیکان تاثیر
گل بخورشید رسانید سر شبنم را

تا نوبت بہ این حد رسید کہ اوقات شبانہ روزی صرف این کار می گشت، و بغیر مطالعہ این فن خیالے گرد دل نمی گذشت، کہ درین اثنا تذکرہ نکات الشعرا من تصنیف میر محمد تقی میر و تذکرہ فتح علی خان تازہ از هندوستان نزول نمودہ شورے

در عالم انداخت، و جہانے را در اشتیاق اشعار ہند کہ بہم رسیدن آن اہل دکن را خیلے دشوار است تہ و بالا ساخت - لہذا بخاطر فاطر و فکر ناقص گذشت کہ خود ہم این ہمہ اشعار ہر دو تذکرہ گرفتہ و دیگر لآلی را یکجا جمع ساختہ بطور سفینہ کہ انیس یکتائی و ہمدم تنہائی شود نقش باید بست، زیرا کہ بدین تقریب غریب و تمہید عجیب شاہد احوال بعضے محبان سخن دان بر کرسی تبئین می تواند نشست - از انجا کہ این سخن دل آویز پذیرائے سامعۂ سامعان داشت بدل ہمگنان جا گرفت، و این گوہر شہوار چون آویزہ گوش صاحبان تو دد بود حسن اقبال پذیرفت، تا آنکہ استمداد مخلصان با صفا روغن افگن نایرہ شوق شد و این بیت اشتیاق را اصرار شان طرفہ مستزاد گشت، ناچار سر انکار باز زدن مناسب ندانستہ کمر را چست بستم و سمند صباتگ قلم بسرعت سریعہ در میدان تحریر این نسخہ بر انگیختم - اے صاحب چون این خیال در مخیلۂ تو جاگرفتہ است ہاں بہوش کہ آہو گیران سگ طینت در کمین اند و غافل مباش کہ ستم ظریفان عیب بین و نکتہ رسان خوردہ چین نظر بر خطا می دارند -

سخن دریست از درج دہان سنجیدہ بیرون کن
کہ از ہر سو خریدارش باستقبال می آید

اگرچہ برخرد عقدہ کشائے و دانش آسمان پیمائے ارباب فضل و کمال پیداست کہ این فقیر را از تحریر تذکرہ مقصود بر ایراد

و ستم ظریفی نیست مگر این که سفینۂ اشعار ریختہ ترتیب یابد تا استغنا از دیگر دواوین رو نماید ' و احوال محبان دوستی پژوہ که با راقم مسطور ارتباط می دارند هم بدین وسیله بقلم آید-لیکن از سخن چینان این زمان کہن وحرف گیران بیہودہ سخن که عیب جوئی را شعار خود ساختہ اند و نرد آهو گیر بخود باختہ ' و دانستہ انگشت را بر حرف قبول می نہند ' و در عینک احوال وضلالت بر آمدہ ہمسر را بجزعیب نہ بینند ' چون بید بخود میلرزد و باین دو بیت دلچسپ رطب اللسان شدہ تسکین بخش خاطر مضطر میگردد —

شعر عربی

قیل ان الالہ ذو ولد قیل ان الرسول قدکہنا

مانجی الله و الرسول معاً من لسان الوری فکیف انا

چون این تالیف دلکشا و تصنیف روح افزا در سنہ خمس و سبعین ومایة الف صورت تحریر پذیرفت و شاهد اسامی شعرا بموجب قاعدہ جهل حلیہ تسطیر در برگرفت نام و تاریخ چمنستان شعرا نہادم ' و در بحر رکض الخیال که تقطیع مصرعش بچہار فعلن می شود و بنام صوت الناقوس هم اشتہار دارد قطعه را حسن انعقاد دادم ' تاریخ —

این نامه را باید دیدن کردم انشا حال فصحا

نام و تاریخش را صاحب گفتم چمنستان شعرا

امید از سخن پروران دانشور و دانشوران سخن پرور این دارد که اگر قصورے درتحقیق حال موزونان و خطائے در

تحریر اشعار ملاحظه افتد بموجب الانسان مرکب من السہو و النسیان عمل فرموده چشم پوشند ' و اگر سہوے در سلاست عبارت و نقصے در متانت الفاظ معانیه شود بحسب خلق الانسان ضعیفاً کاربند گشته بصلاح کوشند ' العفو عند کرام الناس ماسول —

(الف)

سراج الدین علی خان
آرزو

سررشتۂ مزاج بشمع افروزی مجلس گفتگوئے گرم میدارد ' و در میدان الفاظ تازہ و معانیء دلچسپ قدم جستجو بسرعت میگذارد - شمع وجودش در بزم اکبرآباد روشنی یافتہ ' و گیسوئے شاهد سخن را همانجا بشانۂ فکر رسا بنهایت پیچ و تابے بافتہ ' گلدستہ بند گلهائے خیالات رنگین و نوبادہ نشان سخنهائے دل‌نشین است - در گلشن هند مثل او عندلیب هزار داستان‌کم‌تر می توان پنداشت' و در مجلس دکن همچو آن پروانہ چراغ سخن عدیم باید انگاشت - غزالان معانی‌را بحدے مسخر کرد کہ می باید و سیہ خردگان الفاظ پاکیزہ را نوعے حلقے در گوش ساختہ کہ میشاید - در غزل گفتن کوہ جان مکیشد' و دیوان خانۂ ریختہ هم بنهایت پرکاری طاق می بندد - خضر طبعش چشمہ چشمہ متعطش اجسام کتب را آب زندگی بخشندہ' و آفتاب کلکش جهان جهان ظلمات نقص سخن غیررا موکشان کشیدہ - معلوم شد کہ در ماہ جمادی الثانی سنہ تسع و ستین و مایہ و الف ببلدہ لکهنؤ این جهان فانی را وداع نمودہ جا در عالم باقی گزید - تاریخ وفاتش حضرت

میر صاحب و قبلہ میر غلام علی آزاد مدظلہ العالی چنین بقیہ قلم آوردند، تاریخ —

سراج الدین علی خاں نادر عصر زمرگ او سخن را آبرو رفت
اگر جوید کسے سال وفاتش بگو آن جان معنی آرزو رفت

نقاب از رخ شاهدان خیالش باز می نماید :— ابیات —

رات پروانے کی الفت ستی روتے روتے
شمع نے جان دیا صبح کے ہوتے ہوتے
داغ چھوٹتا نہیں یہ کس کا لہو ہے قاتل
ہات بھی دکھہ گئے دامن ترا دھوتے دھوتے
کس پریرو سے ہوئی شب کو مری چشم دو چار
کہ میں دیوانہ اتھا خواب سے سوتے سوتے
غیر لوٹتیں ہیں صنم مفت ترے خط کی بہار
ہم یو ہیں اشک کے دانے رہے بوتے بوتے

ولہ

عبث دل بیکسی اپنی پہ توں ہر وقت روتا ہے
نکر غم اے دیوانے عشق میں ایسا ہی ہوتا ہے
دریا عرق میں ڈوبا تجھہ صاف تن کے آگے
موتی نے کان پکڑے تیرے سخن کے آگے

این ابیات از هر دو تذکرها فرا گرفته شد —

پھر کر نظر نہ آیا ہم کو سخن ہمارا
گویا کہ تھا چھلاوا وہ من ہرن ہمارا

تیرے دھن کے آگے دم مارنا غلط ہے
غنچے نے گانٹھہ باندھا آخر سخن ہمارا

وله

وعدے تھے سب خلاف جو تجھہ لب سے ہم سنے
کیا لال قیمتی دیکھو جھوٹا نکل گیا

وله

میخانہ بیچ جا کے شیشے تمام توڑے
زاہد نے اپنے دل کے آخر پھپولے پھوڑے

وله

رکھے سیپارۂ گل کھول آگے عندلیبوں کے
چمن کے بیچ گویا پھول ہیں تیرے شہیدوں کے

وله

ہر صبح آوتا ہے تیری برابری کو
کیا دن لگے ہیں دیکھو خورشید خاوری کو

وله

تجھہ زلف میں لٹک نہ رہے دل تو کیا کرے
بیکار ہے اٹک نہ رہے دل تو کیا کرے

شیخ نجم الدین آبرو

آبرو بخش بزم سخن و سرخروئی معرکۂ این فن است گلستان گو الیر از آب پاش سخنش آب و رنگی تازہ گرفتہ' و نہال ہستی او مدتے در نارنول طراوت پذیرفتہ - در معنی یابی بدیوان موزون خیالی داد سخن میدہد' وگلگشت خیابانے اشعارش انشراح

فراوان بنظارگیان می بخشد، متانت الفاظ و نزاکت معنیش بر سخن فہمان انصاف دوست روشن است۔ اشعار ایہام بسیار میدارد و میرزا رفیع سودا اورا در مقطعے یاد میکند و میگوید۔

نمل کم ظرف سے ہرگز بقول آبرو سودا
کسے برداشت ہے ناحق اُٹھاوے کون نکتوڑا

میگویند کہ در عہد محمد شاہ بادشاہ تاج زندگی برسر میداشت۔ مثنوی اومتضمن بر ترغیب آراستگی معشوق کہ جملہ یکصد بیت خواہد بود بنظر در آمد، مطلعش اینست :—

ہے سزاوار ثنا وہ با کمال جلوہ گر جس نے کیا حسن اور جمال

حقا کہ شاعر شیریں مقال و معنی یاب متین خیال است۔ دودمان وجود ہستی آراز چراغ سراج الدین علی خاں آرزو ضیاء گرفتہ، ولولوے گراں بہاے سخن را بنہایت آب و تاب دررشتۂ نظم سفتہ۔ منتخب دیوانش بنظر در آمد و این اشعار آبدار فرا گرفتہ شد :—

ہر ایک سبز ہے ہندوستاں کا معشوق
بجا ہے نام جو بالم رکھا ہے کھیروں کا
برہ کی راہ میں جو گر پڑا سو اُٹھ نسکا
قدم پھرا نہیں یہاں آکے دستگیروں کا

ولہ

رخسار کے گل اوپر شبنم ہے یا پسینا
یا لال پر جڑا ہے الماس کا نگینا
خجلت سوں تجھ نگہ کے جی ہوگئے ہیں پانی
کہنا بجا ہوا ہے شیشے کو آبگینا

ولہ

جلتے ہیں اور ہم سے جب مانگتے ہو پیالہ
ہوتے ہیں داغ دل میں جیوں جیوں کہو ہو لالا

ولہ

نور دیدہ کم ہوا یعقوب کا
گریہ کا جاتا ہے حالی قافلا

ولہ

ہو ہو ترش پیالے کرتا ہے شور برپا
واعظ یہ میکشوں کا دشمن ہوا ہے سر کا

ولہ

سنکے چرچا غیر سیں جاکر چھچوندر چھوڑدے
گھر جلا عاشق کا اون لوگوں کا کیا ٹوٹا ہو

ولہ

آگ میں رشک کے اب کیوں نہ جلے پروانہ
شمع رخسار نے خلوت میں ہمیں بار دیا
حق میں عاشق کے مگر لطف ستم تھا یارب
دل دیا جب سے مجھے تب ستی آزار دیا
دمبدم بھیجے ہے نلوے آہ کے
دل یہ داروغہ ہوا ہے ڈاک کا

ولہ

افسوس ہے کہ بخت ہمارا اولٹ گیا
آیا تھا جلد دیکھ کے ہم کو پلٹ گیا

ولہ

جو کوئی ہوتا ہے یارو جان و دل سیں مہربان اپنا
نہ اپنا دل رکھا جاتا ہے اُس سیتی نہ جان اپنا

ولہ

مجھے عاشق مقرر کرکے یہ کیا ہے ستم کرنا
سجن یوں خوب ہوتا ہے کسی کو متہم کرنا

ولہ

نہ پوچھو خود بخود ہے عارض خورشید کی خوبی
کیا ہے ذرہ ذرہ حسن مہرویاں ستی چندا
رکھا ہے قلسیاں پیارے کیا چاہے ہے خط پیدا
نجانو کس اوپر مارے گا ان بالوں کا جا پھندا

ولہ

زنانے بھی لگے مردی پکڑنے
کسب سیکھا چمارن نے نری کا

ولہ

جسے ہو زیب ذاتی اُس کے تئیں ہے عیب آرائش
کرے ہے بدنما البتہ حسن ماہ کو گہناں

ولہ

ہر طرف عشق کی لگی ہے ہات
دل ہمارا ہوا ہے بارہ بات

ولہ

جھوٹھہ کرتا ہے عبث مردی کا دعوی بے ہنر
کام کچھہ پیدا کرے مردانگی کا تب ہو نر

احمقی ہے بے ہنر کو زر کے اوپر افتخار
پر کہاں سمجھے کہ کیوں ہر بار ہووے مفتخر

ولہ

کیوں کر مریں نہ دیکھہ کے ہے موسم بہار
نکلے ہے جی جنوں سوں جاما بدن کا پہار

ولہ

شور سوں نوبت کے ہے آزار میں سارا پڑوس
بد دعا ہے حق میں دولتمند کے آواز کوس

ولہ

انجہو بسمل کبوتر ہوکے تڑپے
کئے جب ہم نے اپنے چشم تر باز

ولہ

غیر صحبت سوں اب لگے جانے
چھوڑ کر اپنی آبرو کی پاس

ولہ

بے وفا ہے بہار گلشن کی
بلبل و گل کے حال پر افسوس

ولہ

آج عاشق کی بے نصیبی ہے
کہ تم اُس پاس سوں چلے ہو بھاگ

ولہ

کیونکر نہ دولتی کی خوش آمد کرے فلک
چرخے کا کام کیوں کہ چلے جو نہ ہووے مال

ولہ

مگر تم سے ہوا ہے آشنا دل
کہ ہم سے ہو گیا ہے بے وفا دل
جو غم گذرا ہے مجھہ پر عاشقی میں
سو میں ہی جانتا ہوں یا مرا دل
ہمارا ہی کہاتا تھا کبھی یہ
سمجھہ تم جان لو یہ ہے برا دل
کہاں خاطر میں لاوے آبرو کو
ہوا اس میرزا کا آشنا دل

ولہ

توڑا زبس اُس شوخ نے از سنگ جفا دل
ہر چند کہ میں لاکھہ لگایا نہ لگا دل

ولہ

تو پھرانے میں نظر آئے کہیں کیا قاتل
تب تو بسمل کو ہوا جان کا دینا مشکل

ولہ

سوم تن جب عمر سیں اُترا تو نہیں رہتا ہے مال
کم کوئی بازار میں لے ہے روپیہ غیر سال

ولہ

دھمکاوتے ہیں ہم کو کمربند باندہ باندہ
کھولیں ابھی تو جاے میاں کا بھرم نکل

ولہ

کیوں نہ روئیں اس طرح اشک اب جہاں کا حال دیکھہ
گود میں آنکھوں کی ہم پالا ہے یہ طفل یتیم

ولہ

تمہاری جب سیں آئی ہیں سجن دیکھنے یہ لال انکھیاں
ہوئی ہیں تب سے دونی خوشنما صاحب جمال انکھیاں
علاج ان کا یہی ہے عاشقوں کے رنگ کی ہلدی
کھو اسی میں رنگیں کپڑے کریں اپنا رومال انکھیاں
موا دل پوتلی کی طرح ان پر لے کے تک پھیرو
مجرب ٹوٹکا ہے اس سیں آجائیں گی بحال انکھیاں

ولہ

جگر میں خوں کا کوئی قطرہ رہا نہیں
کہ انجھواں ہوکے انکھیاں سیں بہا نہیں
ڈسا ہے کیوں ہمارے دل کو پیارے
اگر کاکل تمہارے اژدھا نہیں

ولہ

برستے ہیں نین میرے، لگی ہیں اشک کی جھڑیاں
تمہارے پاس بن، دن رات ہم بھرتے ہیں یوں گھڑیاں
گئے جس وقت سیں ہوکر جدا تم ہم سیں اے پیارے
ہوے سو مرتبہ آتش میں ہم اس وقت سیں بریاں

ولہ

نازک تنی پر اپنے مغرور ہو رہے ہو
موسیٰ کمر نے تم کو فرعون کردیا ہے

ولہ

ہرگز تیرے لباں کی سرخی کے تئیں نہ پہنچے
ہر چند سعی کر کر یاقوت و لال مرجاں

وله

گرچه اس بنیاد هستی کے عناصر چار هیں
لیکن اپنے نیست هوجانے میں سب ناچار هیں

وله

قتل کرنے کو اب بلاتے هیں
بات کہنے میں جان جاتے هیں

وله

یار غافل هے میرے درد سیں بیدار کرو
بے خبر جان نہ جا جا کے خبردار کرو

وله

کیا هے بے خرد دونوں جہاں سیں
محبت کے نشہ میں کیا اثر هے

وله

جان تیرے سبب مجھے دل ساتھہ
پیار هے شوق هے محبت هے

وله

هاے یاراں دل سیں باهر کیونکہ اب نکلے یہ غم
ضعف سے حالت رهے هیں نالہ و افغاں کے

وله

جنوں سیں دل کا اب کیا حال هوتا هے بہار آئی
کلی اس فکر میں جاکر گریباں غم سے پھاڑ آئی

دیا کیا داو بازي سوں تیری آنکھوں نے نرگس کو
کہ سارا سیم و زر اپنا کلی بھر بھرکے ھار آئي

و له

یہ حادثے فراق کے دیکھے نہوں کبھوں
ھجرت کی اب لگی ھے مگر بارھویں صدی

و له

خداوندا اُٹھا دے درمیاں سے ھجر کے پردے
مرے صیاد کو لا دام موں تو یا مجھے پر دے

و له

کیا بند اس کے ملنے سے مجھے اس چشم گریاں نے
ھمارے پانو کو یہ اشک کي ندي ھوئی بیری

و له

اب میں مرتا ھوں تغافل سوں یقیں کر مان لے
جان میرزا جان لیتا ھے تو جاناں جان لے

معنی این بیت بر رمز شناسان نیکو ھویدا کہ چہ کنایہ خرچ کردہ —

و له

کوئی تسبیح اور زنار کے جھگڑے میں مت بولو
یہ دونو ایک ھوں آپس میں ان کے بیچ رشتہ ھے

و له

سرمہ آلود و سفید و سرخ اور رنگ سیاہ
کیوں نہ مارے اس طرح چورنگ شمشیر نگاہ

و له

دیکھتے ہو خشک بتے سے حنا تنکے نے رنگ
کس طرح گھل مل کے اپنے ہاتھہ کرتیتی ہے لال

رستم اس مرد کی کھاتے ہیں قسم زوروں کی
تاب لاوے جو کوئی عشق کے جھکوروں کی

قدردان حسن کے کہتے ہیں اُسے دل مردہ
سانورے چھوڑ جو کوئی چاہ کریں گوروں کی

کاٹ کھایا ہے مرے دل کو تیری آنکھوں نے
وو پلک نہیں ہے کترنی ہے مگر چوروں کی

قادری بر میں سجی جب سے سجن بوٹی دار
عقل چکرت میں گئی دیکھہ کے چوب موروں کی

لب شیرین سریجن پہ نہیں خط سیاہ
قار ٹوٹی ہے مٹھائی پہ شکر خوروں کی

(آبرو) صحبت کم ظرف نہیں مجکو دماغ
کس کو برداشت ہے ہر وقت کے نکٹوڑوں کی

صبا کہیو اگر جاوے گی تو اس یار دلبر سوں
کہ کر کر قول پرسوں کا گئے پرسوں ہوے برسوں

فتح علی خاں در تذکرۂ خود ایں بیت کہ مذکور شد بنام (احسن) می نویسد و ہمیں بیت در دیوان (آبرو) مع ریختۂ پنج بیت بہ نظر در آمد ـــ

اے قاصد وعدہ کیا کرتا ہے پھر پرسوں کو آؤں گا
کبوتر بھی نہیں آوے گلی اُس کی ستیں برسوں

ترس تجکو نہیں اے شوخ اپنی کیا ہی ترسیا ہے
ترے دیدار کو میں دیدۂ تر سوں کھڑا ترسوں

زلف تیری معطر ہے عطر فتنہ سٹی تر ہے
خدایا (آبرو) رکھنا پڑا ہے کام ابتر سوں

جب تلک تھا صاف قاصد کو جواب صاف تھا
اب تو خط آنے لگا شاید کہ خط آنے لگا

این ابیات شیخ نجم الدین مبارک آبرو' از هر دو تذکره ماخوذ شده :—

آیا ہے صبح نیند سے اُتھہ رسمسا ہوا
جامہ گلے میں رات کا پھولوں بسا ہوا

انداز سوں زیادہ نپٹ ناز خوش نہیں
جو خال اپنی حد سے بڑا سو مسا ہوا

کم مت گنو یہ بخت سیاہوں کا رنگ زرد
سونا وہی جو ہوئے کسوتی کسا ہوا

مشتاق عذر خواہی نہیں (آبرو) تو کیا ہے
یہ روٹھہ روٹھہ چلنا چل چل کے پھر ٹھٹھکنا

یہ سبزا اور یہ آب رواں اور ابر یہ گہرا
دوانہ نہیں کہ میں گھر میں رہوں اب چھوڑ کر صحرا

سخن اوروں کا تشنہ ہوکے سنتا اور سب کہتا
مگر یک (آبرو) کی بات جب کہتے تو پی جاتا

انسان ہے تو کبر سے کہتا ہے کیوں انا
آدم تو ہم سنا ہے کہ ہے خاک سے بنا

وله

بوسہ لبوں کا دینے کہا کہہ کے پھر گیا
پیالا بھرا شراب کا افسوس گر گیا
تھا قول (آبرو) کا نہ جاوں گا اُس گلی
ہوکر کے بے قرار دیکھو آج پھر گیا

جدائی کے زمانے کی سجن کیا زیادتی کہیے
کہ اُس ظالم کی جو ہم پہ گھڑی گذری سو جگ بیتا

نہ چھوڑے گا پیارے جی کسی کا
تمہارا ہنس کے کہنا یہ اجی کا

کیا قہر ہے پیارے منہ کا ترے مٹکنا
پھر قہر پر قیامت یہ زلف کا لٹکنا
جس گال پر صفا سے نظریں نہیں ٹھہرتیں
اُس گال پر عجب ہے دل کا مرے اٹکنا
ابرو غلیل تس پر تل کا رکھا غلیلہ
ہر زاغ بوالہوس کا مشکل ہے یہاں پھٹکنا
اسپند کرکے تجھہ پر ملا کتنیں جلاوں
کیوں مارتا ہے نازک رخسار پر چٹکنا

اُس شوخ سرو قد کو ہم جانتے تھے بھولا
مل اوپری طرح سے کھا دے گیا ہے بالا
اے سرد مہر تجھہ سے خوباں جہاں کے کانپیں
خورشید تھرتھرایا اور ماہ دیکھہ ہالا
فوجوں سے بڑھ چلے ہے جیسے کوئی سپاہی
یوں خال چھوڑ خط سے مکھہ پر رہے نرالا

چمکی دکھا نین کی دل چھین لے چلے هیں
تیری نین کو کس نے سکھلا دیا چھنالا

یه رسم ظالمی کا دستور هے کہاں کا
دل چھین کر همارا دشمن هوا هے جاں کا

هر یک نگه میں هم سے کرنے لگے هیں نوکیں
کچھه تو تری نین نے پکڑا هے طور بانکا

خندون کے طور گویا دیوار قہقہه هے
پھرکر پھرا نه لڑکا جو اُس طرف کو جھانکا

پریشاں تر هے تیری زلف سے احوال عاشق کا
سیه دونا هے آنکھوں سے یه ماه و سال عاشق کا

ترے رخسار سیمیں پر جو مارا زلف نے کنڈال
لیا هے چھین یارو اژدها نے مال عاشق کا

(آبرو) کے قتل کو حاضر هوا کسکر کمر
خون کرنے کو چلے عاشق په تہمت باندہ کر

نزاکت سے نکل سکتی نہیں تصویر تجھه تن کی
مصور نے سجن هر چند مر مر اپنا جی کاڑھا

چھوڑ زر گئے خاک میں حاصل کیا تو کیا هوا
ساتھه کچھه جانے کا نہیں سب کچھه لیا تو کیا هوا

غیروں کے ساتھه شب کو چلتے هو چال اور هی
دیکھی روش تمھاری جاؤ تمھیں پچھانا

حکمت کی تیغ سے تم کاتو رقیب کا سر
اُتھه آؤ (آبرو) کے کر قتل کا بہانا

سودا بنے گا اُس کا جس نے کہ نقد خرچا
مفلس تو شہد بازی کر کر نہ ہو ہ !!!

تو کب ملا تھا پیارے ہم سے کہ آج روتھا
دیکھا یہ ان ملنے کا ہم روتھنا انوتھا
بوسے کا وعدہ کرکے مصری چبا کے بخشی
کہنے کو ان لبوں سے میٹھا دیا سو جھوٹا

نالاں ہوا ہے جل کر سینے میں من ہمارا
پنجرے میں بولتا ہے گرم آج اگن ہمارا
پھری کماں کے مانند مانع نہیں اکڑ کو
ہے ضعف بیچ دوتا یہ باک پن ہمارا

خورشید کس طرف سے ہوا طالع (آبرو)
کیا دن پھرے کہ یار کا ایدھر کرم ہوا

کیا سبب تیرے بدن کے گرم ہونے کا' بتا
عاشقوں میں کون جلتا تھا گلے کس کے لگا

تو گلے کس کے لگا نہیں پر کسی بے رحم نے
گرم دیکھا ہوئےگا تیرے تئیں آنکھیں ملا

ملنے کے شوق ہم نے گھر بار سب گنوایا
مدت میں مورے گھر یار آیا تو گھر نہ پایا
دل غم سے کرکے لوھو لوھو کا کرکے پانی
آنکھوں سیتی بہایا تب آبرو کہایا

سینچ اوپر غیر کے رہتا ہے وہ لوتا ہوا
زر کے لالچ اس قدر وہ سیم تن کھوتا ہوا

و له

مسرے پیارے سے قاصد اتنی دل کی بات جاکہنا
کہ جانے سے تمہارے جان کا مشکل ہے اب رہنا

ہم سے وعدہ یوں تھا توجب جی دیوے ہنس دوں تبہی
جی دیا ہم نقد ہمکو قرض اب ہنسنا دیا

چوپڑ کے کھیلنے کا سارا یہی خلاصہ
شاید کبہی تو لڑ کا بیٹھے ہمارے پاس آ

پی کر شراب ہمکو پھر جو ڈراوتے ہو
کیا شوق کو ہمارے جانا ہے اور کا سا

ہم سے کیوں اڑتے ہیں ناحق بے گناہ
سر پھرا ہے کیا مگر افلاک کا

رکھے کوئی اس طرح کے لالچی کو کس طرح* بہلا
چلی جاتی ہے فرمائش کبھی وہ لا کبھی یہ لا

تو نہالوں کا ہے زنخ میوا
چاہتا ہے یہ پھل تو کر سیوا

عاشقوں میں جس کسی سے یار ہے راضی مسرا
وہ مسرا دشمن ہے لیکن چاہتا ہے جی مسرا

صبر کب دیدار کا ہے اُس کتئیں فردا تلک
سو قیامت جان پر کرتا ہے دل آج ہی مرا

ہرگھڑی چھپ چھپ کے مت تاڑ اُسکو اے دل مان جا
شوخ ہے ہندوستاں زا دیکھہ لے تو جان جا

---

* (ن) کب تلک —

و له

کھیلی تھی رات چوپڑ گتیاں ہوا تھا پیدا
ہارے رقیب سارے اور ہم نے رنگ مارا

گران ہے شرم کی آدم کو رکھنا مکر کی تسبیح
ہر ایک دانا ہوا ہے (آبرو) کے دلکو سو منکا

میٹھا لگا ہے مجھکو تیرے لباں سے کیا خوب
ایکبار پھر کے کہہ اسے اپنی زباں سے کیا خوب

آنکھوں کی سج ہوئی ہے مژگاں بھواں سے دونی
لگتی ہیں جوں سپاہی ترکش کماں سے کیا خوب

تڑپھتا رہتا ہے تب لگ جب تلک مرتا نہیں
دل کو جیوں سیماب اپنی بیقراری ہے حیات

کیوں چھپا ظلمت میں گرتجھہ لب سے شرمندہ نہ تھا
جان کچھہ پانی مرے ہے چشمۂ حیواں کے بیچ

مجلس رنداں میں مت لے جا دل بے شوق کو
شیشۂ خالی کو کیا عزت ہے میخواراں کے بیچ

سر سے لگا کے پاوں تلک دل ہوا ہوں میں
یہاں تک تو فن عشق میں کامل ہوا ہوں میں

آغوش میں بھواں کے کرتی ہیں قتل آنکھیں
کوئی پوچھتا نہیں ہے مسجد میں خوں ہوا ہے

کرتے تو ہو تغافل پر حال (آبرو) کا
دیکھو تو تم پیارے بے اختیار رو دو

مجھہ ناتواں کی حالت وہاں جا کہے ہے اُڑ کر
میرا یہ رنگ رو ہے گویا مکھی کبوتر

خوب تیری شکل آسکتی نہیں تصویر میں
مدتیں گذریں مصور کھینچتا ہے انتظار

رہتے ہیں دل میں مصرعۂ دلچسپ کی طرح
گھر بار ہوئے سرو قداں کا برائے بیت

زلف کی شان مکھہ اُپر دیکھو
کہ گویا عرش میں لٹکتی ہے
کیا ہوا ہے جو مر گیا فرہاد
روح پتھر سے سر پٹکتی ہے

تمہاری لوگ کہتے ہیں کمر ہے
کہاں ہے، کس طرح کی ہے، کدھر ہے

یوں (آبرو) بناوے دل میں ہزار باتیں
جب رو برو ہو تیرے گفتار بھول جاوے

اُٹھہ چیت کیوں جلوں ستی خاطر نچنت کی
آئی بہار تجھہ کو خبر ہے بسنت کی

جہاں تجھہ خو کی گرمی تھی نہ تھی کچھہ آگ کو عزت
مقابل اُس کے ہو جاتی تو آتش لکڑیاں کھاتی

لٹک چلنا سجن کا بھولتا نہیں اب تلک مجکو
طرح دو پاوں رکھنے کی مری آنکھوں میں پھرتی ہے

حسن ہے پر خوبرویاں میں وفا کی خو نہیں
پھول ہیں یہ سب پر ان پھولوں میں ہرگز بو نہیں

ولہ

زندگی ہے سراب کی سی طرح
بادبندی حباب کی سی طرح
تجھہ اوپر خون بے گناہوں کا
چڑہ رہا ہے شراب کی سی طرح
کون چاہے گا گھر بسے تجکو
مجھہ سے خانہ خراب کی سی طرح

کریں جو بندگی ہوویں گنہ گار
بتوں کی کچھہ نرالی ہے خدائی

جس نے آہات سے امید کا دامن پکڑا
یہ نہیں شرط مروت کہ اُسے خوار کرو

پڑ گیا ہے بوالہوس کا بھید پردے سے نکل
خط کے آنے میں حقیقت سب کی ظاہر ہوگئی

دیکھو تو جان تم کو منایا ہوں کب ستی
بولو خدا کے واسطے ٹک لال لب ستی
یہ جانیو ہر ایک سے لالچ نہیں ہے خوب
ہے بھیک مانگ کھانا بھلا اس کسب ستی
پانی میں ڈوب آگ میں جل کر مریں ولیک
عاشق نہ ہوں پکار کے کہتا ہوں سب ستی
باندھا ہے برگ تاک کا کیوں سر پہ سیہرا
کہا (آبرو) کی چاہ ہے بنت العنب ستی

فرهاد کا دل کوہ کوسے کا بھرا پیالا ہوا
مستی سے جس کے شوق کی ہر سنگ متوالا ہوا

دل کے اوپر بہار میں احوال سخت دیکھہ
دے مارتی ہے باغ میں سر کو کلی اُٹھا

گر یہ ہے مسکرانا تو کس طرح جئیں گے
تم کو تو یہ ہنسی ہے پر ہے مرن ہمارا

یارو توڑو کمر سے مروڑو نہ بھر کے انگ
آجا کہیں لچک تو ابھی لاگ جاے لنگ

دور خاموش بیٹھہ رہتا ہوں
اس طرح حال دل کا کہتا ہوں

دل کب آوارگی کو بھولا ہے
خاک گر ہوگیا بگولا ہے

نہیں تارے بھرے ہیں شک کے نقط
اس قدر نسخۂ فلک ہے غلط

عالم آب سے آساں نہیں اے شیخ گذر
خوف سے غرق کے یہاں بحر ہے کشتی میں سوار

کچھہ ٹھہرتی نہیں کہ کیا ہوگی
اس دل بے قرار کی صورت

نہ تھا کچھہ اور میرے شوق کا حسن و صفا باعث
یہی پیارے طرح موجب یہی کافر ادا باعث

تم اور گلرخاں سے اب آنکھہ جو لگاے
بادام کو پیارے پھولوں کے بیچ باسا

ولہ

دل تو دیکھو آدم بے باک کا
عشق سے پتلا بھرا ہے خاک کا

اب دین ہوا زمانہ سازی
آفــــاق تمام دھریا ہے

جیونا مثل حباب اس جگ میں دم کا پیچ ہے
یہ گرہ کھل جا تو دیکھو زندگانی ہیچ ہے

زندگانی تو ہر طرح کاٹی
مرکے پھر جیونا قیامت ہے

اس کی کنجی زبان شیریں ہے
دل مرا قفل ہے بتاسے کا

قیامت کیا تم تک یک ہنس کے بولے
مجھے بات کی بات میں مارڈالا

شاہ ولی اللہ "اشتیاق"

شاہ ولی اللہ نام دارد' و مزاج را بعرت تسخیر معانے بکمال اشتیاق می آرد- در فارسی گوے از فارسان این سر زمین می زباید و بدقت معانیء تازہ و الفاظ نو پے چنان می برد کہ شاید- عندلیب کلکش چنین ترانہ سر میکند ـــ

غمگیں لگن سے دل میں انگارے دھک گئے
بجلی سی چھب دکھا کے جو ساجن چمک گئے
اس مو کمر سے کہیو میاں تم بھی اور ہو
کیا نازکی کا بوج کہ جس سے لچک گئے

آخر تو ہوے گا نیاو قیامت کے دن بپا
مجھہ ہات سے چھڑا کے جو دامن جھٹک گئے
اب (اشتیاق) کیا میں کروں راہ عشق طے
ایک تو پڑی ہے سانجھ دوجے پانو تھک گئے

ایں ابیات از ہر دو تذکرہ تحریر یافت —

لڑکوں کے پتھروں کی لگے کیونکہ اُس کو چوٹ
ہر ایک گرد باد ہے مجنوں کو ڈھول کوٹ

بتاں جو ہجر کی باتیں ہمیں سناتے ہیں
کچھہ اُن کا دوس نہیں ہے خدا کی باتیں ہیں

چھوڑ کر تجکو ہمیں اور سے جو لاگ لگی
نہیں مہندی یہ ترے تلووں ستی آگ لگی

قزلباش خان "اُمید"

شاعر عدیم المثل است، نام اصلی او میرزا محمد رضا ولے قزلباش خاں خطاب از عہدشاہ عالم میدارد، و در نکتہ ریزی توگوئی ابریست که گوہر می بارد - کاروان ہستی او در اکبرآباد بہ سنۃ تسع و خمسین و مایۃ و الف رخت بر بست و مرأت عنصری او در دارالخلافہ بشکست - حضرت میر صاحب و قبلہ تاریخ انتقال او چنیں یافتہ: (تاریخ)

خان سخن گستر و سحر آفریں
رخت سفر بست ازیں خاکداں
سال وفاتش دل نالان من
یافتہ، جاں دادہ قزلباش خاں

طاؤسان خیال او با حسن و جمال از صحرائے تذکرۂ (میر)
پریدہ دریں سبزہ زار برقص می آیند و بر دل تفرجیان این
گلشن داغے تازہ بر آن می افزایند -

تیری آنکھوں کو دیکھ ڈرتا ہوں
الحفیظ الحفیظ کرتا ہوں

در و دیوار سے اب صحبت ہے
یار بن مجکو* عجب صحبت ہے

اسد یار خاں "انسان"

در عصر محمد شاہ بادشاہ زندگانی خود بکمال انسانیت
میگذرانید و سلسلۂ سخن را ہماں جا می جنبانید - بلبل گلستان
سخن و عندلیب بوستان این چمن است - در عہد فردوس
آرامگاہ معاش از منصب ھفت ھزاری بود و در طریق ثنا طرازی
تگ و دو می نمود - و نقش ھستیش در سرات اکبر آباد پرتو
انداختہ و طوطی کلکش شکر افشانی مایدۂ خود ساختہ - اشعارش
بہ فقیر نرسیدہ ' مگر این دو بیت از تذکرتین بقلم می آرد -

زمیں اور آسماں اور مہر و مہ سب تجھہ میں ہے انساں
نظر بھر دیکھہ مشت خاک میں کیا کیا جھمکّا ہے

نہ دیکھی ایک جھلک بھی آپ کے تن بیچ اندھوں نے
اگرچہ ہر بن مو سے بدن سارا شبکّا ہے

* (ن) گھر میں -

امیر خان "انجام"

ولد* میر میران، امیر خان یزدی ناظم کابل - معنی یاب بے بدل و نخلبند عدیم المثل است - سحاب کلکش ترشح معانی تازہ می کند، و دریائے طبعش جوش از الفاظ سنجیدہ و پاکیزہ می زند- آغاز و انجام حالش در تذکرہ ھاے فارسی گویاں مفصلاً مندرج است- در سنۃ تسع و خمسین و مایۃ و الف تاریخ وفاتش نوشتہ اند، کاتب حروف تاریخ وفات چنیں یافتہ و یک عدد زائد را بایں حسن تعمیہ ساقط ساختہ (تاریخ) -

آں عمدۂ معنی آفریناں
در خلد بریں نمود آرام
رفت آں یکتا و گشت تاریخ
جاں داد امیر خان (انجام)

ایں ابیات از تذکرۂ فتح علی خان است -

نہ سن تو† پند واعظ کا کہ اپنی دھن میں پکا ھے
خدا حافظ ترا دوزخ بھی ایک شرعی دڑکا ھے
اب یہی احسان ھے ھرگز نہ ھوں آزاد ھم
پھر چمن میں جائیں کیا منہ لے کے اے صیاد ھم

"احمدی"

شاعر عالی مقام و معنے پژوہ قدیم الایام است، سخن را

---

* خلف بقاء اللہ خاں برادر زادۂ عمدۃ الملک مرحوم کہ خان عالم خطاب داشت (از تذکرۂ فتح علی خاں)-

† (ن) ہو

بطرز قدیم گفته و گوہر ہستی او را جوہر تقدیر در رشتۂ گجرات سفتہ است - ایں بیت طبع زادش میر محمد تقی (میر) می نویسد -

رہے نادر خیالاں میں، ملے شوریدہ حالاں میں
ہوے صاحب کمالاں میں کدھر آکر* کدھر نکلے

محمد فاضل ''آزاد''

گل گلستان دکن و از شعرائے کہن است، در زمان (ولی) کسوت حیات بہ بر میداشت و خود را یکے از شاگردان او می پنداشت - چنانچہ (ولی) می گوید -

(آزاد) سے سنا ہوں یہ مصرع مدا سب
جس سے کہ یار ملتا ایسا ہنر نہ آیا

شہباز سخن او در تسخیر نخچیر مضامیں بنہایت بلندپروازی اوج گیرا و عرایس معانیش بلباس رنگیں جلوہ پیرا - سرو باغبان او چناں می بالد و قمری مطوق سخنش چنیں می نالد —

آئیں جہاں کی ساری (آزاد) صنعتیں، پر
جس سے کہ یار ملتا ایسا ہنر نہ آیا

زین العابدین '' آشنا ''

آشنائی محبوبان سخن کمال میدارد و ایں وحشیان نا آشنا مزاج را از راہ اخلاص بکمند می آرد - چہرۂ محبوب ز اش ظاہرا غازہ بردار خطۂ پاک ہندوستان و نہال ولادت او اکثر در

---

* کدھر سے آ کدھر نکلے (نکات الشعرا) -

گل زمین این جنت نشان است- زلف سخن را چنیں پیچ و تاب می بخشد و چہرۂ آفتاب رخسار معانی او از تاریکی الفاظ می رخشد - از تذکرہ فتح علی خاں قلمی می نماید—

گر ہمسے دیوانوں کو تم آزاد کرو گے
ویرانے میاں کتنے ہی آباد کرو گے

کہیو صبا تو اتنا مرے تند خو کے تئیں
آخر کسی بھی وجہ دکھاویگا رو کے تئیں

میر محمد کاظم "آوارہ"

آوارۂ دشت سخن طرازی است' برادر حقیقی زین العابدین (آشنا) میشود و تیر شعر با کرۂ او بہ ہدف معانیء رنگین راست میرود' نوخط سخن او چنیں چہرۂ معانی می آراید و دل عاشقان سخن را چناں می رباید —

اے عندلیب جا کے چمن میں کرے گی کیا
باد خزاں سے سب گل گلزار جھڑ گئے

محمد صلاح "آگاہ"

از موزونان ہندوستان و نخلبند آں بوستان است- در سخن آگاہی کمال میدارد و قدوم استواری در سر زمین صاف میگذارد - از نخل ہستی او بار خوبی و حسنات پیدا - و نور صلاحیت و تقوی از چہرۂ اسم آفتاب نظیرش ہویدا - دور ساغر پر نشۂ سخن را میگرداند' و مضطبۂ طبع او قل قل میخواند - از تذکرۂ فتح علی خاں ا۔

پیری میں کروں سیر جہاں کی تو بجا ہے
ہوتا ہے ڈھلیے دن سے * تماشا گھڑی کا

فضایل بیگ "الہام"

از خوش تلاشان این سر زمین است' در سخن گفتن الہامات وافرہ بظہور می آرد و بر اقران و اکفاے خویش بنہایت گستاخی فضایل ۔تذاکرہ می دارد ۔ شوخیء مزاجش از کلام او سر میکشد' و بجز این دو بیت کہ در تذکرۂ فتح علی خان است بجویندگان نمی رسد ۔ جرس سخن می جنباند و در ہجو کلا نوت بچی می خواند —

دیکھہ دھاڑی بچے کو ناکارہ   چترہ کے گا نے لگی کلا نونتنی
کلا نونتنی ترے گانے سے دق ہوں   بہت † نیچے سروں سے بولتی ہے

احسن اللہ "احسن"

در نکتہ سنجی یگانۂ روز گار و صاحب تلاش معانی پرکار است۔ از بسکہ طوطی طبعش شکر ایہام می ریزد ۔از صفائی مرأت اظہار می گریزد ' و در عصر آبرو ظاہرا طرۂ زندگی بر سر میداشت و خود را در موزونان ہم عصر معزز می پنداشت ۔ نیسان کلکش لآلۂ معانی می افشاند و مشاطۂ طبعش عروس سخن را بوجہ احسن بر کرسی رنگینی می نشاند۔ این ابیات در تذکرتین مسطور است —

---

* (ن) دن ڈھلتے ہی ہوتا ہے —
† (ن) بہت —

یہی مضمون خط ہے (احسن اللہ)
کہ حسن خوبرویاں عارضی ہے

مگر الحان داودی ہے نعمت‌خاں کی تانوں میں
کہ آہن سے دلوں کو بھی لیکر موم کرتا ہے

بری باتوں کی خو ہرگز نہیں اس کو جو انساں ہے
جو گالی سے زباں کو کام فرماوے سو حیواں ہے

نقد علی خاں "ایجاد"

شاعر رنگین سخن' شعر فرش را بنہایت عذوبت میگوید '
و الحال بنا بر گردش چرخ کجرفتار اوقات را بلشکر ظفر اثر
نواب نظام الدولہ بہادر ادام اللہ اقبالہ بسر می برد۔
احوالش در تذکرۂ (سرو آزاد) مفصلاً مسطور است۔این بیت از
ایجاد طبع ایجاد است —

جو دم خوشی سے گزرے غنیمت ہے دوستو
نقش برآب عمر کا کیا اعتبار ہے

درمنقبت جناب شاہ ذیجاہ علی کرم اللہ وجہہ میگوید —

انبیا کی جسم کا جاں ہے امیرالمؤمنین
اولیا کا دین و ایماں ہے امیرالمؤمنین

صورت الفاظ قرآں ہے اگرچہ مصطفیٰ
معنی آیات قرآں ہے امیرالمؤمنین

جس کے گھر میں کچھ نہیں جز نام پاک اہل‌بیت
اس کے گھر کا میر ساماں ہے امیرالمؤمنین

(اشرف)

از معاصران (ولی) است - چنانچه (ولی) جائے مصراع اورا تضمین می نماید و میفرماید —

(اشرف کا یہ مصراع (ولی) مجکوہے دلچسپ
الفت ہے دل و جاں کو مرے پیتم نگر سوں

این شعر از (اشرف) است —

توں شاہ ہے سب شہوں کا' بندے ہیں تیرے سب شاہ
میں بھی آپس کو بندہ تیرا ' نہ کہوں تو کیا کہوں

این شعر را میر محمد تقی (میر) بنا مش میکرد —

پیا بن میرے تئیں بیراگ بھایاہے' جو ہونا ہوسو ہو جاوے
بھبھوت اب جوگیوں کا رنگ لایا ہے' جو ہونا ہو سو ہوجاوے

میر غلام علی "ارشد"

تخلص ' باشندۂ اوجین' مردے خوش محاورہ و رنگیں مزاج است - از چندے بنا بر آب و خورد مسکن خود ایں شہر نمودہ اوقات بسر می برد ' با راقم سطور طور اخلاص درست میدارد' اکثر گاہ از راہ کرم بخشی بملاقات می پردازد- در سخن فرس صاحب تصنیفات فراوان است و اکثرے در منقبت گفتہ و میگوید - گا ہے بنا بر پاس خاطر عزیزاں متوجہ بطرف ریختہ میشود ' غرض عجب مردے است قابل قابل دوست ' حق تعالیٰ سلامت دارد —

مجکو نہیں خبر کہ ...... کدھر گیا
گر راہ لی ہے گھر کی تو تحقیق گھر گیا

جن نے دیکھا ہے تری خوبی حسن رخسار
بے توقف "کہا سبحان جمالک" اے یار

لفظ سبحان که در آخر مصرع بیت دوم واقع شده عجب لطف میدارد هر که از هم نشینان هست می فهمد' و ذوقے از انکشاف این معنی بخود می نماید —

یار میرا ہے اپس حسن کی آرایش میں
میں بھی جسم نظر انداز کو رکھتا ہوں سنوار

بات شیریں ہے اُس کی مصری سی
اُس کے دو لب ہیں شاہد عادل

اس کیفیت کی کیف میسر کسی کو نہیں
ساقی کی جام چشم سے پیتا ہوں میں مدام

سجن یہ رو ہے ترا رشک سورج اور مہ و گل
سیاہ شب ترے مو اور مشک اور سنبل

نین ترے ہیں جیوں آہو کی چشم و نرگس حور
ہیں لعل لب ترے شکر اور آب زمزم دل

میر ابدال علی "اقدس"

تخلص. فکر سخن کم میکند و تا وقت تحریر بدهیں گل زمیں یعنی خجسته بنیاد بسر می برد' راقم سطور از ملاقات او سرمایۂ سرور حاصل کرده است . ایں چند ابیات از طبع زادش بقلم می آید —

دیکھتا ہے خال و خط و زلف کو وہ نو بہار
آئینہ مہتاب کا زہرہ کھڑی ہو کر دکھا ؤ

آہ پروردہ وہی شخص پکارا ہووے گا
ایک کوزا بھی جسے عشق نے مارا ہووے گا
نام حق جس نے لیا اس کو جلا یا چیرا
سچ کہو زاہدو کیا حال تمہارا ہووے گا

دیکھو زاہد میں کیا کرامت ہے
ایک چلّے میں شیخ چلی ہے

غلام محمد خاں "انور"

تخلص، طبع رسا می دارد و در علم رمل و تصویر تراشی شاگرد حاجی میر علی اکبر رمال است۔ دریں ولا با راقم سطور ارتباط اخلاص خاص و یگانگت دلی پیدا کردہ، چنانچہ ہر روز بلاناغہ کلبۂ احزان ایں فقیر را از قدوم میمنت لزوم رشک گلستاں می نماید و چہرۂ شاہد سخن ریختہ را بوسیلۂ مشاطگی طبع ایں عاجز غازہ می آراید۔ گلدستۂ خیالات را چنیں می بندد —

چیں رہا ابرو میں جب تو مردم آزاری کرے
ہم سوائے کون تیری ناز برداری کرے
کون سے مذہب میں اور مشرب میں ہے گا یہ روا
ہم کریں تجھ سے وفا اور تو ستم گاری کرے
کب رہیگی چاہ کنعاں کی وو ماہ مصر کو
جب زلیخا رکھ عزیز اس کو خریداری کرے
جو کہ رکھتا ہووے نشہ چشم خمار یار کا
ہے بجا گر جام نرگس سیتی میخواری کرے

کہاں کھائیے تھے پیارے رات کو پان
کہ اب تک ہونٹھ پر سرخی عیاں ہے

تری تقصیر نہیں' ہے یہ نتیجا ہی وفاؤں کا
دو باتیں اور بھی کہہ لے میاں تیرا بھلا ہووے

کستی ہیں دل کو زلفیں کرتیں ہیں قتل ابرو
زنجیر ہے تو یہ ہے تلوار ہے' تو یہ ہے

ھنستا ہے گرچہ غنچہ وقت سحر چمن میں
ھنسنے کی تجھہ سے آخر طرحیں اُڑائیاں ہیں

نہ ہوتا مجھہ سے نافرماں اگر وو لالہ رو میرا
تو کیوں میں جاچمن میں اس طرح شورو فغاں کرتا

حسرت سے گر تو آئینہ خاک اپنے سر کرے
ممکن نہیں کہ تجھہ‌پہ وو خود بیں نظر کرے

کہیں ہے شیشہ سرنگوں اور کہیں شکستہ جام ہے
کیا مچائی میکشوں نے آج میخانے میں دھوم
دل مرا جاکر پھنسا ہے' ہر گھڑی شانہ نہ پھیر
بیطرح وحشی کریگا زلف کھل جانے میں دھوم
تھا قدم کے فیض سے مجنوں کے وو آباد دشت
ورنہ کہتے پھر مچایا جا کے ویرانے میں دھوم

زلف سلجھانے کے تئیں درکار ہے تو لیجئے
پنجۂ مژگاں بھی ہیں گے میرے شانے کی طرح
غیر کی محفل میں ہر شب بیٹھتا ہے شمع رو
دل جلے ہے رشک سے بے تاب پروانے کی طرح

ہر گھڑی (انور) ملاتا ہے تو آنکھوں شوخ سے
دیکھہ کہتا ہوں یہہ ہے گی جان و دل جانے کی طرح

شیر کا شیریں سے وعدہ کر گیا تہا کوہکن
طرفہ تر یہہ بات ہے خوں کی بہایا جوئے شیر

میر ایوب " ایوب "

تخلص - نخلبند گلشن رنگیں خیالی ' عندلیب چمن خوش مقالی است - مشق سخن را باستصواب فقیر آب و رنگے تازہ میدہد و مشتے بر گردن ریختہ گویان حیدرآباد می نہد - ستون اخلاص را از قوت باز وے حسن خلق خود باوجود صغیر سن بلند می سازد و سمند شعر فہمی را در مضمار فصاحت بنہایت جولانی می تازد - نہال ہستی او در شہر (بیدر) سر کشیدہ و شاخ زندگانی او برِ کامرانی در مذاق یاران بفرخندہ بنیاد حلاوت بخشیدہ است - با محرر سطور ارتباط' اختلاط' انضباط بود و ہر روز بلاناغہ از راہ بندہ نوازی تشریف ارزاں فرمودہ رونق افزائی مجلس می نمود ' حق سبحانہ سلامت دارد - شراب ارغوانی سخنش نشۂ سرخوشی بمشام جاں فائز میگرداند و ساقی سیمیں ساق طبعش چنیں ابیات مشتاقانہ میخواند —

جب سے لڑیاں گو ہر آنسو کی گردن میں پڑیں
تب سے مجکو نیں تمنا موتیا کے ہار کے

شراب تاک سے تپکی و نرگس مخمور
پڑا ہے عکس یہہ اُن چشم پر خماروں کا

دل کو لے ہم سے ہو گئے تیکھی
سچ کہو کس سے یہ طرح سیکھی

دوانہ ہوں میں زلفوں کا، مجھے مت قید میں رکھنا
مرے زنجیر کرنے کو وہی یک تار کافی ہے

ہجر میں تیرے شب و روز ترے متوالے
راوت آہ کے کھاتے ہیں جگر پر بھالے
اشک خونیں مری آنکھوں سے بہ آئے یہاں تک
ایک جا جمع کیا ہوتا تو بہتے نالے
مردمک بیٹھہ مری آنکھوں میں، جپتی ہیں تجھے
سومنی دانوں کے لے ہاتھہ میں اپنے مالے

(ایوب) تیری آہوں کو کہتے ہیں دیکھہ سب
بھڑکے ہے آگ اُس کے بدن کی بدن ہی میں

دیکھہ خوبی اور نزاکت یار کے رخسار کی
کیا اُڑی جاتی ہے رونق تختۂ گلزار کی

تیر نگہ کا تیرا یاں تک غرق ہے
دل میں پیدا نہیں اثر سوفار کا

میں وفا دار ہوں وفا کی قسم
تو جفا کار ہے جفا کی قسم

فتح یاب بیگ خاں "انجم"

تخلص - ہمشیرہ زادۂ افضل بیگ خاں بہادر پیر شیم
جوان سنجیدہ و خوش خلق است، اکثر اوقات بہ غریب خانہ
قدم رنجہ می نمایند و چہرۂ شاہد سخنلے را خیلے

می آراید —

بلا ہے آہ سوزاں سے لگاتا
کبوتر بھی نہیں لاتے ہیں نامے
رات دن گوشے میں بلبل پھڑپھڑاتی ہے پڑی
کیا ہوا ہے مثل پروانہ چراغ اس کا بھی گل

شاہ عبداللہ " احقر "

تخلص - جدید الایمان از قوم کھتری بود' از چندے بجرگۂ اسلام در آمدہ و خرقۂ فقر بخدمت شاہ شریف قدس سرہ پوشید - دریں ولا با فقیر ہم ربطے پیدا کردہ' چنانچہ دو مرتبہ بہ غریب خانۂ احقر آمدہ اشعار بندہ سمع نمود و اشعار آبدار خود ہم برخواند - مرثیہ خوب میگوید و مشق سخن ریختہ بہ تفنن میکند - از آنست —

بیوفا اول تو میری قابل یاری نہ تھا
یار ہو اغیار ہونا رسم دلداری نہ تھا
آرزو تھی گلبدن کو ہار کر رکھنا گلے
کیا کروں تقدیر پر کچھ فعل مختاری نہ تھا

میر غلام حسین "افسق"

تخلص - از شعرائے ایں عصر است ' از بسکہ ہجو بر مزاجش غالب آمد' شہرۂ عوام گردید - درشعر تتبع (زاتی) می نماید و اکثر مزاج او بطرف ہزل می آید ' شوخی طبعش از کلامش ہویدا و مزاجش از تخلص او پیداست۔ کاشکے ایں ہیاں ہر دو او جا نیاوردے ' و آفتاب اشعار

رنگین برسینه اش بتافتے ' انشاءالله تعالیٰ رفته رفته ازیں تائب شود و تخلص خود هدایت قرار دهد چنانچه خود میگوید —

ھے یہی افسوس دل کو اے هدایت تو بتا
' افسق ' اپنا نام رکھوایا نه هوتا کاشکے

حق سبحانه توفیق رفیق کناد۔ دریں ایام از راقم‌الحروف ربط است' چنانچه دیوان را خود بخط خاص نقل کرده پیش فقیر آورد۔ جا فقیر، هم پاس اخلاص مشارٌالیه منظور داشته دو بیت ایجاد طبع او از قبیل روز مره صاف است دریں جریده بنظر آرد —

اس هوا میں نہیں میسر بادۀ گل‌رنگ هائے
ھے همارا شیشۀ دل رنگ سے بے رنگ هائے
بادہ و ابر و بہار و سبزہ و سیر چمن
کیا کروں اے غنچه‌لب ھے تجھه بنا دل تنگ هائے
اس ازانی سے نہیں حاصل ' هدایت ' کیا کروں
دل میں آتا ھے که بولوں درد کی سا رنگ هائے

کہا بلبل نے جور باغباں کو گل‌سے کیا کہنا
برنگ غنچه اس گلشن میں بہتر ھے که چپ رهنا

حق کرے خیر آج غصے سے
ھے ترا رنگ لال کچھه کا کچھه

کیونکه افسق تجھه کو هوئے آرام اس کے وصل میں
دل کو کرتی ھے پریشان اوس کی کاکل کی هوا

(ضمیمہ متعلق صفحہ ۴۲)

میر عبدالوهاب ' افتخار '

تخلص - ' دولت‌آبادی ' از سادات بخاریست ' جد امجدش در زمان عالمگیر بادشاه از هندوستان بدکن آمده در قلعۂ 'دولت‌آباد' سکونت اختیار نمود ' و قرابت از سید مرتضیٰ خان بعمل آمد - میر مشارالیه از پریشان احوالی اوقات بسر می برد ' نجیب و شریف است - در شعر گوئی طبع رسا دارد : از وست :—

حسین ابن رسول اللہ کے مقتل پہ جا پہنچے
جو خاک ہونا ہے آخر کیوں نہ خاک کربلا پہنچے

کوہ بھی ہنگام بارش میں عروس وقت ہے
سر پر اُس کے سہرہ مروارید کا ہے آبشار

سرو کوں رتبہ نہیں تیرے انگے اے سبز پوش
ایک تجھہ بازار خوبی کا ہے وہ سبزہ فروش

آج پھر دل تڑپ میں آیا ہے کس پری کی جھڑپ میں آیا ہے

کوئی اُس خورشید رو کے نا مقابل ہو سکا
چاند نکلا ہی کریگا کیا اجالا دیکھئے '

(تحفة الشعراء)

*

محمد رضا قزلباش خان ' اُمید '

تخلص - ازقوم همدانی قراط ملوست ' به بسبب شناسائی که با ذوالفقار خان بهادر نصرت جنگ داشت ' از ولایت ایران در مملکت دکن رسید - نصرت جنگ ' حکیم محمد تقی خان را که خانساماں و معرب و مصاحب هم بود ' باستقبال او فرستاد ' بملاقات خود مسرور ساخت ' بمنصب هزاري سرفراز گردید بعدلے قلعداری قلعه میتی مرک توابع صوبۂ حیدرآباد داشت ' از انجا بجناب نواب خلد منزلت آصف‌جاه رسید - سالے چند

کسب سعادت خدمت نموده، از جملۂ قدوۂ مقربان گشت، و همراه رکاب فیض اقتساب او بشاهجهان آباد رفت - در آں جا بنابر وجوهات بےعنایتی آصفجاه بحالش راه یافت، باز بدکن نیامد - همانجا ودیعت حیات بمؤکلان قضا و قدرسپرد - با آنکه ولایت زا بوده، اما از عقل رسا مضامین 'کبت'و 'دوهره' می فهمید، و به قانونے سرود می خواند که مطربان کسبی باستماع نواے آن در مقام حیرت می آمدند، در کُلبه اش مجمع خوبان می شد، بدیدن تماشاے رقص؛ شوق مفرط داشت، برسائی طبع بلند شعر می گفت، اشعارش پر از متانت الفاظ و معانیست - صاحب دیوانست —

هندی اشعار درج هیں نہیں (تحفة الشعراء)

مرزا علی نقی 'ایجاد'

تخلص - مخاطب نقدعلی خان همدانی قاچار است، باشیخ علی خان، وزیر شاه سلیمان صفوی مراتب داشت، در عهد آصفجاه مدتے بدیوانی بادشاهی حیدرآباد سرفراز بود - مرزا علی نقی 'ایجاد' بقرب و مصاحبت آصفجاه شرف اختصاص یافت، بخدمت کوتوالی لشکر امتیاز داشت - بعد بداروغگی فیل خانۂ سرکار نواب نامدار سید محمد خان بهادر صلابت جنگ سر بلند گردید، بعد فوت پدر بخطاب موروثی و دیوانی حیدرآباد سرفراز است - جامۂ قابلیت در بردارد، بحسن اخلاق موصوف، از فهم عالی در فکر شعر از اقران ممتاز —

نوٹ: هندی اشعار درج نہیں هیں - (تحفة الشعراء)

باب الباء

میرزا عبدالقادر "بیدل"

مانی ارژنگ نگار معانی و اقلیدس سحرکار سخندانی است، مشرقستان نازک خیالی از انوار آفتاب ضمیر انورش روشنی گیر جاوید گردیده و بوستان شکرمقالی از نغمهٔ عندلیب طبع هزار داستانش زینت هزاران گزیده، چشم زمانهٔ دون چنین متعین خیالے والا شکوه باوجود بدست بودن مشعل آفتاب ندیده و سامعهٔ سپہر نیلگون مثل این شکرین مقالے معنی پژوه با وصف موجود گردیدن گوش سیارها نشنیده، طبعش را اگر چشمهٔ زندگانی خوانم رواست که حیات سخن ازو متصور، و کلکش را اگر سحاب نیسان دانم بجا که هر نقطهٔ تحریرش افضل تر از گوهر است- حقا که در سر زمین هندوستان مثل این سخن پناه صاحب کمالی بقیه از خواب عدم سر برنداشته، و مصور قدرت بیچون همتاے آن عالیجاه معنی تلاش دل صید بقلم ایجاد نه پیراسته- دیوان ضخیم متداولهٔ فارسیش عالمگیر، و رقعات انشاے رنگینش مثال بوے گل بمشام دل جاگیر است- میرزا سیوم

ماه صفر سنة ثلث و ثلاثین و مائة و الف واصل حق شد۔ حضرت میر صاحب و قبله مد ظله تاریخ وفات چنیں فرمودند۔

(تاریخ):-

سر برآوردهٔ ارباب سخن از غم آباد جہاں خورم رفت
گفت تاریخ وفاتش (آزاد) میرزا (بیدل) از ایں عالم رفت

الحاصل میرزا فارس مضمار فارسی، و والی قلمرو ایں ملک بے پایان است - اشعار ریختہ اش بجز ایں دو بیت که در تذکرهٔ میر محمد تقی (میر) تحریر بود بنظر نیامده - شگوفۂ دستش چنیں بند انقباض می کشاید که بیدلان معنی بمشاهدهٔ جمالش از نہایت شوق چوں گل خنداں و عندلیب سخنش چناں دل می رباید که عاشقان سخن از اصغاے صفیر جانفزایش بسان بلبل تصویر بے حس و بے جان اند ــــ

مت پوچھ دل کی باتیں وہ دل کہاں ہے ہم میں
اس تخم بے نشاں کا حاصل کہاں ہے ہم میں
جب دل کے آستاں پر عشق آن کر پکارا
پردے سے یار بولا (بیدل) کہاں ہے ہم میں

لاله ٹیکچند " بہار "

بہار آراے گلزار ریاحین بایستہ، و چمن پیراے مرغزار مضامین شایستہ است - طرّۂ پر پیچ سنبل مویان نسرین رخسار نازک خیالی را بشانۂ قلم دو زبان وا می نماید و ابروے خمدار سرو قامتان تدرو رفتار شیریں مقالی را بسواد سیاهی وسمه می آراید، چناں مضامین را

از شبنم پاشی مزاج موزوں طراوت گیر جاویہ می سازد، و عندلیب ہزار داستان سخن بر تخلص رنگین او می نازد۔ اقلیم فرس را بزور تیغ قلم مسخر نمودہ و ایں زمین سخت را بپاے املا پیمودہ است - ظلمات الفاظ نو گریز قلمش مضامین باریک را چوں آب حیات بروے نظارہ گیاں می پاشد، و شاہین استعارات رنگینش با پنجۂ سرخوشی و نزاکت بسینۂ کبوتر دلہاے عشاق سخن می خروشد - اشعارش بفقیر نرسیدہ، ایں ابیات ہر دو تذکرہ دریں جا التقاط نمود—

اسی درگاہ سے حاجت روا ہوتی ہے عالم کی
جہاں دیتے ہوں بن مانگے، فضولی ہے طلب لالا

جو کچھ جا کر گلستاں میں کیا ہے کیوں چھپاتے ہو
عیاں ہے آستیں کے چھں سے موج خوں گل لالا

سبھی کرتے ہیں دعویٰ خوں کا، قسمت ہے تو دیکھیں گے
صف محشر میں کس کے ہات دامن ہوگا قاتل کا

محبت کی قلمرو میں اگر جاوے تو سن لے گا
کوئی آرے تلے چیرا، کسی کو کوہ پر پٹکا

کرے وہ سلطنت، یہ عشق میں شوریں کے سر دیوے
تکلف بر طرف، خسرو کو کیا فرہاد سے نسبت

کنعاں میں ماہ مصر نے کب سلطنت کری
کم ہی کوئی عزیز ہوا ہو وطن کے بیچ

خوش سخن کا حرف دل کو لوٹتا ہے حال بیچ
یہ غلط کہتے ہیں کچھ لذت نہیں ہے قال بیچ*

منظور سیر لالہ جو ہو اُس بہار بیچ
پھولا ہے خوب دیکھ دل داغدار بیچ
کہتے ہیں عندلیب گرفتار مجھ کو دیکھ
اُمید چھوٹنے کی نہیں اس بہار بیچ

دل ہمارا لے کے کیوں انکار کرتے ہو سجن
کس سے یہ سیکھے ہو تم لیکر مکر جانے کی طرح
توڑتا زنجیر جاتا تھا پڑا بکتا (بہار)
آج ہم دیکھے جنوں سرشار دیوانے کی طرح
کیا بلا لاوے گا سر پر اس کے حیراں ہوں (بہار)
لے گیا ہے شوخ میرے ہاتھ سے دل بے طرح

وہی یک ریسماں ہے جس کو ہم تم تار کہتے ہیں
کہیں تسبیح کا رشتہ کہیں زنار کہتے ہیں
اگر جلوہ نہیں ہے کفر کا اسلام میں ظاہر
سلیمانی کے خط کو دیکھ کیوں زنار کہتے ہیں
اپنا مردم کشی کا زور بیماروں نے کب پایا
غلط کرتے ہیں اُن آنکھوں کو جو بیمار کہتے ہیں

---

* مہرباں ہوکر ملا ہے ماہ رو شب بے حجاب
کیا مبارک ہے ہمیں یہ ماہ اب کے سال بیچ

نہیں اُس شوخ سا رنگیں ادا گل
اگر رنگیں ہوا تو کیا ہوا گل

عبث تشویش کیوں دیتی ہے گل کی طبع نازک ہے
یہ گستاخی نہیں ہے خوب مت کر شور اے بلبل

ناز و استغنا ' عتاب ' اغماض ' سب جانکاہ ہیں
قرب میں خوباں کے کیا معنی کہ ہو دل کا * نشاط

گیا ہے عشق کی رہ بیچ پا بر ہنہ (بہار)
تمام دشت ہے پُر خار دیکھیے کیا ہو

جب ستی اُس سرو رعنا کا ہوا ہے جلوہ گاہ
سبز جوں شمشاد اُٹھتی ہے مرے سینے سے آہ

ناز بے جا و لطف بے موقع دلبروں کی ادا ہے کیا کیا کچھہ

کرے ہیں یہ ستمگر قتل بے تقصیر کیا کیجے
جو اُن کے ہاتھہ یوں مرنا ہوا ' تقدیر ' کیا کیجے

سانورے سب ایک سے ہیں ظلم کرنے میں (بہار)
کم نہیں کچھہ دل کے لے جانے میں کاکل چشم سے

(بہار) اُس گلبدن کا جو دوانا ہو تو کیا اچرج
فرشتے کا بھی من ایسے پریرو پر لبھاتا ہے

دیکھہ کر کیونکر نہ ہووے دل رقیبوں کا کباب
کس ادا سیتی صنم دیتا ہے ساغر واچھرے

* (ن) دل کو ہو —

کوئی کس ساتھہ ایسی فصل گل موں دل کو بہلاوے
نہ ساقی ہے نہ ساغر ہے ' نہ مطرب ہے ' نہ ہمدم ہے
ہمیں واعظ ڈرا تا کیوں ہے دوزخ کے عذابوں سے
معاصی گو ہمارے بیش ہوں کچھہ مغفرت کم ہے

نتیجہ حسن خدمت کا اگر یہ بدماغی ہے
بجا ہے یہ جو کہتے ہیں کہ پھل پاوے ہے جو سووے
اگر مارا پڑا دل ہات سے غمزے کے کیا غم ہے
سپاہی کی یہی معراج ہے رن بیچ سر دیوے

تڑپھتا ہے پڑا جیوں نیم بسمل خاک و خوں موں دل
عقوبت ہے جو کچھہ اس صید پر صیاد کیا جانے

نہوں معلوم کیا حکمت ہے شیخ اس آفرینش میں
ہمیں ایسا خراباتی کیا تجکوں منا جاتی

دلاور خاں " بیرنگ "

سخنش برجستہ و شعرش شستہ است از آنجا کہ شاگرد ' یک رنگ ' است تخلص خود ' بیرنگ ' قرار میداد ' آخر موقوف کرد ' ' بیرنگ ' بجا نہاد - صمصام ہستی او بجوہر سپہگری آراستہ و گلستان طبعش با گلہاے رنگا رنگ پیراستہ - گل بیرنگ مضمون را رنگ تازہ از شیریں گفتاری میدہد ' وصفیر حزین عندلیب سخن را از اشعار خوانی شور جگر گیر می بخشد - آرے قدم بنہایت دلاوری در معرکۂ الفاظ تازہ میدارد و شمشیر سخن را چلیپے از نیام کام بیرون میم آورده

ایں اشعار از تذکرتین است —

خط مرا اُس نگار نے نہ پڑھا
کیا لکھا تھا کہ یار نے نہ پڑھا
میں تو لکھتا تھا اُس کتئین* (بیرنگ)
اُس تغافل شعار نے نہ پڑھا

سدا بیدار رہ غفلت سے ہو ترش
مثل مشہور ہے "سویا سو چوکا"
نہیں مطلب مجھے کچھہ باغباں اور
دوانا ہوں میں گل کے رنگ و بو کا

دل کو کچھہ عشق میں قرار نہیں
اب تلک تجکو اعتبار نہیں

ہے ہات ترا خوں سے عاشق کے گر آلودہ
مہندی سے سجن مت کر بار دگر آلودہ
فرہاد کو محنت کی تلخی نہ کبھی ہوتی
شیریں کا جو ایک بوسہ ملتا شکر آلودہ
مفلس کی خبر کب ہے اے سیم بدن تجھہ کو
افشاں سے ترا ماتھا رہتا ہے زر آلودہ

یار کا جب خیال آتا ہے ہوش میرا تمام جاتا ہے

محمد اسمعیل "بیتاب"

سحاب گوہر پاش سخن، و دریاے مواج این فن است۔

---

* (ن) کو خط —

خود را از تلامذۂ مصطفیٰ خان 'یکرنگ' می پندارد، و تلاش ھاے فراوان بالفاظ تازہ و مضامین نو میدارد۔ گویند کہ روزے بخانۂ عزیزے میرفت، از اسپ فرود آمد، دست بشکست، چندے بیمار ماندہ نقد جانے بمتقاضی اجل بداد۔ رتبۂ فکر و الایش و مرتبۂ ادراک آسمان پیمایش از اشعار او ھویدا می شود۔ ایں دو بیت از ھر دو تذکرہ است۔

تڑپ کر مرگئی بلبل قفس میں
پڑی تھی ھاے کس ظالم کے بس میں
نہ ھوتا گر کسی سے آشنا دل
تو کیا آرام سے رھتا مرا دل

" بیدار "

شاعریست خوش گو بطرف ھندوستان۔ میر تقی 'میر' در ترجمۂ او بتذکرۂ " نکات الشعراء " ایں دو بیت بنام او مینویسد —

صفا الماس و گوھر سے فزوں ھے تیرے دنداں کو
کیا تجھہ لب نے ھمرنگ خجالت لعل و مرجاں کو

" بینوا "

شخصے معنی آفریں بطرف ھندوستان گذشتہ، احوال او بوجہ خوب تنقیح نہ می پذیرد۔ ایں یک بیت از تذکرۂ میر تقی 'میر' نوشتہ می شود —

یہ کیا ستم ھے اے فلک ھرزہ نا بکار
مریخ پر جو تیز کی خنجر کی اپنے دھار

شرف الدین علی خاں " پیام "

زاد گاهش اکبر آباد است - در ریختہ گوئی فسبتے تمام داشت ' حقاکہ معنی تلاش را بجاے رسانیدہ کہ میتواں گفت: زلف عنبرین سخن را چین و تاب میدهد - میر تقی 'میر' و فتح علی خاں ایں اشعارش انتخاب نمودہ اند —

دلی کے کج کلاہ لڑکوں نے کام عاشق کا سب * تمام کیا
کوئی عاشق نهیں نظر آتا ٹوپی والوں نے قتل عام کیا
بات منصور کی فضولی ھے ورنہ عاشق کو آہ سولی ھے

" بسمل "

سخن سنج خوش خیال بود و بناخن اندیشۂ رسا عقدہ ھاے دل میکشود - احوال مفصلاً در تفصیل شعراے ریختہ گو قدیدہ شد - بهر حال قابل مرد است' غزالاں سخن را در مرغزار صفحہ چنیں بخرام می آرد - ایں ابیات صاحب تذکرتین میگویند —

لہو پی رہ گیا بسمل وگرنہ ملاتا اپنے تئیں وو خاک و خوں میں
ھاے اس دیوانے دل نے کام کیا بیجا کیا
آپ تو بد نام تھا ھی مجکو بھی رسوا کیا

صلاح الدین " پاکباز "

پسر سید کمال نبیرۂ سید جلال است ' سخن را باصلاح

---

* (ن) عشاق کا —

مصطفے خان 'یکرنگ' می ربود و تلاش معانیء تازہ می نمود۔ خوش فکر و خوش ذہن داشت - شعرش خالی از اضافت است ' او چنیں می سراید 'این اشعار در تذکرتین تحریر اند —

جلوے تمہارے حسن کے نت ہیں ' پہ ہم کہاں
تم تو سجن ہمیشہ ہو ' افسوس ہم نہیں

قفس کے در کو باز * اے بلبل اب صیاد کرتا ہے
خدا جانے کریگا ذبح یا آزاد کرتا ہے

مجھے درد و الم رہتا ہے نت گھیرے میاں صاحب
خبر لیتے نہیں کیسے ہو تم میرے میاں صاحب

جو اب نہ مریے تو پھر انتظار میں مریے
خدا خزاں نہ دکھاوے بہار میں مر یے
تمام عمر شرابیں پیا کیے ساقی
ہزار حیف کہ آخر خمار میں مریے

خواجہ احسن اللہ " بیان "

از وجاہت صوری و حسن سیرت بہرۂ وافی برداشتہ بود و در معنی طرازی مزاج و آلایش علم اندیشۂ آسمان پیمائی داشت - مولدش خاک پاک اکبر آباد است و بموزوں مزاجی میرزا (مظہر) جانجاں استاد - مرتبۂ حسن خلقش در حوطۂ بیان نمی آید داود کلکش چنیں

---

* (ن) وا —

ترانۂ نشاط می سراید - ایں اشعار از ہر دو تذکرہ تحریر می یابد —

بندے سے ثنا حضرت استاد کی کیا ہو
(مظہر) ہے خداوند کی وو شان اتم کا

عالم کو لعل و گوہر و تاج و لوا دیا
اے آسماں بتا تو مجھے تو نے کیا دیا

ایسے ہی میرے بخت جو سوتے تھے نیند کے
خواب عدم سو کاہیکو مجکو جگادیا

اسکا ادائے شکر (بیان) کیونکہ کر سکوں
جسنے اُٹھا کے خاک سے انساں بنا دیا

کب تلک اُسکی شکایت ہو نہ اب سے آشنا
ایک بیگانہ ہے مجھہ سے اور سب سے آشنا

غیر کے کہنے پہ مت بیگانہ ہو یکبارگی
دیکھہ تو اے شوخ میں تیرا ہوں کب سے آشنا

اُکر۔ جونہی قاصد نے لیا نام کسی کا
اس بات کے سنتے ہی ہوا کام کسی کا

کیوں آج سماتا نہیں سینے میں خوشی سے
پہنچا ہے مگر دل! تجھے پیغام کسی کا

قفس میں میں رہائی کے لئے کیا کیا نہیں کرتا
پھڑکتا ہوں، تڑپتا ہوں، کوئی پروا نہیں کرتا

یہ لوگ منع جو کرتے ہیں عشق سے مجھہ کو
انہوں نے یار کو دیکھا ہے یا نہیں دیکھا

ہمدم نہ فکر کر کہ مرا کام ہو چکا
جو دل یہی ہے تو مجھے آرام ہو چکا
آتا ہے تجکو ننگ مرے نام سے عبث
اے شوخ اب تو شہر میں بدنام ہو چکا

جو تجھہ سا کوئی دنیا میں مجھے اے ناز نیں ملتا
تو وو نہی چھوڑ دیتا تجکو اور جاکر وہیں ملتا

'بیان' تیرے کوچے سے چلتا رہے گا
مری جان تو ہات ملتا رہے گا

اگر ایک صبحدم آتا وو اُتھہ کر خواب شیریں سے
ہمارا کیا گریباں ' ناصحونکا پیرہن پھٹتا

کیا دوکھہ تھا ' بیاں ' کو جو پاتا میں ہوش میں
پر خیر کی خدا نے کہ وو بے حواس تھا

سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا
سرخ و سفید ماتی * کی مورت ہوئی تو کیا

جگا یا مجھہ کو کس کمبخت نے ہا ئے
مری آنکھوں کے آگے وو ابھی تھا ۔

انو کہا سنگدل تو ہی نہیں ہے ہمارا دل بھی پتھر سا کبھی تھا

این بیت کہ بالا مذکور شد دلیل خوبصورتی اوست ــ

گل کی حسرت سے مرے دل میں سدا خار رہا
میں تو بھر عمر قفس میں ہی گرفتار رہا

* (ن) متی ــ

یار نے جب سے اُٹھایا اپنے چہرے سے نقاب
طعن کرنے سے مرے ناصح کو آتا ھے حجاب

اپنی مخموری پہ اے واعظ نصیحت کی مجھے
واقعی ھے آج سمجھے بد ھے انجام شراب

کل تو آویگا ھی آخر غرّۂ ماہ صیام
آج تو پی لیجئے من مانتی ساقی شراب

مرتا ھوں، غم گساری جو اب نہیں تو پھر کب
اے یار مجھہ سے یاری جو اب نہیں تو پھر کب

برسے ھے ابر رحمت، ساقی کدھر ھے مینا ؟
ھنگام بادہ خواری جو اب نہیں تو پھر کب

جاتا ھے وہ کہ جس سے تھا لطف زندگانی
آتی اجل ھماری جو اب نہیں تو پھر کب

دل سا گُہر تو میرا گم اے 'بیاں' ھوا ھے
ھوئیے مجکو بے قراری جو اب نہیں تو پھر کب

تو تو ساقی جام ترسا کر پلاتا تھا مجھے
یار کی انکھوں نے مجکو کر دیا یک بار مست

کیا کہوں کیا کیا امنگیں دل میں آتی ھیں، بیان،
جب نظر آتا ھے تنہا مجکو وہ میخوار مست

قید میں رکھا ھے کیوں اُس کو سلاطینوں کی طرح
کب دوانے نے فلک مانگا ھے تجھہ سے تاج و تخت

پوچھتا کون ہے ڈرتا ہے تو اے یار عبث
قتل کرنے سے مرے ہے تجھے انکار عبث
کیا مری آنکھہ عدم بیچ لگی تھی اے چرخ
کیا اُس خواب سے تو نے مجھے بیدار عبث

مشت غبار کو مری وہاں ہوئے کیا پہنچ
جس کی گلی میں رکھتی نہ ہووے صبا پہنچ
کہتا نہیں میں عرش پر اے آہ جا پہنچ
کانوں فلک بہتوں کے تو اے نارسا پہنچ
آتے ہیں ہے پاس مرگ کے پیغام ہجر میں
تو اے نوید وصل شتابی سے آ پہنچ
اے بیخبر 'بیاں' کا عجب حال آج ہے
جاتا ہے اس کے پاس تو جلدی سے جا پہنچ

ہزار حیف یہ گلچیں رکھے ہے پا گستاخ
یہ وہ چمن ہے کہ جس میں نہیں صبا گستاخ
وو شوخ مجھہ سے ہی تنہا نہیں ہوا گستاخ
ہمیشہ عشق کی خدمت میں حسن تھا گستاخ
کہاں یہ ہات مرا اور کہاں وو دامن پاک
تمہارے لطف و کرم نے مجھے کیا گستاخ

گر شہید عشق کے مرنے کی لذت کا نشاں
خضر کو ملتا تو لگتا زندگی کا نام تلخ
جیوں گوارا ہو گزک کے سات مستوں کو شراب
سات بوسے کے نہیں لگتی تری دشنام تلخ

یہ آرزو ہے کہ وہ نامہ بر سے نے کاغذ
بلا سے پہاڑ کے پہر هاتھہ میں ملے کاغذ
وہ کون دن ہے کہ غیروں کو خط نہیں لکھتا
قلم کے تن* کو لگے آگ اور جلے کاغذ
پیام بر مجھے ایسا کوئی نہیں ملتا
کہ حیلہ جو سے موے لئے ھی گر ملے کاغذ

اس قدر تو ہے بھروسا مجکو اپنی آہ پر
نہ فلک لیجے اُٹھا یک نالۂ جانکاہ پر
عرش تک جاتی تھی یا لب تک بھی آسکتی نہیں
رحم آتا ہے 'بیاں' اب مجکو اپنی آہ پر

نکلے ہے لالہ خاک کے نیچے سے سرخ سرخ
رنگیں ہوا شہیدوں کے خوں میں نہاں نہاں

صاف منہ پر میں نہیں کہتا کہ ہوگا اُس کے پاس
ورنہ کیا واقف نہیں میں' دل ہے میرا جس کے پاس

کہنا تو صاف موں پہ مروت سے دور ہے
آوے گا ایک روز مرا جان کام خط

جیوں پتنگوں کے جلانے کا سبب ہوتی ہے شمع
توں اُنہوں کے غم میں اپنا جان بھی کھوتی ہے شمع

جو نہ ہوے اس شمع رو کے عشق کا سینے میں داغ
کون مجھہ بے کس کی تربت پر کرے روشن چراغ

(ن) * بن

جان کر معنی کسی کے شعر میں باندھے نہیں
صاحب خرمن کو کب ہے خوشہ چینی کا دماغ
عرض لیتا ہم زبانوں کے سلیقے کا 'بیان'
اس دل ناداں کے شیون سے اگر پاتا فراغ

آتا ہے جی کو دیکھہ کے جوش بہار حیف
اے عندلیب تو ہے قفس میں' ہزار حیف
یاں تک ہوں خستہ حال کہ دیکھے ہے جو مجھے
نکلے ہے اُس کے منہ ستی بے اختیار حیف
میں بس کہ خاک میں ترے کوچے کی مل گیا
تس پر بھی تیرے دل میں ہے مجھہ سے غبار حیف

ہوئی آہ اب اس قدر نارسا
کہ سینے سے آتی نہیں لب تلک
نپٹ ہی 'بیاں' کا برا حال ہے
تغافل ارے بے خبر کب تلک
یہی دن ہے' ملنا ہے تو اس سے مل
کہ جیتا نہیں آج کی شب تلک

ادب سے یار کے دل میں نفس خوں ہوگیا میرا
یہ بلبل ناتواں آخر قفس میں ہی ہوا بسمل
تڑپھنے کے تماشے کی ہوس باقی ہے قاتل کو
موا جاتا ہے کیوں اتنا تک ایک توں پر ہلا بسمل
نکل سکتا نہیں ہے شکر کے عہدے سے قاتل کے
'بیاں'، کس مونہہ سے مانگے اُس سے اپنا خونبہا بسمل

میر عبدالوهاب "بیکل"

شاعر شکر مقال و طوطی خوش خیال است - اکثر گاه در دولت خانۂ حضرت میر صاحب قبلہ مد ظلہ العالی و بچنین بر تذکرۂ بے نظیر باشارۂ میر ترتیب می دارد - با راقم سطور اتفاق ملاقات می افتد، خیلے صاحب فطانت بنظر رسید - در شعر فارسی 'افتخار' و در مرثیہ 'ماتمی' تخلص می کند - مشاطۂ قلمش زلف سخن را چنیں تاب می دهد -

عکس رخسار یار گل رو سے　　آئینہ چشمۂ گلاب ہوا

فتح علی خاں در تذکرۂ خود ایں اشعار می نویسد -

مرا دل گلرخوں نے سات لے گئے
حنا کے رنگ ہاتھوں ہات لے گئے
تری زلفوں نے کئی کئی پیچ سکھلا
دل 'بیکل' کو راتوں رات لے گئے

سرو کو رتبہ ترے آگے نہیں اے سبز پوش
ایک تجھہ بازار خوبی کا ہے وو سوزی فروش
نین سیں دل کا رتبہ ہے بوا تجھہ رو پرستی میں
کہ دل حافظ ہے اس مصحف کا آنکھیں ناظرہ خواں ہیں
تری آنکھوں کی کیفیت نے کھویا ہوش عالم کا
دوانوں کو کہے کیا کوئی متوالے ہیں متوالے

تیرے ابرو کی تیغ ہے بازهیل　　جس کو لگتی ہے خوب لگتی ہے

آخر یہ دل کسی کا گرفتار ہوئے گا
یارب لگے کسو تو سجے آشنا کے ہات

لالہ جے کشن "بے جان"

تخلص - طوطی شیریں زبان و بلبل ہزار داستان است - مشق سخن ریختہ بخدمت شاہ 'سراج' می نمود' و گرہ کاکل معانی از شانۂ فکر رسا میکشود - روزے شاہ 'سراج' با فقیر نقل می کرد کہ" 'جے کشن' محمل سفر لشکر نواب صلابت جنگ بہادر ادام اللہ اقبالہ کہ قریب الجوار اورنگ آباد بود' بر بست' و از فقیر مستدعی رخصت شد' و ریختہ کہ تازہ گفتہ بود بر خواند' ہر جا کہ حک و اصلاح بخاطر رسید' نمودہ شد' مقطع آں ریختہ ایں بود —

تری یاد کمر سے یوں عدم سوں مل گیا 'بے جان'
کہ قالب بھی نپاوے گر کوئی اُس کا کفن کھولے

الحاصل رخصت گشت و برفت' و باز کسے نشانش نیافت"
انتہی مقالہ - آرے 'بے جان' بود بے قالب ہم شد - از مطالعۂ ایں چند اشعار 'بے جان' جانے تازہ می آمد —

یار مہندی بھرے ہاتھوں سے اگر ہوئے طبیب
شاخ نبض دل بیمار سے مرجاں ہوئے

قید میں عاشق اگر یاد کرے گل رو کو
وہاں کے زنجیر کے دانے سے گلستاں ہوئے

نگہ کی جوت بجلی کی نین سیتی نمایاں ہے
اندھاری رات میں بجلی بھی چمکے ہے خدا حافظ

باغ میں کرے نرگس عرض حال اگر اپنا
آنکھ کی اشارت سے تب جواب دیتا ہے

کیوں نہ حاصل ہوئے خوشی جگ میں
دل ' بے جاں ' میں جان آیا ہے

حیف کہ شعر بہ شگون معاً اثر کرد و ایں شجر اصلاً ثمر مراد بر نیاورد —

پروانہ شاہ " پروانہ "

تخلص - مرید و تلمیذ شاہ ' سراج ' است - فکر سخن ریختہ می‌کند ۰ و تا حالت تحریر در 'احمد نگر' میگزراند —

میں روتا ہوں لب خاموش اے سبزان ہند اب لگ
جہاں برسات آیا لال کو تپ ریز لازم ہے
تری سرمہ بھری آنکھوں سے' میری چشم گریاں سے
رکھے حق امن میں اس طوطیا اور ایسے طوفاں سے

میر نوازش خان " بھید "

تخلص - ریختہ را ہموار می گوید و در اشعار فارسی عالی فکر می کند - شعرش شستہ ' و فکرش بر جستہ است - تا حالت تحریر در 'اورنگ‌آباد' تشریف می دارد —

دیکھی صبا نے شاید گلرو کا مسکرانا
سیکھی ہے اُن لباں سے گل رو کے' گل کھلانا

دیکھا ہے دل نے جب سے بادام اُس نین کا
ہر صبح و شام کرتا شکرانے کا دوگانا

از سر کوے تو جاناں! مجھے جانا مشکل
جاؤں تو خود سے، مگر جان پھر آنا مشکل

چڑھا کس مرتبہ پر جگ میں منصور
یہ ملک عشق کی سرداریاں ہیں

کڑکنا تم یہ بجلی کا نہ سمجھو
جنوں کے شوق کی گل کاریاں ہیں

تمامی عمر دل بیکل رہا ہے
بچارہ دوکھوں میں ہی پل رہا ہے
مرے اس داغ دل کو دیکھ لالہ
دل اوپر داغ دے جل جل رہا ہے

میاں حکم الدین خان " پنچھی "

شاعر ریختہ گو و باشندۂ بلگرام است طبع نظم میدارد - پیشتر ' عاجز ' تخلص می نمود ' چون شہرۂ عارف الدین خان ' عاجز ' شنید ' موقوف کردہ ' پنچھی ' قرار داد - الحال در حیدرآباد میگذراند - باراقم سطور ملاقات مستوفی رو نمود' خیلے محظوظ شد' و چند اوراق اشعار طبع زاد خود بہ فقیر ارزانی داشت - ایں چند بیت ازاں اوراق چیدہ نوشتہ میشود—

کفر و اسلام کی کچھ بات نہ پوچھو ہمسے
بت عیار کو ہم اپنا خدا کہتے ہیں

دو پہر نالۂ و فریاد کیا ہم نے چند
پر کنھوں نے نہیں پوچھا کہ یہ کیا کہتے ہیں

اس قدر ناداں نہیں ہوں میں کہ دل باتوں میں دوں
عمر گذری اے سجن تم ہی سے عیاروں کے بیچ

ابرو کماں چڑھا کے، کرتے ہو بات اکڑ کے
جی تو لیا ہمارا، اب کیا کرو گے لڑ کے
شاید کہ آج آوے 'پنجھی' ترا تماشا
پھڑکے ہے آنکھ ہر دم دل کو لگے ہیں دھڑکے

صنم بنا تو خدائی کا تجکو کیا نہ ہوا
ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہ ہوا

کہاں آتا ہے رحم اس کو ستم کا جو مزا جانے
مرے کوئی جیے، صیاد ظالم کی بلا جانے
چھپی نہیں ہے حقیقت داغ دل میرے کی گلشن میں
وو لالہ جانتا ہے باغباں جانے صبا جانے
بتنگ آیا ہے ایسی قید کے جینے سے جی میرا
قفس میں کب تلک قسمت ہماری ہے خدا جانے

قیامت ہے ترا گھونگت کے اوٹوں میں اٹک جانا
ملا انکھیاں سوں انکھیاں مسکرا ہنسکر مٹک جانا
نین! تم سے چلی ہے ناز کی یہ طرح دنیا میں
کہ دکھلا دور سے جھلکی نہ ملنا اور تھٹک جانا

محمد پناہ "پناہ"

تخلص - فکر شعر فارسی و ریختہ بہ تفنن می کند و گاھے از ملاقات سرور افزاے خاطر حزین می شود —

تری دو زلف سیہ کی قسم ھے اے دلبر
علاج جلد مرا کر لڑا ھے کالا ناگ

حسن کے دریا میں تیرے حلقۂ در کی قسم
ماھی دل کو مرے یہ زلف جالا ھوگیا

میر محمد میر "بندہ"

تخلص - مرد خوب است - اکثر مثنوی ھا بزبان ریختہ در مدائح ارباب دول تصنیف ساختہ، با فقیر ربط اخلاص می دارد - پیشتر تخلص خود 'میر' قرار دادہ بود، گفتم کہ میر محمد تقی 'میر' و میر محمد 'میر' ھمنام شما در ھندوستان اند، اشتراک تخلص خوب نیست، چہ جاے اشتراک نام و تخلص - آخر سخن بندہ قبول کردہ 'بندہ' تخلص خود مقرر ساخت، ازوست —

سرو شمشاد ھوگئے حیران
جب چمن میں ترا خرام ھوا

محمد حسین "بیخود" راست

ترا کیفی ھوں صہبا کی قسم ھے
جگر پُر خوں ھے مینا کی قسم ھے

محمد "برہان" را ست

چیرۂ کج کو جب بندھا دے بل
ملک دل بیچ پڑگئی کھل بل
اپنے 'برہان' کی طرف پیارے
لطف سیں مہر سیں کرم سیں چل

" بیچارہ" راست

میر محمد تقی 'میر' می نویسد -

پی سے جدا ہونا نہ تھا' چاہا خدا کا یوں ہوا
جز صبر کچھہ چارا نہیں 'بیچارہ' ہو رہنا پڑا

میر یوسف خان "بسمل"

تخلص - ہمراہ مبارز خاں بود' یار صحبت دلاور خاں نصرت است - ودیعت حیات نمود از اولاد واقر باے او در قلعۂ فرخ نگر به تقریب خدمت قلعہ داری آنجا اقامت دارند فکر شعر میکرد ازوست (ہندی شعر درج نہیں ہے 'تحفۃالشعراء') —

—— ✻ ——

باب الجیم

خان زادہ شیرافگن خاں- میاں" جُگّن "

مذاق سخن گوئی خوب می دارد - زاد گاهش خطۂ هندوستان جنت نشان است - میر محمد تقی 'میر' در نکات الشعراء می نویسد—

اس دل مریض عشق کو آزار هی بھلا
چنگا هو تو ستم ہے یہ بیمار هی بھلا

میر شیر علی " جرأت "

بلبل هزار داستان سخن وری است - فتح علی خان می گوید که " 'جرأت' دل بستۂ سهی قدان و زندانیء حسن نیکو طلعتان بود - تحصیل کتب متداوله نموده ' شعر را کم می گفت و اگرمی گفت کم ترمی خواند' چه مطمح نظرش اکثر این بود که شعر می باید آمدنی باشد نه آوردنی - به فقیر اکثر ملاقات مي کرد " - انتهی - الحاصل خوش گوے است - و شعر خوبے دارد ' این چند ابیات فتح علی خان می طرازد —

سنگ طفلاں دیکھکر کھاتے همیں بولا یہ قیس
یہ دوانا کس طرح کھاتا ہے پتھر واچھر ے

کیا اُس کے بیاباں کو اُس ابر کی پروا ہے
گریہ ستی مجنوں کے تر دامن صحرا ہے

نہ اپنے چھوٹنے کی کس طرح تدبیر میں رہئے
بہار آئی ہے کیونکر خانۂ زنجیر میں رہئے

دماغ گل پریشاں ان ترے نالوں سے ہوتا ہے
نہ کراتنا بھی اے بلبل تو فریاد و فغاں چپ رہ

جعفر " زٹلی "

مردے دریدہ دہن و شوخ مزاج بودہ است، چنانچہ انداز شوخیش از کلامش ہویدا می شود - و پایۂ مزاج عالیش در اسم او پیدا می گردد - اشعارش عالم گیرو مستغنی از تحریر است ، مضامین صاف روز مرۂ او اکثر بہم میر سند - محمد اعظم شاہ بادشاہ می گفت کہ اگر ' جعفر ' را ' زٹل' نبودے، ملک الشعرا بودے ۔ حاشا کہ طرز روز مرۂ او طرز علیحدہ می دارد وچہ جولانی می نماید خود را بجاے از اسم ' زٹلی ' یاد کردہ مي گوید —

کشتی ' جعفر زٹلی ؛ در بھنور افتادہ است
ڈبکو ڈبکو می کند از یک توجہ پار کن

در ' زٹلی نامۂ ' خود می گوید کہ —

رہی دھاک اورنگ شاہ ولی   در اقلیم دکھن پڑی کھلبلی
دریں پیر سالي و ضعف بدن   مچا ہی دیا چوکڑی در دکھن

در حق شهر بیجاپور می فرماید —

عجب روپ این شهر بیجا پر است
که هر برج او مثل بھیڈسا سر است
عجب قلعۂ دیدہ شد بے لگاؤ
که انگشت را نیست بروے تکاؤ

می گویند که هر گاه ' جعفر ' را چیزے درکار میشد بنام هر امیرے که می خواست دوبیت تعریف نوشته می فرستاد۔ اگر او عمل برآن فرموده چیزے عنایت کرد خیر ' ورنه در هجو او دفاتر سیاه می نمود - متصدیان و اهل خدمات چه بلکه ظل سبحانی از آتش زبانی او مثل بید میلرزیدند (نقلست) که روزے درخانۂ امرے رفت وفرد احوال خود نوشته گذرانید' او چندان ملتفت نشد' بلکه باستکراه فرد را واپس داد - جعفر آن فرد روبروے آن امیر پاره کرده بیرون آمد - حضار مجلس امیر را ازحال 'جعفر' آگاه کردند و از مزاج او اطلاع دادند-امیر رابعد اصغاے این کلمات بدلے هولے پیدا شد' وجعفر رااز اثناے راه طلبیداشت و معذرت نمود که هیہات قدر او نشنا ختم - ' جعفر' در جواب گفت چه مضایقه' تقصیر ملازمان سامی نیست من پیشی بدادم حضرت پس بدادند من چاک نمودم - الحا صل امیر باین کلمۂ مزید اکتفا غنیمت پنداشته بوجه معقول رخصت نمود - نیز میگویند که ' مہا سنگ' نام محررے بجہة حظ دنیوی وتحریص در کار 'جعفر' قصور کرد و خواهان تحریر خود شد ' جعفر بر پشت نوشته فرستاد —

مہا سنگ جی تم بڑے ڈھنگ ہو
کرو پنکھیا بیل کے سینگ ہو
وایں چوک جیوں غوک رکھتے رہو
ککوڑوں مکوڑوں کو چکھتے رہو
نظر مت کرو سات اور پانچ پر
مبادا کہ زور آپڑے کانچ پر

روزے سجع محمد اشرف نام باین طریق گفته بود که؛ ع

محمد اشرف پیغمبران است

سیگویند که محمد اشرف مزکور التفات نکرد و تحسین بشعر جعفر نه نمود ، جعفر رنجیدہ این مصراع بداهةً گفت؛ ع

نه این اشرف که مردود زمان است

در حق خود می گوید و حرف حق بزبان می آرد — رباعی

جعفر زٹلی از لب تو ... ت بهتر است
در آبداری سخنت موت بهتر است
در حق بندگان خدا انچه گفتهٔ
لاحول می‌کنم که زٹو بهوت بهتر است

وقائع و رقعاتش مشهور آفاق است ، این یک بیت بنا بر ضابطه بقلم می آید -

زرداری و یک پیسه دهی در ره مولی
از حضرت حق اجر به پهسلوّه نباشد

باب الدال

محمد فقیه ''درد مند''

از تلامذۂ میرزا 'مظہر' سلمہ اللہ تعالیٰ' در سخن رتبۂ بلند و پایہ ارجمند میدارد۔ اشعار فارسیش بین الجمہور مشہور است۔ میر صاحب 'آزاد' مد ظلہ اللہ تعالی در ترجمۂ 'درد مند' می طرازد'' کہ مولد فقیہ صاحب اودگیر از توابع محمد آباد بیدر است' در صغر سن ہمراہ والد خود مطابق سنۃ ست و ثلثین و مائۃ و الف از دکن بدارلخلافۃ شاہجہاں آباد رسید و در ظل عاطفت شاہ ولی اللہ نبیرۂ شاہ گل متخلص بہ''وحدت'' سرہندی قدس اللہ اسرارھما جا گرفت' و بہ تہذیب اخلاق و تحصیل حیثیات مشغول گردید' بعد چندے والد او رخت زندگانی بربست' میرزا جان جاں 'مظہر' سلمہ اللہ تعالیٰ او را در سایۂ شفقت خود گرفت و بہ ہمین عنایت و تربیت ایشاں مجموعۂ کمالات شد و در فن سخن رتبۂ شایستہ بہم رسانید۔ و میرزا در حق او گوید —

'مظہر' مباش غافل از احوال 'درد مند'

لعلے ست این کہ در گرہ روزگار نیست

انتہی۔ ساقی نامۂ او طرفہ صفاے و نمکے می دارد' این چند بیت ازو در خور حوصلۂ خود انتخاب دادہ التقاط یافت —

اے ساقی اے جان فصل بہار
یہی تھا ہمارا و تیرا قرار
ہماری بِسرنین* کی یہ فصل ہے
فراموش کرنے کی یہ فصل ہے
کہ میں جاں بلب ہوں پیالے کی طرح
لگی ہے مجھے آگ لالے کی طرح
ادا سے اچکنے کی تجکو قسم
نشے سے بہکنے کی تجکو قسم
تجھے وعدہ کر بھول جانے کی سوں
تجھے اپنے سوگند کھانے کی سوں
جو تو نے کیا مے کو مجھہ پر حرام
تو اتنا کر اے ظالموں کے امام
کہ اس سرکشی سیں نہ کر پائمال
مرے خوں کو مے کی طرح کر حلال
تری جان کی سوں غنیمت ہوں میں
سلیقوں میں پیارے قیامت ہوں میں
مرا عقل میں کوئی انباز ہے
ارسطو مرا اک دوا ساز ہے
نظر کو کرو تک چمن کی طرف
شگوفے کو مستی سے آیا ہے کف

---

* بِسرنے ۔

چمن میں بھرا ہے نشہ یہاں تلک
کہ نرگس کی جاتی ہے گردن ڈھلک
ہوا گرم جوشی کا ازبس رواج
دل اس طرح پگھلا ہے پھولوں کا آج
کہ سکتے ہیں دھو داغ لالے تئیں
جیسے دُرد قہوے کی پیالے تئیں
عزیزاں! تغافل کا ہے کام نہیں
مگر تم کو گل سات کچھہ کام نہیں
یہ دن کچھہ غنیمت نہیں جانتے
مری عرض یارو نہیں مانتے
ارے ظالمو! مفت ہے یہ بہار
کہاں یہ نشہ پھر کہاں یہ خمار
نپٹ نفس بر آب ہے یہ جہاں
تک یک آن میں ہم کہاں، تم کہاں
اسیری کے ایام کیا خوب تھے
خصوصاً مرے دل کو مرغوب تھے

مصرعۂ اجزاے این بیت خلاف روز مرۂ ہندوستان است و از جدا خواندن این بیت درین ولا خود ثابت می شود -

ارے زاہدو منکروں کے امام
ارے آب انگور تجھہ پر حرام
کہاں جانتا ہے تو اسرار مے
نکر بیوقوفی سے انکار مے

یہ وو آب ھے جس سے آتش ڈرے
ھزار الاماں جس سے دوزخ کرے
جو کوئی شخص پانی سے بیزار ھے
یقیں ھے کہ آگ اُس کو درکار ھے
یہ محشر کے دن تیرے شانے سے ریش
بلا ے سیہ ھو کے آوے گی پیش
جلاویں گے روز قیامت کے تئیں
یہ مسواک سے تیرے قامت کے تئیں
ستانا ترا ان سے کیا دور ھے
کہ سب طرح سے مست مغرور ھے
ارے مطرب اے دردمندوں کی جان!
کبھوں تو کہا بےنواؤں کا مان
تغافل کے ھاتھوں سے طنبور وار
گریباں کو میرے نہ کر تار تار
لگی ھے مجھے پیاس اب آگ کی
گلوگیر ھے تشنگی راگ کی
نہ چھوڑ اس طرح پیاس کے حال میں
ڈبو دے مجھے راگ کے تال میں

پڑا آج کی رات یوں اتفاق کہ سب ھوگئے جمع اھل نفاق

شب خوں کو لشکر کہ خواب پر
سبھی جا کے بیٹھے لب آب پر
مرا جی گیا ڈوب مہتاب دیکھہ
جیسے مرگی والے کا جی آب دیکھہ

عداوت کي کب چاند سیں تھی اُمید
و لیکن ہوا مجکو معلوم بھید
کہ واقع ہوے ہم سیں از بس گناہ
کئے نامہ کی طرح چہرے سیاہ
ہوے سب طرح مستحق عتاب
تو لازم ہوئی اب نزول عذاب
و لیکن خدا بھیجتا تھا سدا
مناسب ہر یک قوم کے یک بلا
نبی کی ہوئی بسکہ حرمت ضرور
ہوا تس کی امت پہ طوفان نور

اشعار ریختۂ او بجز این دوسہ بیت کہ در تذکرۂ فتح‌علي خان ثبت بود، بنظر نرسید - این است — (رباعی)

کہسار میں جا گر اہے ناحق کے تئیں
پرویز سے جا بھڑا ہے ناحق کے تئیں
کوئی ٹکڑ پہاڑ سے لیتا ہے
فرہاد کا سر پھرا ہے ناحق کے تئیں

ہے غم سے رقیبوں کے مرا دل نا شاد
اِس دھڑکے سے جاتے ہیں سبھی عیش بباد
پرویز کے شیشہ خانۂ عشرت پر
سنگ آیا، ولیک سخت آیا فرہاد

فضل علی " دانا "

ریزہ چین مائدۂ شیخ شرف‌الدین ' مضمون' است ' و طبع بلندش موزون - این ابیات از هر دو تذکرہ می آرد :—

نہ چاٹے خون کو جس روز مہرے' اُس کو فاقہ ھے
رگ گردن سے میری اُس کے خنجر کو علاقہ ھے

دل میں ھر ایک کے سودا ھے خریداری کا
یوسف مصر مگر تو ھی ھے اے یار عزیز

بھر صورت خدا کو دیکھنا عنوان ھے میرا
یہی توحید میں مصرع سر دیوان ھے میرا

خواجہ میر " درد "

تخلص - سخن اش درد آمیز ' و شعرش شور انگیز است - میر محمد تقی ' میر ' در ' نکات‌الشعرا ' احوالش بہ طمطراق می نویسد - شاہ عبدالحکیم ' حاکم' تخلص سلمہ اللہ تعالیٰ در تذکرۂ ' مردم دیدہ ' بترجمۂ خواجہ میر ' درد' می طرازد و عبارت سراج‌الدین علی خان 'آرزو' کہ در تذکرۂ 'مجمع النفائس' تالیف خود نوشتہ تحریر ساختہ- فقیر ہم هر دو ترجمہ را در این‌جا الحاق می نماید - خان' آرزو ' گوید کہ " خواجہ میر ' درد ' تخلص پسر جناب عرفان مآب خواجہ محمد ' ناصر ' است - سلسہ ر بہ سلسلۂ آبائے او بلا شبہہ بحضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند قدس سرہ ' میرسد - از بزرگی و کمال او چہ توان نوشت ' علی الخصوص والد بزرگوار او خواجہ محمد ' ناصر' کہ امروز شمس فلک ھدایت است - الغرض خواجہ میر 'درد' جوانے است خیلے

صاحب فہم وذکا ، با شعر ربط بسیار دارد ، سیّماً ازریختہ‌کہ الحال‌در ہندوستان رواج دارد - فارسی ہم‌خوب می گوید ، چہ بسیار بمذاق آشنا است ، بالقوہ اش انچہ در یافتہ می‌شود اگر بفعل آید ، انشاء اللہ تعالیٰ ازجملۂ آنہامی شود کہ در فن‌تصوف نامند بزبان فارسی-رباعی اکثرمی‌گوید وخوب می گوید- و باین عاجز ربط خاص‌دارد و خیلے شفقت براحوال این‌عاجز می نماید " - انتہی کلا مہ - شاہ عبدالحکم ' حاکم ' می گوید کہ " این 'عزیز بزرگ عالی دود مان را فقیر مکرر بخانۂ‌خان 'آرزو' روز مراختہ یعنے صحبت ریختہ گویان ہندی کہ در پانزدہم ہر ماہی مقرر بود ' دیدہ ام - بسیار خلیق و متواضع ' صاحب معنی بہ نظر درآمد ' و بروزن مثنوی رباعیہاے مودانہ خوب خوب می‌گوید ' واشعار فارسیش کہ‌خان ' آرزو ' نوشتہ خالی‌ازتلاش معانی نیست " -بطرف میر صاحب 'آزاد 'سلمہ‌اللہ‌تعالیٰ شنیدہ کہ 'میر 'درد' سال‌گزشتہ‌درہرماہوار*رسیدہ‌بارادۂ(شعائرحج)برخواست 'لاکن فقیر آن بزرگ را درجہاز و ہم درکعبہ شریف ندیدہ ' شاید برسال آیندہ موقوف داشتہ باشد ' ہر جا کہ باشد سلامت باشد " - انتہی - خدا کندکہ خواجہ‌میر 'درد ' واگذر برین شہر افتہ ' و ازین احقر ملاقات‌رو دہد کہ ملاقات مثل این کسان ازجملۂ عبادات است - الحاصل خواجہ میر ' درد' صاحب تلاش مضامین رنگین است ' این چند اشعار آبدار کہ در ہر دو تذکرہ تحریر اند ' دل نظارگیان را دردے می بخشند —

---

* غالباً صحیح "در برہان پور" ہوگا —

مژگاں تر هوں یا رگ تاک بریدہ هوں
جو کچھه کہو سو هوں غرض آفت رسیدہ هوں

شعرائے خجستہ بنیاد این مصراع آخری را مسخ نمودہ چنین قرار دادہ اند (ع) :

القصہ هوں سو هوں غرض الفت رسیدہ هوں

و بعضے موروثان* آن تمام مصرع را بحال داشتہ بجاے 'آفت' 'الفت' اصلاح دادہ اند —

اکسیر پر مہوس اتنا نہ ناز کرنا
ھے کیمیا سے بہتر دل کا گداز کرنا
هم جانتے نہیں هیں اے 'درد' کیا ھے کعبہ
جیدھر پھریں وو ابرو اودھر نماز کرنا

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا
تو هی آیا نظر جدھر دیکھا
جان سے هوگئے بدن خالی
جس طرف تونیں آنکھه بھر دیکھا
نالہ، فریاد، آہ اور زاری
آپ سے هوسکا سو کر دیکھا
اُن لبوں نے نہ کی مسیحائی
هم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

جگ میں کوئی نہ تک هنسا هوگا
کہ نہ هنسنے میں رو دیا هوگا

* مراسي

دیکھئے غم سے اب کے جیو مرا
نہ بچے گا، بچے گا کیا ہوگا

دل کے پھر زخم تازہ ہوتے ہیں
کہیں غنچہ کوئی کھلا ہوگا

قتل میرے سے وہ جو باز رہا
کسی بدخواہ نے کہا ہوگا

دل بھی اے 'درد' قطرۂ خوں تھا
آنسوؤں میں کہیں گرا ہوگا

کبھو خوش بھی کیا ہے جیو کسی رند شرابی کا
بھڑا دے منہ سے منہ ساقی ہمارا اور گلابی کا

بجھے شعلے بھی کتنے، کتنی ہی موجیں مٹیں یارب
کبھو دل کی بھی ہوگا کام آخر اضطرابی کا

شرار و برق کی سی بھی نہیں یہاں فرصت ہستی
دیا ہم کو فلک نے* کام جو کچھ تھا شتابی کا

زمانے کی نہ دیکھی جرعہ ریزی 'درد' کچھ تونیں
ملایا مثل مینا خاک میں خوں ہر شرابی کا

عاشق بیدل ترا یہاں تک تو جیو سے سیر تھا
زندگی کا اُس کو جو دم تھا دم شمشیر تھا

کی تو تھی تاثیر آہ آتشیں نے اُس کو بھی
جب فلک پہنچے ہی پہنچے خاک کا یہاں ڈھیر تھا

---

* (ب) فلک نے ہم کو سونپا

حرص کرواتی ہے روبہ بازیاں سب، ورنہ یہاں
اپنے اپنے بوریے پر جو گدا تھا، شہ تھا
شیخ کعبہ ہوکے پہنچا ہم کنشت دل میں ہو
'درد' منزل ایک تھی ٹک راہ کا ہی پھیر تھا

اگر یوں ہی یہ دل ستاتا رہے گا
تو یک دن مرا جیو ہی جاتا رہے گا
میں جاتا ہوں دل کو ترے پاس چھوڑے
مری یاد تجھ کو دلاتا رہے گا
خفا ہوکے اے 'درد' مر تو چلا تو
کہاں تک غم اپنا چھپاتا رہے گا

تو اپنے دل سے غیر کی الفت نہ کھو سکا
میں چاہوں اور کو تو یہ مجھ سے نہ ہو سکا
گو نالہ نارسا ہو، نہ ہو آہ میں اثر
میں نے تو در گذر نہ کی، جو مجھ سے ہو سکا
جیوں شمع روتے ہی گذری تمام عمر
تو بھی تو 'درد' داغ دل اپنا نہ دھو سکا

انداز وو ہی سمجھے مرے دل کی آہ کا
زخمی جو کوئی ہوا ہو کسی کی نگاہ کا
دل! اس مژہ سے رکھیو نہ تو چشم راستی
اے بے خبر برا ہے یہ فرقہ سپاہ کا
ہر چند فسق میں ہیں ہزاروں ہی لذتیں
لیکن عجب مزہ ہے فقط جیو کی چاہ کا

شاہ و گدا سے اپنے تئیں کام کچھ نہیں
نہ تاج کی ہوس نہ ارادہ کلاہ کا

تو ہی نہ اگر ملا کرے گا
عاشق پھر جیو کے کیا کرے گا
اپنی آنکھوں میں اُس کے تئیں دیکھوں
ایسا بھی کبھی خدا کرے گا

کھینچے ہے دور آپ کو میری فروتنی
اُفتادہ ہوں پہ سایۂ قد کشیدہ ہوں
ہر شام مثل شام ہوں میں تیرہ روزگار
ہر صبح مثل صبح گریباں دریدہ ہوں
یہ چاہتی ہے اب طپش دل کہ بعد مرگ
کنج مزار میں بھی نہ میں آرمیدہ ہوں
اے 'درد' جا چکا ہے مرا کام ضبط سے
میں غم زدہ تو قطرۂ اشک چکیدہ ہوں

نہ ملئے یار سے تو دل کو کب آرام ہوتا ہے
وگر ملئے تو مشکل ہے کہ وہ بدنام ہوتا ہے
یہ حسن و عشق مل سمجھیں گے یا آپس میں خوں ہوگا
پر ان دونوں کے اُلجھیڑے میں میرا کام ہوتا ہے

نے خانۂ خدا ہے' نہ ہے یہ بتاں کا گھر
رہتا ہے کون اس دل خانہ خراب میں
میں اور مجھ سے ' درد ' خریداری بتاں
ہے ایک دل بساط میں سو کس حساب میں

ھم کس ھوس کی تجھہ سے فلک جست و جو کریں
دل ھی نہیں رھا ھے جو کچھہ آرزو کریں

مت جائیں ایک دم میں یہ کثرت نمائیاں
گر آئینے کے سامنے ھم آ کے ھو کریں

تر دامنی پہ شیخ ! ھماری نجا، ابھی
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

ھے اپنی یہ صلاح کہ سب زاھدان شہر
اے 'درد' آ کے بیعت دست سبو کریں

اُن نے کیا تھا یاد مجھے بھول کر کہیں
پاتا نہیں ھوں تب سے میں اپنی خبر کہیں

آ جائے ایسے جینے سے اپنا تو جی بتنگ
جیتا رھیگا کب تلک اے خضر مر کہیں

مدت تلک جہان میں ھنستے پھرا کئے
جیو میں ھے خوب روئیے اب بیٹھہ کر کہیں

پھرتے تو ھو بنا کے سج اپنی جدھر تدھر
لگ جا وے دیکھیو نہ کسی کی نظر کہیں

دل تھا تو سو وو بھی ھو ھی چکا صرف داغ سب
بہتا پھرے ھے خوں میں کہیں کا جگر کہیں

پوچھا میں 'درد' سے کہ بتا تو سہی مجھے
اے خانماں خراب ترا بھی ھے گھر کہیں

کہنے لگا مکان معین فقیر کو
لازم ھے کیا کہ ایک ھی جاگہ ھو ھر کہیں

" درویش ہر کجا کہ شب آمد سراے اوست"
تو نے سنا نہیں ہے یہ مصرع مگر کہیں

مست ہوں پیر مغاں کیا مجکو فرماتا ہے تو
پاے بوس خم کروں ' یا دست بوسی سبو
ٹال دینا اُس کو نت ہر طرح جیوں قبلہ‌نما
پھر مجھے پھر پھر کے آ رہنا اُسی کے روبرو

اپنے بندوں پہ جو کچھہ چاہو سو بیداد کرو
یہ نہ آ جاے کہیں جی میں کہ آزاد کرو

ربط ہے ناز بتاں کو تو مری جان کے ساتھہ
جی ہے وابستہ مرا اُن کی ہر ایک آن کے ساتھہ
اپنے ہاتھوں ہی سے میں زور کا دیوا نہ ہوں
رات دن کُشتی ہی رہتی ہے گریبان کے ساتھہ
گر مسیحا نفسی ہے یہی مطرب توخیر
جی ہی جاتے ہیں چلے تیری ہرایک تان کے ساتھہ

جی کی جی میں رہی کچھہ بات نہ ہونے پائی
ایک بھی اُس سے ملاقات نہ ہونے پائی
دید و وادید تو ہوئی دور سے میری اُس کی
پر جو میں چاہوں تھا وو بات نہ ہونے پائی
اُٹھہ چلے شیخ جی تم مجلس رنداں سے شتاب
ہم سے کچھہ خوب مدارات نہ ہونے پائی
جی میں مرکوز جو تھی آپ کی خدمت گاری
سو تو اے قبلۂ حاجات نہ ہونے پائی

فرصت زندگی بہت کم ہے
مغتنم ہے یہ دید جو دم ہے
دین و دنیا میں توہی ظاہر ہے
دونوں عالم کا ایک عالم ہے
اپنے نزدیک باغ میں تجھ بن
ہر شجر ہے سو نخل ماتم ہے
'درد' کا حال کچھ نہ پوچھو تم
وو ہی رونا ہے نت' وہی غم ہے

یارب سپہر اتنی تو اب در گزر کرے
کوئی خانماں خراب کسو دل میں گھر کرے

مرا جی ہے جب تک تری جستجو ہے
زباں جب تلک ہے یہی گفتگو ہے
تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا
تری آرزو ہے' اگر آرزو ہے
غنیمت ہے یہ دید و وادید یاراں
جہاں آنکھ مندگئی نہ میں ہوں نہ تو ہے

روندے ہے نقش پا کی طرح خلق یہاں مجھے
اے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے
اے گل تو رخت باندھ اُٹھاؤں میں آشیاں
گل چیں تجھے نہ دیکھ سکے' باغباں مجھے
پہنچو تلے کا ہات ہے غفلت کے ہات دل
سنگ گراں ہوئی ہے یہ خواب گراں مجھے

آنکھوں کی راہ ہردم اب خون ہی رواں ہے
جوکچھہ ہےدل میں میرےسنہ پر مرے عیاں ہے
آہوں کی کش مکش میں کہیں دیکھیو نہ توٹے
تارنفس سے اے دل وابستہ میری جاں ہے
یہ راہ خاکساری سرسیں میں قطع کی ہے
نقش جبیں ہے میرا ' ہر نقش پا جہاں ہے
مت موت کی تمنا اے ' درد ' ہر گھڑی کر
دنیا کو دیکھہ تو سہی ' تُو تو ابھی جواں ہے

کب ترا دیوانہ آوے قید میں تدبیر سے
جیوں صدا نکلا ہی چاہے خانۂ زنجیر سے

' درد ' اپنےحال سے تجھے آگاہ کیا کرے
جو سانس بھی نہ لےسکے سو آہ کیا کرے
فرسودگی ہے رشتۂ تسبیح کا حصول
دل میں کسو کے آہ کوئی راہ کیا کرے
دل دے چکا ہوں اُس بت کافر کے ہات میں
اب میرے حق میں دیکھئے اللہ کیا کرے

گر خاک مری سرمۂ ابصار نہ ہووے
تو کوئی نظر قابل دیدار نہ ہووے
گذرے نہ ترے سامنے سے کوئی کہ وہ بھی
شیشے کی طرح دل کے نگہ پار نہ ہووے
دل ویسے ستم گار سے اظہار محبت!
ایسا کہیں پھر دیکھیو زنہار نہ ہووے

دل! ویسے ستم گار سے اظہار محبت
ایسا کہیں پھر دیکھیو زنہار نہ ہووے

دیکھ لوں گا میں اُسے دیکھئے مرتے مرتے
یا نکل جائے گا جی نالے ہی کرتے کرتے
لا گلابی دے مجھے ساقی کہ یہاں مجلس ہی
خالی ہوئی جاتی ہے پیمانہ ہی بھرتے بھرتے
'درد' جیوں نقش قدم تھا سر رہ پر اس کی
مٹ گیا اوروں کے ہی پاؤں کے دھرتے دھرتے

وحدت میں ہر طرف ترے جلوے دکھادیے
پردے تعیّنات کے جو تھے اُٹھا دیے
یارب تھے کیا خرام وہ' جن نے ایک آن میں
کتنے ہی مُردے حشر سے آگے جلا دیے
سیلاب اشک گرم نے اعضا مرے تمام
اے 'درد' کچھ بہا دیے اور کچھ جلادیے

اہل فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے
لوح مزار بھی مری چھاتی پہ سنگ ہے

فلک پر کون کہتا ہے گذر آہ سحر کرنا
جہاں جی چاہے وہاں جا' پر کسو دل میں اثر کرنا

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد سے آگے تو یہ دستور نہ تھا
رات محفل میں ترے حسن کے شعلے کے حضور
شمع کے منھ پہ جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا

محتسب! سنگ جفا سے ترے میخانے میں
کون سا دل تھا کہ شیشے کی طرح چور نہ تھا
باوجودیکہ پر و بال نہیں آدم کے
وہاں تو پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا
یار نے 'درد' سے ملنے کا برا کیوں مانا
اُس کو کچھہ اور بجز دید کے منظور نہ تھا

اے نور نظر ترا تصور تھا پیش قدم جدھر گئے ہم

کوہ کن سے نہ بول اے پرویز اُس کے تیشے کی یہاں زبان ھے تیز
ساقی! اب سب پکارتے ھوں گے تیرے ھاتھوں ستی بریز بریز

ھے غلط گر گمان میں کچھہ ھے تجھہ سوا ھی جہان میں کچھہ ھے
دل تو تیرا ھی رنگ سکھا ھے آن میں کچھہ ھے آن میں کچھہ ھے

نزع میں ھوں پہ وھی نالے کئے جاتا ھوں
مرتے مرتے بھی ترے غم کو لئے جاتا ھوں

'درد' اس جہاں کی دید کو مفت نظر سمجھہ
پھر دیکھنے کا نہیں تو اس عالم کو خواب میں

کوئی دم جو چپ رھا تھا' میں جانا کہ مرگیا
اے وائے 'درد' تو نے پھر اب نالہ سر کیا
ساقی! ھوائے ابر میں رو رو کے تجھہ بغیر
ایسا ھوا کبھی نہ کہ دامن نتھر گیا

کرم اللہ خان ''درد''

بلبلے است ہزار داستان' و طوطیے ست رطب البیان-
ھمشیر زادۂ امیر خان 'انجام' می شود' ایں اشعار از ھر دو

تذکرہ می نویسد : —

مرے سینے میں ہر یک سانس ہوکر پھانس کسکی ہے
خلش دل کا نکل جاوے تو کیا آرام ہوجاوے

عشق کی آگ لگی ہے مرے اب جان کے بیچ
شمع سا جل کے بجھوں گا ابھی ایک آن کے بیچ
میں دِوانا ہوں ترا، مجھ کو نہ مار اے ظالم
قتل مجنوں کا پڑھا ہے، کہوں قرآن کے بیچ
عقل اور ہوش گیا دیکھ کے غمزے کی فوج
ایک دل آ ڑکے رہا عشق کے میدان کے بیچ
یے وو آنکھیں ہیں جو دریا ستی لیتی تھیں خراج
اب تو نم بھی نہیں اِن دیدۂ گریاں کے بیچ
سامنے ہوتے ہی پھر نعش نہ پائی دل کی
بہہ گیا نوک سناں پر صف مژگاں کے بیچ
زخم دل ہونے دے ناسور، نہ کر اُس کا علاج
'درد' میں جو کہ مزا ہے نہیں درمان کے بیچ

میرزا داؤد "داؤد"

تخلص - شاعریست ادا بند و موجد خیالات ارجمند .
شکر بیانی از سخنش پیدا، و خوش‌الحانی از نامش ہویدا است .
در ریختہ اکثر تتبع 'ولی' می نماید و می گوید :—

. سند یو بس ہے تجھے مصرع 'ولی' 'داؤد'
کہ تجھ کو شور قیامت سے بے نیاز کیا

و نیز جاے می نویسد : —

کہتے ہیں سب اہل سخن اس شعر کو سن کر
تجھ طبع میں 'داؤد' 'ولی' کا اثر آیا

بزبانی مرزا جہاں اللہ "عشق" تخلص ' کہ حلف الصدق او می شود' معلوم شد کہ ' میرزا داود ' در سنۃ سبع و خمسین و مائۃ والف وفات یافت - راقم سطور می گوید ' تاریخ ' :—

بلبل گلزار معنی طوطی رنگین بیان
از غم آباد جہان بگذشت چون تیر از کمان
مصرع تاریخ فوتش گفت از من ھا تفے
کہ "برفتہ میرزا ' داؤد ' از فانی جہان"

دیوانش قریب پانصد بیت بنظر در آمد - این چند ابیات از و انتخاب یافت : —

عزیزاں ! خواب میں دیکھاھوں آج اُس سروقامت کو
ھوا معلوم وقت آیا ھے میری سر فرازی کا

مسند ھے اھل دل کو بساط زمیں کا فرش
ھے بے ریا کو بوئے ریا نقش بوریا

مجھے طومار لکھنا ھے وو زلف عنبریں مو کا
قلم کیوں نا کروں اے باغباں اب شاخ شبو کا

قانون شفا نطق میں ھے یار کے موجود
اے دل نہ ھو محتاج طبیباں کی دوا کا

ہوا ہے ابر گریاں دیکھ میری چشم گریاں کو
پڑا ہے شور دریا میں مرے اس اشک جاری کا

لالہ رو کو دیکھ کر لالہ کا پھول — داغ دل لے ہات دکھنے لگا
عاقبت اُس سنگ دل کے جور سوں — دل کا مینا ... کڈہ .... لگا
ہجر میں ابرو کے ابر چشم آج — اشک کا برسات برسانے لگا
تجھ ابروے کج راہ کے پیچ میں — .... آج بل کھانے لگا

مجھ بزم میں رقیب! عبث سرکشی نہ کر
شعلہ برا ہے شمع یہ مجھ سوز آہ کا

جس بوستاں میں وو گل رخسار ہوئے گا
بلبل بہار گل ستی بیزار ہوئے گا

سرمہ لگا نین میں کہتا ہے یوں وو دلبر
عشاق بے خطا پر اب زور وار ہو گا (؟)

بھاہے محتسب کے سر اُپر آج — مجھے اب پھوڑنا بھرے کا مٹکا

اس صنم کے خیال ابرو نے — نا تواں مجکو جیوں ہلال کیا

یہ جام چشم مست جسے تم دکھاؤ گے
تا حشر اس کو ہوش سے اس کے بھلاؤ گے
دانہ دکھا کے خال کا جس کو دئے ہوچاٹ
آخر کو دام زلف میں اُس کو پھنساؤ گے

خط سبز رنگ نہیں رخ یہ صنم کے آغاز
مور نے ملک سلیمان کو تسخیر کیا

دیکھ تجھ جام چشم کا ایک دور
دل کے تئیں نشئہ شراب ہوا

لکھتا ہوں جب سے تجھ لب شیریں کے وصف کوں
مجھ ہات میں تد ہاں سیں قلم نیشکر ہوا
آیا ہے بر میں جب ستیں وو صندلی قبا
'داود' تب سوں رفع مرا درد سر ہوا

نیں سیتلا کے داغ ترے مکھ پر اے صنم
آئینہ تجھ جمال کا جوہر نما ہوا

دیکھ کر خط سبز کو تیرے　　تھا شرابی سو سبزہ نوش ہوا

کاش ہم بحر خوں میں ہوتے غرق　　جب حسین علی شہید ہوا

جب سوں کیا لباس وو گل پیرہن ہرا
یکبارگی دکھا کے چھب عاشق کا من ہرا

آتش عشق سوں ترے جل جل　　دل ہوا دل ہوا کباب کباب

رنگ کاغذ ہوا ہے فاختئی　　جب لکھوں سرو قد کے تئیں مکتوب

دیکھ تیرے لبوں کا رنگ مسی　　چشمۂ خضر پر پڑا ظلمات
دل پر خوں مرا بر نگ حنا　　لے گیا گلبدن نے ہاتھوں ہات
دست رنگیں کو دیکھ کر تیرے　　رنگ مہندی چھپا ہے باتوں بات

بر جا ہے برگ گل سوں کفن اُس کو ہو نصیب
جو کوئی ہوا شہید وہ گلگوں (قبا او) پر
کہتے ہیں عاشقاں تو مرا حال دیکھ کر
شاید ....

کیونکہ سیر چاندنی کرنے کو نکلے وو صنم
دیکھنے مہ کا تماشا آفتاب آتا نہیں
مجھ بر سوں بوے مے اگر آوے عجب نہیں
اُس چشم پُر خمار کو دیکھا ہوں خواب میں

لے گیا دل کو دلربائی سوں مہرزائی نے مہرزائی سوں
کیوں نگہ کا قدم رہے بر جا مکھ پہ تیرے صنم صفائی سوں

کرو مت وعدۂ کل، جان من! عشاق بیکل سیں
جو آج کل سوں بیکل ہے اُسے کیا کام ہے کل سیں

مرا احوال چشم یار سے پوچھ حقیقت درد کی بیمار سے پوچھ
مرے حال پریشاں کی حقیقت صنم کے زلف کے ہر تار سے پوچھ
مری ہر یک صدائے آہ کا پیچ سجن کے چہرۂ بلدار سے پوچھ

تیمم اُس کا اوروں کے وضو کرنے سے افضل ہے
کیا ہے جس نے حاصل خاکساری کی عبادت کو

محمد مصطفیٰ کی یاد سیتی مرا دل قلعۂ احمد نگر ہے

روز دیتا ہے تاؤ سونے کو شوخ زرگر پسر میں کیا فن ہے

ہوا ہوں چارچشم اب عاشقی میں مجھے اُس چار ابرو کی قسم ہے

اے زاہداں! اُٹھاؤ جبیں کو زمین سے
جو سر نوشت ہے اُسے کاں الگ مٹاؤ گے

گل بدن، ہنستا ہے مجھ رونے کو دیکھ خندۂ گل گریۂ شبنم ہوا
آباد کیوں نہ یاد علی سوں رہوں مدام
روز ازل سیں دل ہے مرا مرتضیٰ نگر

شاہ خیبر کشا کی یاد ستی دل مرا کرم سیں (؟) ہوا یارو

یاد کرنے سے گلرخاں کے سدا گلشن آباد دل ہوا میرا

اُسی کے نام سے ....

عجب طرح سے چڑھے جیوں کمان ملتانی

ہے شراب و کباب و فصل بہار کوی اس وقت میں پیا لا دو

زرگر!اب مجھہ سے زرگری مت کر بھاؤ بتلا شتاب سونے کا

این بیت میرتقی ' میر ' و 'فتح علی خان' بنامش میکرد :-

زلف دلبر سے مجکو سودا ہے لوگ کہتے ہیں تجکو سودا ہے

میر دولت علی ' " دولت "

تخلص - ذهن رسا و فکر آسمان پیما می دارد - مظہر علی شاہ خطاب' بخشیدۂ مرشد اوست۔ نہال ہستیش در چمنستان ' آسیر' زیب طراوت پذیرفته ' درین ولا بمقتضاے آب و خورد وارد این شہر گردیدہ بود ' فقیر دولت خدا داد را غنیمت پنداشته ' بملاقات فائز شدہ ' ربط تمام پیدا کرد - و ' دولت ' هم چند مرتبه غریب خانه را دولت خانۂ خود دانسته از راہ بندہ نوازی تشریف ارزانی فرمود' و اکثر ریختہہاے فقیر را تتبع نمود - چنانچه جائے می گوید :—

نقش ہے دل پہ مرے مصرع ' صاحب ' ' دولت ' .

کیا ہوا بات ہماری جو نہ مانے بہزار

وقتیکه از فقیر رخصت شدہ ' عازم بطرف ' برهان پور ' شد ' این مصرع بدا هتًہ گفت :- (مصراع)

" دولت کو دل سے اپنے ' صاحب ' نہ بھول جانا "

حق سبحانه صحیح و سلامت ایشان را بمکان خود رسانیدہ

باز ملاقات بخوشی و بفرحت کناں - ایں چند اشعار آبدار از نتائج افکار اوست :—

ہر آن گریہ کرنا، ہر دم میں آہ بھرنا
گر صبح ہے تو یہ ہے، اور شام ہے تو یہ ہے
سب بلبلوں سے اول ہم کو تو ذبح کرنا
صیاد سے ہمارا پیغام ہے تو یہ ہے

یارو قسم ہے تم کو کہیں جست وجو کرو
قاتل مرے کو مجھہ سے ذرا رو برو کرو
چاہو نماز حضرت گُل کی کرو ادا
اے بلبلو! تم اشک سے اول وضو کرو
اُس چشم سے پرست کا مارا گیا ہے جو
لازم ہے اس کی خاک سے خم یاسبو کرو
ہم کو ہمارے یار کے جلوے سے کام ہے
اے زاہدو بہشت کی تم آرزو کرو

لب و رخسار اور قد و قامت دیکھہ سب غنچے مسکراتے ہیں

مجلس سیں نہ جا پیارے! تجھہ رخ کی تجلّی سے
ہوئیں گی شمع پانی، جل جاے گا پروانہ
اسلام سے نہیں مقصد اور کفر سے نہیں مطلب
منظور مرے دل کو ہے جلوۂ جانانہ

سوتا تھا مست ناز اُسے کوئی جگا دیا
کیا عالم بہار خدا نے دکھا دیا

خوف ہے مجکو مبادا کہ دوانی ہوئے
صورت اُس کی نہ زلیخا کو دکھادا بہزاد
جائے نامے کے میں اُس یار کے تئیں بھیجوں گا
کھینچ تصویر کو ' دولت ' کی نے آقا بہزاد

اس غم کی کس مکش میں روتےھی عمر گذری
کیا یاد میں کروں گا خوبی سے اس جہاں کو

لالہ نہال کرن ” داغ “

تخلص - ریختہ را ھموار می گوید و مضامین تازہ بقید نظم می آرد - محرر این کلمات بواسطۂ ' میر ایوب ' کہ احوالش مفصلاً تحریر یافتہ' بملاقات او پیوست ' صحبت خوب بر آمد - رنگین مزاج و کنایہ فہم بنظر رسید - گاہ گاہ بغریب خانہ می‌آمد و اشعار خود می خواند - حق سبحانہ سلامت دارد - قبل ازین ' رفعت' تخلص خود می نمود ' چون مخلص والا گو(ھر) 'لالہ' است؛گفتم بجہت 'لالہ' تخلص 'رفعت' مطبوع نمی دانم؛ اگر 'مشفق' یا 'داغ' تخلص قرار دھند اولیٰ است - زیرا کہ تخلص ' مشفق ' بتخلص احقر کہ ' صاحب ' است و لالہ می پیوندد و تخلص ' داغ ' ھم بجہة لالہ مناسب بنظر می آید - از انجا کہ درین زمان لفظ مشفق اصطلاحے در رندان پیدا گشتہ' قبول نکرد و تخلص ' داغ ' با شارۂ فقیر بر گزید —

لالہ را نازم کہ او با داغ مے روید زخاک
خاک بادا بر سر عشقے کہ مادر زاد نیست

نازک خیالان سخن را از رنگینی بیانی خود شاخ بنال می دهد:—

دوڑتے دوڑتے تجھہ رہ میں مرے متوالے!

دانۂ تاک سے پاؤں میں پڑے ہیں چھالے

انتظاری سے تری اے گل پر کیفیت

دیدۂ نرگس فتان میں بھرے ہیں جالے

اگر بجاے 'پرکیفیت' 'نسرین رخسار' می گفت خوب است۔

هات مت ڈال میاں بالوں میں اپنے سر کے

ناگ بیٹھے ہیں پٹاری میں زہر کے پالے

دیکھہ کر داغ سیہ دست حنائی میں سجن!

لالہ رویوں کے جہاں بیچ ہوے دل کالے

دل آج درد سر سے پژمردہ جیوں کلی ہے

شاید سجن کے سر پر دستار صندلی ہے

پیش مصراع چنین بخاطر میرسد: (ع)—

دل کو یہ درد سر سے جیوں یار بیکلی ہے

باب الہا

ہدایت اللہ " ہدایت "

از شاہجہان آباد است ، مذاق سخن گوئی درست می دارد و مشق سخن از 'خواجہ میر درد' می کند - این اشعار درہر دو تذکرہ مندرج اند:—

بھلا بتا تو مری جان! کچھ 'ہدایت' نے
تمہارے جور سے شکوہ کبھو کیا ہو گا
مگر یہی نہ کہ بے اختیار ہو کے کبھو
کچھ اور بس نہ چلا ہو گا رو دیا ہو گا

حیرت میں ہوں کہ تیرے تئیں اے شب فراق
ظاہر میں دیکھتا ہوں کہ عالم ہے خواب کا

تیری زلفوں کی کچھ چلی تھی بات
روتے ہی روتے گذری ساری رات

یاد آتے ہی زلف کی' ہے قہر
پھر گئی جیو پہ سانپ کی سی لہر

تجھ بن اے خونخوار یہاں ہردم دم شمشیر ہے
سانس جب پلٹے ہے گویا باز گشتی تیر ہے

شہید تیغ ابرو ھے ' اسیر دام گیسو ہے
'ھدایت' بھی تو کوئی زود ھی شہدا شکستہ ہے

عبدالہادی " ھادی "

تخلص - از تلا مذۂ شاہ ' سامی ' است ' قدرت سخن گفتن نمی درد ' و شاید شاہ 'سامی ' ریختدھا بنامش گفتہ می دھد' زیرا کہ چون بحسب تقدیر ملاقات او از فقیر بہ‌حیدرآباد اتفاق افتاد ' صحبت باو خانگی دست داد - کمال او ھمہ معاینہ شد' زیرا کہ محک زرانسان کثرت ملاقات است- بارھا ریختہ طرح گر دم'مصرعے ازو سر نزد - الحاصل بافقیر ارتباط گرم میداشت - قبل ازین او را چندے جمال فاخر ھم می بود' چنانچہ اکثر یاران صورت پرست دل را بزنجیر زلفش بستہ بودند - ترجمۂ اوکہ درین جریدہ بتحریر آمد ' محض بپاس خاطر عاطر حاجی میر علی اکبر رمال ' ورنہ فقیر دماغ تحریر نمی داشت - دیوان او قریب پانصد بیت بنظر در آمد' این چند اشعار حوالۂ قلم شد ' در مدح شاہ 'سامی' می گوید : —

مجھے ھے ورد زباں بسکہ نام ' سامی ' کا
رھوں میں کیوں نہ ثناخواں مدام ' سامی' کا
مسیح وقت اگر میں کہوں تو ھے برجا
جو روح بخش سخن ھے کلام 'سامی' کا
مرے سری کے کیا ہے زباں کو اھل سخن
نہیں یہ کام کسی کا ' ھے کام ' سامی ' کا

شرف ہے مجھکو جہاں کے سخن وروں پہ تمام
ہوا ہوں جب سے میں 'ہادی' غلام سامی کا

در حق حاجی میر علی اکبر می گوید :—

جگ میں ہے دلچسپ ازبس حاجی اکبر کا سخن
سن کے اُس سے شعر' ہیں گلشن میں سب بلبل خموش
نقد دل لیتا ہے میرا ایک میٹھی بات سے
یہ دھن تیرا اے ظالم کیوں نہ ہو حلوا فروش
کیوں نہ ہو آنکھوں کو تیری میرے دل سے دوستی
دل مرا ہے شیشہ گر ' انکھیاں تری ہیں بادہ نوش

این اشعار از دیوان اوست :—

یقیں سیں تم بتادوں جی کو ہرگز بوجھتا نہیں ہوں
حبیب اپنا ' شفیق اپنا ' نگار دلربا اپنا
جہاں فانی مطلق ہے ' عبث دل بستگی اس میں
نہ یہ اپنا ' نہ وہ اپنا ' رہے آخر خدا اپنا

یار تجھ پر مہرباں ہووے گا مت ہو بے قرار
' ہادی ' کامل سے مجکو یہ بشارا ہو گیا

دلدار پر مرے ہے عجب کچھ بہار آج
ہے آفتاب حشر مگر آشکار آج

غم کی آتش بیچ جل گئی یہ ہمارے دل کے ' دیکھ
ہات جل جاویگا ' ڈرتا رہ انگاروں کو نہ چھیڑ
سن یہ قاتل ! ' ہادی' کامل کی یہ گفتار ہے
ایک کا مائل ہو بلبل ' گل ہزاروں کو نہ چھیڑ

ہے سرنگوں چمن میں اور زرد رنگ غم سے
نرگس کو جب سے تم نے آنکھیاں بتائیاں ہیں

ہمارے عشق کی بے تابیاں توں کہیں عاشق ہوا ہوئے تو سمجھے

غلام امام الدین علی ”ہوش“

’تخلص‘ - ولد خواجہ غلام مصطفیٰ‘ ابن خواجہ رحمت اللہ‘ ابن خواجہ کمال - صاحب ذہن وقاد (و مالک طبع) نقاد است. بمغز سخن چنان می رسد کہ می شاید‘ و گرہ مضامین ... می کشاید معنی یا بیست بالاتفاق و سخن سنجے است سراپا اشفاق - سخن پاکیزۂ او کار سحر می نماید‘ و معنی بر جستہ اش ہوش سامعان می رباید - حضرت خواجہ کمال جد کلان مشارالیہ صاحب تصرفات فراوان بودہ‘ و اکثر رؤساء دکن جبین نیاز بر سدّۂ مبارک آن عالی شان می سودہ - مولد ’ہوش‘ گل زمین احمد نگر است وطبع نکتہ رس او معنی پرور - با راقم سطور محبت دلی می دارد و اکثر اوقات بغریب خانہ تشریف می آرد - این چند اشعار آبدار نتائج افکار سحر کار اوست :—

رکھو دل مست یاد نرگس ساقی‘ مدام اپنا
اے بد مستو! کرو لبریز تم اس مے سے جام اپنا

نپایا دل کی وحشت نے جہاں میں کہیں مکاں اپنا
دم آہو کے سایے میں ہے باندھ ہے آشیاں اپنا

اے دل جاکہہ یہ پیچ و تاب کا ان خوش دماغوں کو
لکھو موج نسیم نکہت گل پر بیان اپنا

منتشر نہیں زلف پُر چیں چہرۂ دلدار پر
زنگ کے لشکر نے دیکھو روم پر شبخوں کیا

جوش سودا دیکھہ مجھہ میں نازنیں فصاد نے
نشتر مژگاں سے جاری نبض دل کا خوں کیا

شربتی کاغذ پہ و صف داغ چیچک جب لکھوں
تب بنے ہر حرف میرا تخم ریحاں کی مثال

شعلہ رو کے خال مشکیں کے سوا ہم آج تک
آگ پر ٹھہرا ہوا اسپند کہیں دیکھا نہیں

یک گھڑی کہیں بیٹھہ کر روئے تھے چشم تر سے ہم
خلق میں مشہور ہے جو نوح کا طوفاں ہوا

پری رویوں نے نازک دل ہمارے حیف توڑے ہیں
یہ شیشے قیمتی سنگیں دلوں نے مفت پھوڑے ہیں
ہوی ہے گردش چشم صنم سے بسکہ آزادی
لحاف پانچ تہ عیسی تپ و لرزہ میں اوڑے ہوں

تمامی رنگ و بو اُٹھہ اُس کے استقبال کو دوڑیں
چمن میں گر وہ باغ دلبری کا نو نہال آوے

کفر و دیں سے مختلط نہیں نسبت پیوند عشق
سبحۂ و زنار کے رشتوں میں نہیں تار جنوں
ہوں خیال کاکل جادو کا میں سودا زدہ
موج زن ہے موبمو میرے سے آثار جنوں
وہ پرے ' جل جائیگا دیوانہ ہو ناحق ہما !
شعلہ زن ہے استخواں میرے ستی نار جنوں
گر مروں ' گاڑورِ آھو کے سایے میں مجھے
وحشت چشم پریرو سے ہوں بیمار جنوں

اُس آهن دل کوں مقناطیس میری خاکساری هوی
دیا هے کهربا کو کهینچ کاه نا تواں میرا
جلوں گے پر ترے شعلے کے بهڑکے سے ' هما ڈر یو
بهرا هے عشق کی آتش سے هر هر استخواں میرا

اگر نام ختن لاوے زباں اوپر وو شیریں لب
خطا نہیں نافۂ آهوے چیں سے انگبیں ٹپکے

روؤں جب یاد کر اُس شوخ کے دریا بہانے کو
بنے تب آنکهہ میری آنسووں سے کان گوهر کی

ترے کوچے میں دل تن سے نکل یوں شاد هوتا هے
که فصل گل میں جیوں مرغ قفس آزاد هوتا هے
ملا تها اُس حنائی پاؤں پر یک روز آنکهوں کو
چمن هر اشک رنگیں سے مرے ایجاد هوتا هے
نپٹ هے جوش خون گرم سودا نبض میں میرے
بشکل مومیائی نشتر فصاد هوتا هے

وو قاتل هم سیه روزوں کے مشهد سے اگر گذرے
هماری خاک سے جیوں شام رنگ خون پیدا هو

گرہ دل میں هوا هے عشق کس کی دلربائی کا
که ٹپکے جاے آنسو گوهر یک دانه مژگاں سے

بهروں گر شعله رو کو یاد کر گلشن میں آہ سرد
تپ و لرزہ گلوں کے تن میں رنگ و بو سے پیدا هو

پھر نظر خورشید نے دیکھا ہے مہ کی چشم مست
لعل احمر سے شراب تاک کھینچا چاہئے

دیکھہ چشم مست ساقی، خواب میں بیخود ہوا
میری آنکھوں سے شراب ناب کھینچا چاہئے

"ہاشم دکھنی"

طوطی شکر مقال دکنی است، چون مقرر است کہ در عربستان مرد عاشق زن است، اکثر اشعار در زبان مرد نسبت زن موزون می کند، مثل لیلی و سلمی و سعاد- و در ایران و توران عاشق مرد مرد است، چنانچہ از اشعار ایشان معلوم می شود و قصۂ 'ایاز' و 'محمود' دال است برین معني- و در ہندوستان زن عاشق مرد است، چنانچہ این رمز از خواندن اشعار ہندی یعنی کبت و دوہرا و دیگر تصانیف ہندی واضح می گردد و طرفہ تر آنکہ در کلام مجید قصۂ عاشقی زن بر مرد واقع شدہ، یعنی قصۂ یوسف علیہ السلام - امیر خسرو می گوید :-

خسروا در عشق بازی کم ز ہندو زن مباش
کز برائے مردہ می سوزند جان خویش را

و ہمین مضمون را در دوہا می بندد:—

خسرو ایسی پیت کر جیسے ہندو جوے
پوت پرائے کارنے جل جل کوئلا ہوے

لہذا 'ہاشم' در اشعار خود بموجب ضابطۂ ہندي اظہار عشق از طرف زن می نماید - از وست :-

رضا گر مجھہ کو دیتے ہیں کروں گی گھر میں جا دارو
اگر مجھہ ہووے گی فرصت، صبح پھر آؤں گی، چھوڑو
اگر کوئی آکے دیکھے گا، تو دل میں کیا کہے گا جی
مجھے بد نام کی کرتے، کہیں نہیں جاؤں گی، چھوڑو

"ہاتفی"

میر محمد تقی میر می نویسد :—

تیری انکھاں اور زلف سے کافر ہوا سارا جہاں
اسلام اور تقویٰ کہاں، زہد اور مسلمانی کدھر

باب الواو

محمد ولی "ولی"

تخلص - شاعر والا اقتدار و سخن سنج شیرین گفتار است۔ رتبۂ سخن ریختہ در زمانش باوج کمال رسیدہ' و بازار این زبان آمیختہ در دور او گرم گردیدہ - اگرچہ در ازمنۂ ماضیہ موزونان این جا شعر را بزبان ریختہ گفتہ اند' اما صاحب دیوانے باین متانت و فصاحت از کتم عدم سر نکشید - و شعراے سلف چند' طوطی شکر مقال بوستان سخندانی اند' لیکن چنین بلبل هزار داستان بگوش نہ رسید - آرے والی ولایت نازک خیالی' و شہنشاہ قلمرو خوش مقالی است - چنانچہ می گوید :-

اس شعر کی یو طرح نکالا ہے جب 'ولی'
یوں اختراع دیکھہ رہے دل میں سب عجب

و نیز می گوید :-

دکھنی زبان میں شعر سب لوگاں کہیں ہیں اے 'ولی'
لیکن نہیں بولا ہے کوئی ایک شعر خوش تر زیں نمط

مولد او خاک پاک 'اورنگ آباد' ست' چون اکثر بگجرات در درگاہ حضرت شاہ وجیہ الدین قدس سرہ کسب علم کردہ و در نیلی گنبد متصل گد مدفون گشتہ مردمان نسبت (او بگجرات) کردہ غلط محض - قصیدۂ سیزدہ اشعار کہ در اشتیاق گجرات گفتہ' بدیوان او در نظر رسید' مطلعش این ست :-

گجرات کے فراق سے ہے خار خار دل
بیتاب ہے سینے منیں آتش بہار دل

مردمان نقل می کنند کہ در سورت آمدہ بود ، و چندے رحل اقامت افگندہ ، احرام بیت اللہ بر بست وزیارت حرمین شرفین نمود - مثنوی او در تعریف بندر مبارک سورت قریب یک صد بیت بهلا حظہ افتادہ در انجا می گوید :—

بھری ہے سیرت و صورت سے ' سورت ' ہر اک صورت ہے وہاں انمول مورت
ختم ہے امردان پر رو صفائی ولے ہے بیشتر حسن نسائی
سبھا اندر کی ہے ہر یک قدم میں چھپا اندر سبھا کو لے عدم میں

شخصے معتبر با فقیر نقل میکرد کہ روزے یکے از شعرائے دکن کہ صیت سخنش در اطراف عالم حالا بلند است ' بر کنار آبے نشستہ بادہ پیمائی می نمود - و دیگر ارکان مجلس ہم بقدر مرتبۂ خود داشت - در شب مہتاب مائل تماشا بردند ' خصوصاً فقیر در گوشۂ تنہا استادہ نظارہ میکرد کہ ناگاہ شاعر سر خیل در حالت سکر بادہ پیمائی آغاز نہاد و کلمات پوچ از زبانش سر زدن گرفت تا باین حد رسید کہ ' ولی ' چہ طفل بود و چہ یاوہ گوئی نمودہ کہ مردمان بدو تحسین میکنند - من چنین معانی نازک و الفاظ دلچسپ در شعر خود درج کردہ ام ' اما قدردان کو - اگر درین زمان ' ولی ' می بود از طپانچہ رخسارش سیاہ میکردم ' تا دعوی رنگین بیانی نکند - ہاں بیارید دیوانش را تا از آب فرو شویم - چنانچہ خادم او بموجب امر دیوان ' ولی ' را بیاورد و او تمام ورق ورق را در آب شنا نمود - قصہ کوتاہ چون صبح شد ' و آن خمار نشہ از سر بیرون رفت ' دیوان را طلبید کہ دیوانے تصنیف خود

کہ با خط خوب و جدول طلائی تحریر کنانیدہ بود، بشب از غلطی بشوئیدن آمد و دیوان 'ولی' همچنان محفوظ ماند - لاچار از وقوع این امر عرق خجلت بر آمد و سخن را بلب آشنا ننمود و به تنہائی سرالصلاح بدرگاہ کریم کارساز کہ شکنندۂ غرور هر متنفسے است 'فرود در آمد - اما آنانکہ اهل مجلس او بودند' واقف این رمزاند - راست و دروغ بر گردن راوی - محرر سطور بموجب اقرار راوی بہ بیاض رسانده ' واللہ اعلم - کلیاتش دو هزار و سی صد ابیات بنظر رسیدہ؛ اگرچہ اشعارش عالمگیر است لیکن بنا بر التزام این جریدہ چند اشعار آبدار بموجب فکر ناقص خود انتخاب زدہ الحاق نمود —

دیکھ اے اهل نظر سبزۂ خط میں لب لعل
رنگ یاقوت چھپا ہے خط ریحان میں آ

حسن تھا پردۂ تجرید میں سب سوں آزاد
طالب عشق ہوا صورت انسان میں آ

شیخ یہاں بات تری پیش نجاوے هرگز
عقل کو چھوڑ کے مت مجلس رندان میں آ

بسکہ مجھ حال سوں همسر ہے پریشانی میں
درد کہتی ہے مرا' زلف ترے کان میں آ

جگ کے ادا شناساں' ہے جن کی فکر عالی
تجھ قد کو دیکھ بولے یو ناز ہے سراپا

مدت سے 'ولی' جہانچ میں ہے ہات سے دل کے
توں بھی اے جگر آہ کی نوبت کو بجاتا جا

اُس رات اندھاری میں مت بھول پڑوں تجھ سوں
ٹک پاؤں کے جھانجے کی آواز سنا تی جا

حرف بیجا بجا ہے گر بولوں   دشمن ہوش ہے پیا کی ادا

مرے دل کی تجلی کیوں رہے پوشیدہ مجلس میں
ضعیفی سوں ہوا ہے پردۂ فانوس تن میرا

اس مکھہ کا رنگ اُڑ کر قوس قزح کو پہنچا
دیکھا جو تجھہ بھواں کی تروار کا تماشا

روز سیاہ اُس کے مو مو سے جلوہ گر ہے
تجھہ زلف میں جو دیکھا دیجور کا تماشا

ہرگز ' ولی ' کسی کن شاکی ترا نہ ہوتا
گر تجھہ میں اے ہٹیلے ہوتا نہ طور ہٹ کا

بلبل و پروانہ کرنا دل کے تئیں   کام ہے تجھہ چہرۂ گلنار کا

آرسی کے ہات سے ڈرتا ہے خط   چور کو ہے خوف چوکی دار کا
آئینہ تجسین ہو کے ہم زانو   غیرت افزا ہوا ہے گلشن کا

بد خشان میں پڑا ہے شور تیرے لعل رنگیں کا
ہوا ہے چین میں شہرا تری اس زلف پر چیں کا

ہوا ہے دل مرا مشتاق تجھ چشم شرابی کا
خراباتي اوپر آیا ہے شاید دن خرابی کا
کیا مد ہوش مجھ دل کو انیندی نین ساقی نے
عجب رکھتا ہے کیفیت زمانہ نیم خوابی کا

مت جا چمن میں لالن! بلبل پہ مت ستم کر
گرمی سوں تجھ نگہ کی گُل گل گلاب ہوے گا
مت آئینہ کو دکھلا اپنا جمال روشن
تجھ مکھ کی تاب دیکھے آئینہ آب ہوے گا

وو بھواں کیوں نہ ہم سوں ہو ویں بانکی
ماہ نو نے جسے سلام کیا

سیرصحرا کی توں نہ کر ہرگز دل کے صحرا میں گر خدا پایا

پیو کے ہوتے نہ کر تو مہ کی ثنا معتبر نہیں ہے حسن دور نما

اعجاز حسن دیکھ کہ وہ روے با عرق
پیدا کیا ہے چشمۂ آتش سوں آب آج
کیا بے خبر ہوا ہے معلم صنم کو دیکھ
مکتب میں اُس کے بھول گیا ہے کتاب آج

نکلا ہے بے حجاب ہو بازار کی طرف
ہر بوالہوس کی گرم ہوئی ہے دکان آج
شعلے کو دل کے سہل ہے جانا فلک اُپر
برپا کیا ہوں آہ سوں میں نردبان آج

کہہ آپس کی نرگس بیمار کو عاشقاں کے خوں سوں پرهیز کر

تجهہ ابروے خمدار سوں هرگز نہ پهرے دل
کیوں جاے سپاهی دم شمشیر سوں ٹل کر

نجانوں خط ترا کس بےخطا پر چلیا هے آج فوج شام لے کر

هوں گرچہ خاکسار ولے از رہ ادب
دا من کو تیرے هات لگایا نہیں هنوز

گر پڑے انکهیاں میں مری اُس کی صورت کی شعاع
موند لوں انکهیاں کے تئیں تا کوئی نپاوے اطلاع

لب پہ دل بر کے جلوہ گر هے جو خال
حوض کوثر اوپر کهڑا هے بلال

راہ مضموں تازہ بند نہیں تا قیامت کهلا هے باب سخن

آرزو دل میں یہی هے وقت مرنے کے 'ولی'
سرو قد کو دیکهہ سر عالم بالا کروں

لیا هے گهیر تجهہ زلفاں نے تیرے کان کا موتی
مگر یو هند کا لشکر لگا هے آ ستارے کو

اے زهرہ جبین کشن ترے مکهہ کی کلی دیکهہ
گاتا هے هر یک صبح میں اُٹهہ رام کلی کو

اگر بجاے "گاتا هے" "کہتا هے" می گفت' این شعر
درست میشد و از زبان حرف گیران نجات می یافت ـــ

هر یک مهرو کے ملنے کا نہیں ذوق سخن کے آشنا کا آشنا هوں

تصویر تری جان مصفا پہ لکھا ہوں   یونقش پری پردۂ مینا پہ لکھا ہوں

اے دل شتاب چل کہ تماشے کی بات ہے
بیٹھا ہے آفتاب نکل ماہتاب میں

خوب رو خوب کام کرتے ہیں   یک نگہ میں غلام کرتے ہیں

نہ دیو آزار میرے دل کو اے آرام جاں سمجھو
یو خوبی کچھہ سدا رہتی نہیں اے مہرباں سمجھو

گر تجکو ہے عزم سیر گلشن   دروازۂ آرسی کھلا ہے

گذر اُس سرو قامت کا ہوا ہے جب سوں مسجد میں
موذن کی زبان اوپر ہمیشہ لفظ قامت ہے

آسمان اوپر نہ بوجھو چادر ابر سفید
جا نماز زاهد عزلت نشیں برباد ہے

سرو کی وارستگی اوپر نظر کر اے 'ولی'
باوجود خود نمائی کس قدر آزاد ہے

آفتاب آتا ہے محرم ہو کے تجھہ کو چے طرف
صبح صادق اُس کے بر میں جامۂ احرام ہے

اے 'ولی' کیوں خشک مغزی کا نہیں کرتا علاج
یاد اُس انکھیاں کی تجکو روغن بادام ہے

فوقیت لے گیا ہوں بلبل سے   گرچہ منصب میں وہ ہزاری ہے

گئے رات معراج کی، عرش اوپر بلغ العلیٰ بکمالہ
کھلے پردے بھید کے سربسر کشف الدجیٰ بجمالہ

ہوی حق کی اُن پہ جب سو نظر حسن ہمت چمچم خصانہ
ہوا حکم حق محبان اوپر صلوا علیہ و آلہ

مجھے اچرج ہی آوے ہے سجن کے پان کہانے کا
نجانوں کیا سبب یاقوت اصلی کے رنگانے کا

کیتا ہوں جارسپاری کتھئی ہیں ہات جس کے
کرنے کو دل کا چونا آتا ہے پان کہا کے

نجانوں وو ہلال ابرو کس اوپر   چلا ہے باندہ تیغ مغربی کو

از بسکہ شکستہ دل ہوں غم سوں   لکھتا ہوں شکستہ خط سوں نامہ

میر تقی 'میر' و 'فتح علی خان' این اشعار انتخاب می نمایند :—

نہ پوچھو عشق میں جوش و خروش دل کی ماہیت
برنگ ابر دریا بار ہے رومال عاشق کا

اس کے قدم کی خاک میں صد حشر ہے نجات
عشاق کے کفن میں رکھو اس عبیر کو

غرور حسن نے تجکو کیا ہے اس قدر سرکش
کہ خاطر میں نہ لاوے توں اگر تجھہ گھر 'ولی' آوے

خبرداری سے اُس معشوق کے کوچے میں جا اے دل
کہ اطراف حرم میں ہے ہمیشہ ڈر حرامی کا

می گویند 'ولی' وقتیکہ در مکہ رفت و کیسہ بُر کیسۂ او برید' این بیت کہ مذکور شد' گفت —

اے غنچہ نہ کر تو فخر' یہ دل   تکمہ ہے سجن کی بکتری کا

دل چھوڑ کے یار کیونکہ جاوے   زخمی ہو شکار کیونکہ جاوے

دیکھہ کر تجھہ نگاہ کی شوخی   ہوش عاشق رم غزال ہوا

کیا غم ہے اُس کو گرمیء خورشید حشر سے
بخت سیاہ جس کے سر اوپر ہے سائبان

مت راہ دے رقیب سیہ رو کو ایکبار
ڈرپے ہزار بار بلائے مہیب سے

دشمن دین کا ' دین دشمن ہے   راہ زن کا چراغ روشن ہے

آغوش میں آنے کی کہاں تاب ہے اُس کو
کرتی ہے نگہ جس تن نازک پہ گرانی

کہاں ہے آج یارب جلوۂ مستانۂ ساقی
کہ دل سے تاب ' جیو سے صبر ' سر سے ہوش لے جاوے

عالم میں ترے ہوش کی تعریف میں کی ہے
ایسا تو نکر کام کہ مجھہ پر سخن آوے

سن ' ولی ' رہنے کو دنیا میں مقام عاشق
کوچۂ زلف ہے ' یا گوشۂ تنہائی ہے

جلد چل تک عشق کی رہ میں کہ تا پہنچے کہیں
کاہلی کو رہ ندے سالک کہ منزل دور ہے

پہنچتا ہے دلوں کو ہر جاگہ   غم ترا روزی مقدر ہے

عجب کچھہ لطف رکھتا ہے شب خلوت میں گلرو سے
سوال آہستہ آہستہ ' جواب آہستہ آہستہ

کیونکہ یری ہو حسن سے تیرے دھوپ کھانے سے پشت بھرتا نہیں

اے جان ، ولی ' وعدۂ دیدار کو اپنے
ڈرتا ہوں مبادا کہ فراموش کرے تو

یک دل نہیں آرزو سے خالی ہر جا ہے ' مثال گر خلا ہے

گناہوں کے سیہ نامہ سے کیا غم اُس پریشاں کو
جسے وہ زلف دستاویز ہو روز قیامت میں

" وفا * "

شاعریست خوش گو ' غنچۂ فکرش باین رنگ می شگفد :—
خال و خط نے پیو کے مجھہ دل سوں نکالا ہے دھواں
تخم ریحاں کا کرو شربت دوا کے واسطے

میاں نورالعین " واقف "

تخلص ۔ واقف مضامین بر جستہ و عارف معانی شستہ است ۔ شعر فارسیش باج از نبات گرفتہ '

* آقا امین ایلچپوری تخلص 'وفا' پدرش حکیم محمد نقی خان در عمل صوبہ داری امیر الامرا سید حسین علیخان بمرتبۂ امارت رسیدہ بعالم بقا رفت۔بعد فوت پدرش تلاش منصب و جاگیر 'نکردہ ' در بلدۂ ایلچپور صوبۂ'برار'... یافت وجہ یومیہ حکام آنجا قانع و خورسند است ۔ بعلم عربی و حدیث و فقہ آشنا ست طبع نظم و نثر دارد۔ در بلدۂ ایلچپور روضۂ منورہ کہ حضرت شاہ عبدالرحمن با علوشان است۔ہرسال در عرس ایشان خلایق بسیار جمع می آیند روشنا ئے چراغان بہ تکلف تمام می نمایند در تعریف چراغان فقرات نثر و ابیات نظم خوب گفتہ ۔ (تحفۃالشعراء)

و صیت رنگینش با طراف عالم رفتہ - احوالش مفصلاً در تذکرۂ 'مجمع النفائس' سراج الدین علی خان 'آرزو' و شاہ عبدالحکیم 'حاکم' وغیر ذٰلک مسطور - مشق سخن ریختہ بیشتر می نمود ' الحال بغزل گوئی سر گرم است - با راقم سطور اخلاص دلی دارد - چنانچہ تذکرۂ "مردم دیدہ" شاہ عبدالحکیم حاکم کہ سہ ہزار بیت کسرے زیاد است از دستخط خود رقم نمودہ براقم سطور عنایت فرمود - این چند ابیات کہ بیشتر گفتہ در خزانۂ حافظہ موجود بود و بتکلیف این احقر بر خواندہ تحریر می یابد: —

آتی ہے بوئے خوں مجھے اِس لالہ زار سوں
اے باغبان یہ کس کے شہیدوں کا کھیت ہے

عزیزوں سے نشاں کوئی نہیں دیتا ہے یوسف کا
پتنگ آیا ہوں یارو کیا کہوں کوئے * میں گرتا ہوں

تجھے دماغ نہیں گر مجھے بلانے کا
کسو سے پوچھ کہ کیا حال ہے فلانے کا

بہار دیکھی ہے اُس باغ کی ' خزاں دیکھی
کوئی بھی ایک قراری نہیں زمانے کا

قفس میں دھوم مچا خوب سی کہ مرغ اسیر !
کہ تجکو فکر نہیں کچھ بھی آب دانے کا

* کنواں

میر جعفر اللہ " واحد "

تخلص - ولد میر نجیب اللہ بن میر عبداللہ ' سید صحیح النسب و عمدۂ روزگار است - جد بزرگوارش در عہد حضرت خلد مکان بمنصب پانصد امتیاز داشت ' و بعلوے مرتبت و سموے فطرت علم یکتائی می افراشت - ' واحد ' ہم تا حالت تحریر بمعاش پاکیزہ بسر می برد و گاہ گاہ بنابر موزونیت فکر شعر می کند - با راقم سطور اخلاص می دارد و اکثر اوقات به غریب خانه تشریف می آرد - شعرش مملو از تمکینی و ملاحت بے اندازہ است —

رونق بزم نہیں شمع رخ ساقی بن　　　گرچہ اسباب طرب ہم کو مہیا سب ہے

آرسی کو دیکھ مہرو نے درخشاں کردیا
ذرۂ بے قدر کو خورشید تاباں کردیا

میر عبدالحی " وقار "

تخلص - خلف الصدق نواب شاہ نواز خان بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ بخدمت دیوانی جاگیرات و دیوانی بادشاہی سرکار دولت مدار محالات صوبہ برار سر فراز است - از وفور کاردانی و معاملہ فہمی مجراے نیکو خدمتے بظہور آوردہ بمنصب دو ہزاری و ہزار سوار بعطاے طوغ سر بلندی یافت با آنکہ سن عمرش از پایۂ عشرین گذشتہ ' اما بتائید افضال حضرت پروردگار بحسب عقل و تمیز در تمکین و ' وقار ' پسندیدہ اطوار ' مانند پدر بزرگوار ' خود است بحدت فہم و جودت طبع اشعار فارسی و ہندی طبع درست دارد ' از وست :—

(بقیہ بر صفحہ آئیندہ)

نامۂ درد جدائی جب لکھا دلدار کو
خون کے شنگرف سے آنکھوں نے افشاں کر دیا

(بقیہ صفحۂ گذشتہ)

نہیں رکھتا ہوں دستاویز اپنی خون ناحق کی
مگر قطرہ لہو کا دامن جلاد کوں پہنچے
اسیروں کو قفس کے کس کے تئیں پروا ہے مرنے کی
ہماری کس طرح فریاد اب صیاد کو پہنچے

چمن کے صحن میں ہم بھی نہال ہوجاتے
جو تیرے پاؤں تلے پائمال ہوجاتے

مجھے گر جاں کنی کا حکم وو شیریں دہاں کرتا
کہا اُس کا خدا کی سوں ارے یارو بجاں کرتا
فلک گرتا، زمیں پھٹتی، چمن سے رنگ و رو جاتا
اگر میں اپنے دل کا حال اے ظالم بیاں کرتا
بجھا نے میں جلے دل کے شرر جو سخت دھیما ہے
گلے میں جس ستمگر کے وو دیکھو لال نیما ہے
بتو! خوان محبت پر ہمارے پھر نظر دیکھو
دل صد پارہ آخر کیا مزے کا گوشت قیما ہے
گلستان محبت کا مجھے لالہ بنایا ہے
سرا پا غرق خوں ہو داغ دل تس پر 'صمیما' ہے
دیکھنے کوں غنچہ و گل کے جب آتی ہے بہار
تم بنا گلشن میں اپنا خون کھاتی ہے بہار

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

آفتاب طبع ' واحد ' نے زمین شعر کو
معنی رنگیں کے لعلوں سے بدخشاں کردیا

(بقیہ صفحہ گذشتہ)

سجن ! تجھ زلف میں دل مل رہا ہے
ہمارے ہات میں کب دل رہا ہے
نہیں کھلتا بہار و باغ سوں دل یہی عقدہ مجھے مشکل رہا ہے

رباعیات

اس شوخ سیں میں کہا کہ مجھ سیں بولو
اس عاشق گریاں طرف انکھیں کھولو
کیا بیش بہا ہیں آنسووں کے موتی کہتا ہے وہ ہنس کے مجھ سے رولو رولو

میں مدت کے بعد ایک دم جو سویا
دیکھوں تو مجھ کنے ہے ظالم گویا
ایک آن میں حیف کھل گئیں یہ آنکھیں
پھر موند پلک میں وو نہ دیکھا ' رویا

از بسکہ تم اب عشق کی سیکھے گھاتیں
سب بھول گئے وہ سادگی کی باتیں
نکلا جو خط سیاہ گورے منھ پر
اس وجہ سیں شاید کہ پھریں دن راتیں

کیونکر گُل باج دن بھریگی بلبل
آخر اس غم ستی مریگی بلبل
آئی ہے بہار اب تو ہنستے ہیں پھول
ہو ویگی خزاں تو کیا کرے گی بلبل

(تحفۃ الشعراء)

باب الزاء

جعفر علی خاں " زکی "

'زکی' بالطبع و الخلق است' گوهر آبدار اشعارش به مرتبهٔ کمال غلطاں میشود' و زلال شکرین کلامش بدرجهٔ غایت میگرد - و این چند ابیات آز انست :—

دل میں آوے سو کرو اب تو گرفتار ہوا
میں تو تحقیق محبت کا گنہ گار ہوا

مصرعهٔ اولی خلاف محاورهٔ نکته چینان است' اگر چنین می گفت خوب بود :—

ع :- دل میں کیا ہے سو کہو اب تو گرفتار ہوا
دیکھو یارو! وو منصور کی سولی کیا تھی
مجکو ہر نوک پلک شوخ صنم دار ہوا
سیر گلشن سے نہیں مجکو تسلی ممکن
جب سے میں بلبل نالاں گل رخسار ہوا
اے 'زکی' اب تو ترا عرش میں پہنچا ہے دماغ
خوش قدوں میں ترا شاید کوئی غم خوار ہوا

این ابیات از هر دو تذکره فرا گرفته شد :—

اے گل و بلبل بہار آئی ہے تک دل کھول لو
چار دن صحبت غنیمت جان کر ہنس بول لو

مصر سے یوسف چلا بکنے کو اے کنعانیو!
تم میں کیا قدرت نہیں آتی کہ اس کو مول لو

عشق میں صبر و قناعت گرچہ کچھہ مشکل نہیں
لیک اُن کو ھی کہ جن کو دل ھے، میرے دل نہیں

نہ لے جا نقد دل کا اے اناڑی عشق کے پھڑ میں
کبھی جیتے پھرے۔دیکھا ھے وھاں کے جان ھاروں کو

سن کر احوال مرا ناصح مشفق نے 'زکی'
ھاتھ سے ھات ملا درد سے سینہ کوٹا

'فتح علی خان' نوشتہ کہ "بعضے گویند این شعر از 'ولی' دکھنی است"۔ 'صاحب' میگوید دیوان 'ولی' بنظر در آمد این بیت درو داخل نیست۔ تحقیق کہ از 'زکی' است —

سجن کے دیس کیا پہنچی ھے بیہوشی نہایت کو
دے آیا بھول کر قاصد کتابت جا نہایت کو

اے منکر حقیقت تک سیر کفر لازم
اس اوپری جگت میں کوی آشنا دسے ھے

بعد مرگ کوھکن شیریں اگر جیتی رھی
دیکھہ کر یہ جوے شیر اپنا لھو پیتی رھی

چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفو
تا قیامت سوزن تدبیر اگر سیتی رھی

خاکساری پر نہ کر موذی کے ھرگز اعتماد
جونک ماتی میں ملی، تو بھی لھو پیتی رھی

در منقبت حضرت شاہ ضعیف گفتہ :—

قضا کے راج کی صنعت گری دیکھہ	نبی کی آل کی بارہ دری دیکھہ
نبی کی آل اوپر وار جانا	اِسی بارہ پلی سے پار جانا

در تعریف عشق و آبلۂ پا گوید :—

برہ کی راہ کے گوھر پھپولے	کہ کانتے بات میں جاتے ھیں تولے

پیرخان " زانی "

تخلص - متوطن خجستہ بنیاد است' از چندے' برھان پور' بسر می برد - می گویند کہ آزادانہ می زیست ' و شعر ھزل بطور خود می گفت ' و بسیار مردمان بزرگ را ھجو نمودہ - و ازدست خود دیوان جمع نکرد ' مگر یاران مجلس او درین جہد کردند ' قریب دو ھزار بیت دیوانے فراھم آمد - چنانچہ بوقت تحریر این تالیف بنظر رسید ' دل نخواست کہ بمطالعۂ او گراید و ازان اشعار چیدہ انتخاب نماید - ناچار بہمین یک بیت بنابر التزام اکتفا نمود : —

وصف تو قل ھواللہ احد و صمد ھے ' تور، ھی
تجھہ کوولد نہ والد ' قائم ' قدیم ' اکیلا

باب الحاء

میر محمد باقر "حزین"

شعرش رنگین و سخنش شیرین - است 'فتح علی خان' می طرازد که سالے چند ازین پیش جہان آباد خلد بنیاد را وداع گفتہ در گلشن بنگالہ بسان بلبل ہزار داستان نغمہ سرائی می کرد - دریں ولا از میرزا 'مظہر' مسموع شد کہ لشکر عشق رعنا جوانے بر شہرستان دلش تاراج آوردہ متاع صبر و شکیب را تبالاں* بردہ در ہمیں ستیز و آویز ودیعت حیات را بمتقاضی اجل سپرد - انتہی - اگرچہ محرر سطور را بر احوال کماینبغی میر 'حزین' اطلاع دست نداد' اما این قدر معلوم کہ از تلمیذ میرزا 'مظہر' سلمہ اللہ تعالی است' چنانچہ می گوید :—

اے 'حزیں' شکر کہ ہے مصحف ارباب جنوں
فیض سے حضرت 'مظہر' کے یہ دیوان مرا

اشعار سوز انگیز و مضامین دلچسپ بسیار می دارد' این ابیات آبدار از آنست :—

فصل گل تو ہوچکی کیا دیکھہ ہونگے شاد ہم
کچھہ کرا ے صیاد نہیں ہونے کے اب آزاد ہم

---

* تذکرۂ فتح علی خاں اور اس تذکرے کی اصل میں یونہیں لکھا ہے' غالباً "بپایاں" ہوگا—

رحم آتا ہے مجھے اس مشت خاک اپنی پہ ہائے
خوبرو یاں کی ہوا میں یوں گئے برباد ہم
زندگا نی تلخ ہو جاتی ہے ہم پر کیا کریں
حسرتوں کو اپنی جب کرتے ہیں جی میں یاد ہم
کچھہ نہ آخر چل سکا ہائے ان زبر دستوں ستی
لے گئے دل کے تئیں کرتے رہے فریاد ہم
کیوں نہ ہووے شاد ہم سے حضرت مجنوں کی روح
عشق کے صحرا کو رکھتے ہیں 'حزیں' آباد ہم

این ابیات انتخاب میر محمد تقی (میر) و فتح علی خان است: —

غم نے آباد کیا خانۂ ویراں میرا ابر مژگاں سے ہوا سبز بیاباں میرا

خوب بوجھا ہے مزا عشق میں رسوائی کا
معتقد جی سے ہوں اس دل کی میں دانائی کا
دلبروں میں سے لیا ڈھونڈ سجن ! تجھہ سے کو
میں دوانا ہوں ان انکھوں کی شناسائی کا

کیوں نہووے دل ہمارا ہائے خون اس رشک سوں
ان لبوں سے برگ پاں یوں ہمزباں اب ہو گیا

بہار آئی ہے جب سے، یاد کر کر گلستاں اپنا
قفس میں ہائے بلبل کسطرح دیتی ہے جاں اپنا
یہ کہکر باغ سے رخصت ہوئی بلبل کہ یا قسمت
لکہا یوں تہا کہ فصل گل میں چھوڑیں آشیاں اپنا
کبہو کوئی جو بلبل دیکھہ گل کو جی سا پاتی ہے
مجھے بے اختیار اُس وقت یاد آتا ہے جاں اپنا

خفا ہوتا ہوں میں از بس فہم تعبیر کر سکتا
مجھے لگتا ہے جس جس طرح سے پیارا سجن میرا

بسکہ این بیت قباحت دارد و جاے انگشت حرف گیران است :-

فرش ہوجاتا ہوں سنگ آستاں تیرے کو دیکھہ
طور کا کرتے تھے جیسے حضرت موسیٰ ادب

فتح علی خاں می نویسد کہ "بے ہوشی حضرت موسیٰ از ظہور تجلی بود نہ از مشاہدۂ طور' شرح و بسط این قصہ از فرط شیوع' درین نسخہ کہ خیلے بایجاز و اقتصار کوشیدہ شدہ مناسب نہ اُفتاد "و من آدعیٰ فعلیہ البینہ"۔ سید عبدالولی (عزلت) سلمہ اللہ تعالیٰ بر حاشیہ مرقوم نمودہ اند کہ بعد از ظہور تجلی بر طور حضرت موسیٰ ہر گاہ بر طور می رفتند' بآداب تمام پا می گذاشتند- چنانچہ مفصل این امر مفسران و شارحان حدیث بیان کردہ اند' و 'حزین' ادب حضرت موسیٰ را تمثیلے کردہ است' نہ کہ بے ہوشی اوشان- پس اعتراض مصنف بے جا است' و ناشی از سوء تامل است- راقم سطور می گوید کہ بے ہوشی حضرت موسیٰ از ظہور تجلی نوشتہ واقعی است' چنانچہ ملک العلام در کلام ذوالاحترام می فرماید "فلما تجلیٰ ربہ للجبل جعلہ دکّاً و خرّ موسیٰ صعقا" یعنی ہر گاہ تجلی کرد خداے او بر کوہ ساخت او را پارہ پارہ و افتاد موسیٰ بے ہوش - لیکن از بیت مذکور معنی بے ہوشی استخراج نمی شود' مگر معنی "فرش شدن" معنی "بے ہوشی" قرار یابد' در صورت این معنی ربط مصرع با مصرع نمی شود و چسپان مطلق نمی گردد و جوابے کہ سید 'عزلت' سلمہ ربّہ' نوشتہ بجا؛ زیرا کہ فرش شدن را چرا

بمعنی بے هوشی باید گرفت - یعنی معنی قرب صاف از ادب استخراج چرا نه باید کرد تا چسپادی مصرعین شود و معنی درست معلوم گردد - چنانچه در قرآن مجید واقع شده "فلما اتہا نودی یا موسیٰ انی انا ربک فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طویٰ" - یعنی هنگامے که آمد زمان آتش آواز داده شد اے موسیٰ ! بدرستی که من پروردگار توام پس بیرون کُن نعلین خود را بدرستی که تو در وادی پاکیزۂ که طویٰ نام اوست - ناچار حقیر 'صاحب' دو مصراع بے نظیر بر یک مصرع موزون نمود تا حاوی بجواب و معنی هر دو صاحبان باشد' اینست :-

فرش هوجاتا هوں سنگ آستاں تیرے کو دیکھ
برهمن ڈنڈوت جیوں کرتا هے بت خانه کے تئیں

ازین مصرع معنی فرش شدن بقول فتح علی خان اثبات می یابد. مخفی نماند که دندوت حرف هندی است' سجده را می گویند که بمجرد دیدن بت یا بت خانه پیش او نگون شده دیدار کننده سجده می کنند - دوم :-

خال کے اسود حجر کا یوں ادب کرتا هوں میں
طور کا کرتے تھے جیسے حضرت موسیٰ ادب

'شاه سامی' که احوال ایشان بقلم می آید' این اوراق را مطالعه کردند و گفتند که فرش را استعاره بر وجود ... ادب کرده است' اگر چنین می گفت مضمون جناب ادا می شد :-

یوں ادب کرتا هوں سنگ آستاں تیرے کو دیکھ
طور کا کرتے تھے جیسے حضرت موسیٰ ادب

سر فرو ویں گر تواضع سیں بتاں کچھ عیب نہیں
شاخ گل ہے اس نزاکت سات سر تا پا ادب

برق سیں جیوں آنکھ مند جاوے، کرے ہیں اس طرح
دیکھ کر حق کی تجلی مردم بینا ادب

یہ آہو رام تھے مجنوں کے سب لیلیٰ کی خاطر سے
وگر نہ ان پریزادوں کو دیوانے سے کیا نسبت

ہوا ہے تو 'حزیں' دیوانہ ان شہری غزالوں کا
تجھے صحرا سے اب کیا کام، ویرانے سے کیا نسبت

ہم کمر یار کی سنتے ہی رہے ہیں لیکن
ہرگز اس بات کا ہوتا نہیں ہم پر اثبات

مری رنگیں کلامی کا ہے وو گل پیرہن باعث
کہ ہووے ہے بلبلوں کی خوش صفیری کا چمن باعث

کوئی ہوتا ہے سنگ سینہ خسرو سے رقیبوں کا
ہوا ناحق ہلاک اپنے کا آپ ہی کوہ کن باعث

جو ہوتا ہے کسو سے اُنس سب سے وحشت آتی ہے
مری صحرا نشینی کا ہے میرا من ہرن باعث

'حزیں' ان شعلہ رخساروں سے جی کو مت لگا ہرگز
ہوئی آخر کو پروانے کے جلنے کی لگن باعث

اُس پر نہیں ہوا ہے یہ دل مبتلا عبث
ناصح تک اُس کو دیکھ مجھے مت ستا عبث

وہ نگاہ مست ہے ان چشم گریاں کا علاج
مے سے ہوتا ہے خمار مے پرستاں علاج

سج بنا کر پھرتے ہیں یہ جامۂ زیباں کس طرح
ان سے جا لپٹے نہ میرا رشتۂ جاں کس طرح
دیکھنے میں اس کے کب آتی ہیں ایسی صورتیں
دیکھ کر تجھ کو نہ ہو آئینہ حیراں کس طرح
کیا قیامت ہے جو لے اپنے کو یوگا نہ چھنا
صبر کر بیٹھے 'حزیں' وو پیر کنعاں کس طرح

گئیں یوں محنتیں سب اس کی بر باد
موا کس بیکسی سے ہائے فرہاد
کریں کیو نکر نہ ہم مجنوں کا ماتم
کہاں ملتے ہیں اپنے فن کے استاد

عشق کے فن میں تجھے ناقص کہیں گے اہل درد
کوئی ہوتا ہے 'حزیں' غم سے ہراساں العیاذ

کوہکن کی محنتیں آخر ٹھکانے لگ گئیں
دل میں کی شیریں کے جا آخر کے تئیں سر پھوڑ کر

نہیں رہنے کے خوباں تجھ سے آخر آشنا ہرگز
انہوں پر بھول کر اے دل نہو مجھ سے جدا ہرگز
نہ ہو اے باغباں بلبل کو مانع گل کے ملنے سے
نہیں رہنے کی گلشن میں بہار آخر سدا ہرگز
سزا پائی نہ آخر چاہنے کی ' ہم نہ کہتے تھے
کہ ان خوباں سے اے دل جی تو اپنا مت لگا ہرگز
ہمارے واسطے کس کس طرح کے رنج کھینچے ہیں
حقوق اس دل کے مجھ سے ہو نہیں سکتے ادا ہرگز

دل کو کئی فصلوں سے تھی باغوں میں جانے کی ہوس
حیف اب کے بھی نہ نکلی اس دوانے کی ہوس

خوبرو شاید مزا پاتے ہیں اپنے جور سے
اس قدر جو اُن کو ہوتی ہے ستانے کی ہوس

جس قدر چاہے سجن! اپنی جفا میں کر عروج
مجھہ ستی ہرگز نہ ہووے گا وفا میں انحطاط

گوارا ہوگیا دل پر ہمارے جور یار آخر
ہمیں درد و الم سے آگئی صحبت برار آخر

اپنی جدا خبر لے ' اُس کی جدا خبر لے
یہ ایک دل دوانا کس کس کی جا خبر لے

بے خبر رہتے ہیں جو کوئی عشق کی لذت ستی
وہ نہیں رکھتے مزے سے زندگی کے اطلاع

کیونکہ ہو مجکو تسلی جان! وعدوں سے ترے
خوب رکھتا ہے مرا دل' دل سے تیرے اطلاع

عشق کی گرمی سے ضعف آتا ہے مجکو ان دنوں
ہو گیا یہ دود دل آخر سرا دود دماغ

ایک ہم سے بات نہیں سکتی نکل آنسو بغیر
دل ہمارا ہو گیا ہے غم سے اب یہاں تک رقیق

دل دے کے ' اپنا کیوں عبث افسوس اب کھاتا ہے دل
جاتا رہا جب ہات سے پھر پاس کب آتا ہے دل

نہ جانے کس طرف جاتا رہا خوباں ستی مل کر
نہیں ملتا ہے مجکو مدّتوں سیتی سراغ دل

آتے ہی نو بہار دھڑکتا ہے جی مرا *
پھر شور و شر کریگا یہ خانہ خراب دل
غم نے لیا ہے گھیر مجھے یہاں تلک کہ اب
دیتا ہے سات دینے سے مجکو جواب دل
ملنے کے دن جو اشک نکلتے ہیں کچھہ نہ پوچھہ
نکلے ہے دیکھنے کو ترے ہو کے آب دل
آثار دیکھہ کر کے خزاں کے چمن کے بیچ
کیونکر کرے نہ ہاے ' حزیں ' اضطراب دل

گیا سن ہوش مجنوں کا مرے دیوانہ پن کے تئیں
بجز سر پھوڑنا اور کچھہ نہ سوجھا کوھکن کے تئیں
میں دیکھوں کیونکر اُس دریاے خوبی کے دھن کے تئیں
گیا جی ڈوب میرا دیکھہ اُس چاہ ذقن کے تئیں
'حزیں' سب دکھہ مرے جی پر گوارا ہوگئے لیکن
نہیں جاتا ہے دیکھا پاس غیروں کے سجن کے تئیں

کس کس طرح کی ایذا پہنچی ہے مجکو تجھہ سے
میں مرگیا ہوں اے دل تیرے دیوان پن میں
ناصح! نہ اس طرح کی باتیں مجھے سنا وے
دیکھے اگر سجن کو آ کر مرے نین میں

ویراں ہوا خزاں سے چمن یہاں تلک کہ ہم
چاہیں کہ جل مریں تو کہیں خار و خس نہیں

کچھہ کہا شاید اُن نے قاصد سے
دل پہ میرے وو اضطراب نہیں

* (ن) کہ ہاے

یہ لوگ بے سمجھ تجھے کیا کیا کہیں گے جان!
اتنی بھی میرے جور پہ باندھ اب کمر نہیں

ان بتاں کے دیکھنے کا جو کوئی مائل نہیں
زندگانی کا اسے واللہ کچھ حاصل نہیں
شوق میں شیریں کے آخر جی کو اپنے دے چکا
عشق کے فن میں کوئی فرہاد سا کامل نہیں
بیوفائی دیکھ کر ان خوش نگاہوں کی 'حزیں'
اب کسو سے اس طرح ملنے کا میرا دل نہیں

یاد اب کیوں کر نہ آوے مجکو اپنا گلستاں
ایک دن سکھ سے نہ گذرا جب سے چھوڑا آشیاں
اے 'حزیں' بلبل کے دل پر باغباں کے جور سے
کیا گزرتی ہوگی' جس ساعت جلا ہے آشیاں

تدبیر سوز عشق میں جاتی نہیں ہے پیش
مرنے بغیر کچھ نہ بنا کوہ کن ستی
آتی ہے نوبہار' نجانوں کرے گا کیا
ڈرتا ہوں اپنے دل کے میں دیوان پن ستی

آرزوئیں عشق کی ہوتے نہ دیکھیں سر براہ
کوہ کن بھی سر پٹک کر مر رہا آخر وہیں

لوگ کہتے ہیں ہمیں اس دل کے سمجھانے کے تئیں
کیونکہ سمجھا ویں کہو تم ایسے دیوانے کے تئیں
ہو رہا ہے درد و غم سے عشق کے از بس خفا
مستعد بیٹھا ہے ہو کر جی نکل جانے کے تئیں

آوے نہ کیونکہ رشک مجھے برگ پان ستی
لیتا ہے کیا مزہ وو سجن کے لباں ستی

دیا تلخی سے جی فرہاد نے یوں کہہ کے یا قسمت
لکھا یوں تھا کہ شیریں سے ملیں گے ہم قیامت کو

بیطرح دیوانگی پر عشق میں آیا ہے دل
دیکھئے اب زندگی میری کا کیا اسلوب ہو

حال اے قاصد مرا جو کچھہ کہ تو جاتا ہے دیکھہ
اس طرح سے اُس کو مت کہیو کہ وو محجوب ہو

نام پر ان خوبرویوں کے فدا کرتا ہے جان
کیوں نہ ان طرحوں سے مجکو دل مرا محبوب ہو

کیوں کہ خاطر خواہ دل کے درد کی تقریر ہو
کب یہ معنی لفظ میں آتے ہیں' کیا تحریر ہو

بیطرح ہم مبتلا پاتے ہیں خوباں کا اسے
دیکھئے اب اس دوا نے دل کی کیا تدبیر ہو

زندگی اور موت لگ جاوے ٹھکانے سب 'حزیں'
عشق میں رعنا جوانوں کے مروں گر پیر ہو

اس طرح سیتی جو دکھلایا ہمیں روز سیاہ
کیا کیا تھا سانوروں کا ہائے ہم ایسا گناہ

اشک رنگیں کیوں رواں ہوتے مری آنکھوں ستی
گر نہ پڑتی گلرخوں کی اے 'حزیں' مجھہ پر نگاہ

نہ آئی اُس کے مرنے پر بھی شیریں جوے شہراوپر
یہ حسرت جی میں اپنے اب تلک فرہاد رکھتا ہے

کچھہ گئے ہجر میں' کچھہ وصل میں گریاں گذرے
کیا مری عمر کے اوقات پریشاں گذرے

شان مجنوں کی ' کسو کی نہ رہی نظروں میں
خیال آہو میں جو ہم چاک گریباں گذرے

خوباں کے درد و غم نے کیا نا تواں مجھے
یہاں تک کہ مو بھی تن پہ ہوے ہیں گراں مجھے
ان دلبروں کا دیکھہ دل ایسا گیا کہ ہاے
ملتا نہیں ہے اُس کا کہیں * اب نشان مجھے
یوں تو نے مجکو جان! یکا یک بھلا دیا
تیری وفا پہ ہاے نہ تھا یہ گماں مجھے

ہر نصیحت میں تری مانوں گا اے ناصح ' پر ایک
دلبروں کے دیکھنے میں جی مرا نا چار ہے
یہاں تلک ان خوبرویوں نے ستایا ہے کہ اب
زندگانی سیتی اپنی ' جی مرا بیزار ہے

دیوانگی کو اپنے مرنے تلک نبھا دیا
ملتے کہاں ہیں کامل مجنوں سے فن کے اپنے

نہیں چھوڑتا ہے یہ دل خوبوں ستی مروڑیں
مارے ہوے ہیں ہم تو اس بانکپن کے اپنے

میں ان خوبوں کے ملنے میں جواتنے رنج کھینچوں ہوں
نہیں تقصیر کچھہ ان کی' مجھے یہ دل ستاتا ہے
نہیں کچھہ جانتے خورشید رو قدر اس دوانے کی
انہوں پر ہاے دل کس کس طرح سے جی جلاتا ہے

---

* کہوں = کہیں —

نہ کی کچھہ فکر تم نے اپنے وعدوں کی وفاؤں کی
بھلی تم نے خبر لی ' جان ! اپنے آشناؤں کی

میں چاھتا ھوں عشق چھپاؤں' یہ کیا کروں
رسوا کرے ھے خلق میں یہ چشم تر مجھے
سب آرزوئیں دل کی تھکا نے لگیں ' حزیں '
گو قتل کر چکے وہ سپاھی پسر مجھے

نہ پائے ھم نے خوباں ' دوست اپنے آشناؤں کے
عبث ھم عمر کھوئی عشق میں ان بیوفاؤں کے
یہ لڑ کے ناز نیں کیونکر جلاویں جی ھر اک جی پر
کہ ھوتے ھیں نپٹ نازک مزاج ان میرزاؤں کے
نہیں کہتا کوئی سمجھا کے ھائے ان خوبرویوں سے
یہ کیوں ھوتے ھیں دشمن ناحق اپنے مبتلاؤں کے

دام الفت کی رھائی خوش نہیں آتی مجھے
ایک دم اس سے جدائی خوش نہیں آتی مجھے
روز باراں کیوں نہ اے زاھد کہوں مے کو حلال
اس قدر بھی پارسائی خوش نہیں آتی مجھے

بجا ھے درمیاں ان کے تجھے . دعوی خدائی کا
سجن ! واللہ بندے ھیں بتان خوش کمر تیرے
پسیجا بھی نہ گرمی سے تری' پتھر سا دل اُس کا
نہ کر شور اس قدر اے آہ بس دیکھے اثر تیرے

وفا میرا اگر جور و جفا تجکو نہ سکھلاتا
تو کیا آرام سے یہ زندگانی ھائے کٹ جاتی

یہ خسرو کو ھکن سے سر چڑ ھے کو کھو نکہ ترساتا
اگر شیریں تک ایک بھی امتحاں کو کام فرماتی

'حزیں'! میں درد دل کا کس طرح ظاہر کروں تجھہ سے
مجھے کہتا ھے "تیری بات مجکو خوش نہیں آتی"

راحت میں دل کے ھاتھہ نہ پاؤں گا ایک دم
جب تک کہ میرے ساتھہ یہ خانہ خراب ھے

مجھے کہتا ھے تیرا دل کہاں ھے قیامت شوخ میرا بد گماں ھے
خزاں آتے ھی اب دیکھے گا آخر نہ بلبل ھے 'نہ گل' نے آشیاں ھے

نہپت شورش سے آتی ھے بہار اب خبر لے اپنی تو اے دل دوانے

جو کچھہ سلوک کہ کرتا ھے اب گریباں سے
نہ تھا یہ ھات مرا اِس قدر کبھو گستاخ

نو بہار آئی 'حزیں'! کیا کیجئے اب دل کی فکر
بے طرح مجکو نظر آتی ھے دیوانے کی طرح

کون دیگا دیکھہ اس موں کو دل محزوں کی داد
لی نہیں جانے کی محشر میں بھی اُس کے خوں کی داد
کوہ و صحرا میں پڑے' فریاد کر کر مر گئے
کچھہ نہ دی اس چرخ نے فرھاد اور مجنوں کی داد

مہر و بے مہری تمہاری ھم سمجھتے ھیں سجن!
جی میں جنگ اور منہ پہ یہ صلح نمایاں العیاذ

ایک دن دریا نے دیکھا تھا مرے رونے کا جوش
روز و شب ھوتا ھے غیرت سے تہ و بالا ھنوز

گر پڑے نظروں ستی فرھاد اور مجنوں کی شان
دیں محبت میں اگر ھم اپنے غم کھانے کی عرض

جس طرح ہوتا ہے بے رونق چراغ ماہتاب
زرد رو مجلس میں خوباں کی نظر آتی ہے شمع

بجھ گیا تھا مرگ سے مجنوں کی الفت کا چراغ
داغ نے میرے کیا روشن محبت کا چراغ

متّصل فرہاد کو کب کرسکے ہے سر براہ
کوہ ہوسکتا نہیں دلہاے نالاں کا حریف

خورد سالوں میں قیامت ہے لٹک جیوں شاخ گل
کیوں نہ جاوے جی کی آنکھوں میں کھٹک جیوں شاخ گل
ہات اُس کا بسکہ نازک ہے' نہیں لاتا ہے تاب
توڑنے میں گل کے جاتا ہے لچک جیوں شاخ گل

قرض لیویگی قضا لوہو شہیدوں سے ترے
تب کریگی حشر میں رنگیں قیامت کا چمن

دیکھ کر گلشن میں تجکو جان! گڑ جاتا ہے سرو
یہ لٹک قد کی ترے پیارے کہاں پاتا ہے سرو
کچھ نہیں اُس کو رعایت شان معشوقی کی ہاے
اس قدر * کیوں قمریوں کو سر پہ بٹھلاتا ہے سرو

کچھ محبت میں نہیں عاشق بچاروں کا گناہ
دل کی گردن پر ہے سب ان دکھ کے ماروں کا گناہ

شیخ محمد حاتم "حاتم"

تخلص - عمدۂ نکتہ پردازان' و علامۂ سخن طرازان
است - نکات رنگینش تازگی بخش دلہاے محزون' و خیالات

---

* (ن) اس طرح —

دل نشینش از نزاکت معانی مشحون - اشعار دل آویزش گلدستۂ انجمن ' و بہارستان طبعش رشک افزاے چمن است - مثنوی حقہ که به جعفر علی خان ' زکی ' محمد شاہ بادشاہ فرمائش نمودہ بود ' ازو دو شعر موزون شدہ دیگر سر انجام نیافت ' شیخ محمد ' حاتم ' باتمام رسانیدہ بنظر امعان در آمد ' جملۂ سی بیت است ' در آن جا میگوید : —

کہا نیچے نے یہ سب کی خبر رکھہ تو اپنے دل جلوں اوپر نظر رکھہ
پیا ' ہو مہرباں جس دم بلایا کرم کر لے کے نیچا مونہہ لگا یا
لگا منہ نال تب حق حق پکارا گویا منصور پھر آیا دوبارا
نہ حقہ میں صداے سرسری ہے کنھیا ہات گویا بانسری ہے
نہ نے پرسالوی برہاں پوری ہے کہ جوں کالے پہ کالی کیچری ہے

بوقت تحریر این چند ابیات دیوانے ضخیم ازو بدست آمد ' اما فرصت انتخابش نشد - لاچار این چند گلہاے تازہ بنا بر جلدی از گلستانش چیدہ حوالۂ قلم میشود : —

کہتا ہوں سب ستی جو ہو منصف سو دیکھہ لے
سب طرح کا مذاق ہے میرے سخن کے بیچ
' حاتم ' کا شور تیس برس سے ہے ہند میں
صاحب قراں ہے ریختہ گوئی کے فن کے بیچ

اس ابر سے ہوا میں ' یوں اوڑتا ہے دل میں
پی پی شراب ہو ویں بے اختیار ہم تم

خبر قاصد کے آنے کی سنے سے جی دھڑ کتا ہے
خدا جانے کہ اُس کا اب مجھے پیغام کیا ہوگا

بول اے دلبر عیّار ! کہاں جاتا ھے ؟
کھول لب لعل شکربار ! کہاں جاتا ھے ؟
پہن کر برسوں نپٹ تنگ بسنتی جامہ
ملک کیسر کے زمیندار کہاں جاتا ھے

این بیت جاے دیگر ھم چنین شنیدہ شد لیکن نام شاعر تصریح نگشت ظاھرا کسے راتوارد شدہ باشد :—

زرد چہرے سے نپٹ دل کو مرے بھاتے ھو
ملک کیسر کے زمیندار کہاں جاتے ھو

نہ گھٹے ایک رتی وزن میں اِلّا ماشا
گر مرے من کو جو سو من کے برابر تولے
وو دھرے عشق کے میداں میں قدم کو ' حاتم '
ھات اپنے کو جو کوئی خون جگر سے دھولے

چشم و زلف و خال و خط چاروں ھیں دشمن دین کے
حق رکھے ایماں سلامت ایسے کفرستاں کے بیچ
اھل معنی جز نہ پاوے گا کوئی اس رمز کو
ھم نے پایا ھے خدا کو صورت انساں کے بیچ

کروں قربان جیو کو اس گھڑی ' اسوقت ' اس پل کے
کہ جس دم ناز سے دلدار آوے پاس مجھہ چل کے
جہاں کے خوب صورت دیکھہ تجھہ صورت کو حیرت سے
ھوے خاموش مجلس میں گویا پتلے تھے سب گِل کے
نہ آوے خواب راحت کیونکہ مجکو بستر غم پر
کفِ پا کا تصور جس کے ' گُل تکیے تھے مخمل کے

تری هر آن پر 'حاتم' سجن! قربان جاتا ہے
ترے سج کے' اکڑ کے ' چال کے ' اور زلف کے بل کے

خیال چشم ترا آبسا ہے آنکھوں میں
شراب کا سا ہمارا نشا ہے آنکھوں میں
نگہ میں تو نے کیا مردماں کا خانہ خراب
سیاہ چشم تری کیا بلا ہے آنکھوں میں
کوئی مرے' کوئی جیوے' تو آنکھ اُٹھا کے نہ دیکھ
میاں! جو شرم سے تیری حیا ہے آنکھوں میں
نظر میں بند کرے ہے مجھے بتا کے ' تری
فسوں ہے' سحر ہے' جادو ہے' کیا ہے آنکھوں میں
کہیں نہ بیٹھ اگر چاہتا ہے 'حاتم' کو
کہ نور چشم ہے تو' تیری جا ہے آنکھوں میں

کس ستمگر کا گنہ گار ہوں اللہ اللہ
کس کے تیروں سے دل افگار ہوں اللہ اللہ
اس کے ہاتوں سے نہ جیتا ہوں نہ میں مرتا ہوں
کس مصیبت میں گرفتار ہوں اللہ اللہ
نمکیں حسن سے اُس لب کے مزے لوٹوں ہوں
کس نمکداں کا نمک خوار ہوں اللہ اللہ
نرگس! اب ہم سے نہ کر دعوی ہم چشمی تو
کس کی نرگس کا میں بیمار ہوں اللہ اللہ

خضر اب دور کر آنگے سے مرے آب حیات
کس کے بوسے کا طلبگار ہوں اللہ اللہ

کیوں نہ آنکھوں میں رکھے مجکو زلیخا بھی عزیز
کیسے یوسف کا خریدار ہوں اللہ اللہ

خواب میں یار نے آ مجکو جگایا 'حاتم'
کس قدر طالع بیدار ہوں اللہ اللہ

تجھہ بدا جان نہیں جان! مری جان کے بیچ
اب تو پھر آ ' کہ جلا یا ہے مجھے آن کے بوچ *

ہوئی زباں لال ترے ہاتوں سے کھاتے بیڑا
کیا فسوں پڑ کے کھلا یا تھا مجھے پان کے بیچ

آج عاشق کے تئیں کیوں نہ کہے توں دُر دُر
واسطہ یہ ہے کہ موتی ہے ترے کان کے بیچ

آج 'حاتم' سے سجن! تو نے بورا † کیوں مانا
کیا خلل اُس نے کیا آ کے تری شان کے بیچ

اے دل نکر تو فکر ' پڑیگا بلا کے ہات
آئینہ ہو کے جا کے لگے ' دلربا کے ہات

دینا نہیں ہے شیشۂ دل سنگدل کے تئیں
دیجیے اگرچہ دل تو کسی میرزا کے ہات

'حاتم' امید حق سے نہ رکھے تو کیا کرے
موقوف ہے ملاپ سجن کا خدا کے ہات

---

* دیوان میں نہیں ہے — † بُرا = ناگوار ~

کافر! اتنا کیوں کرے ہے ہم سے ہو کر رام رام
حال میرا دیکھ لے، کر ظلم اے خود کام کم
کیا ہوا گر پوچھ کہا کہا دل میں رکھتا ہے گرہ
تاب کیا تجھ زلف آ گے جو نکالے دام دم
جو صدا آتی ہے باتوں کی تری مجھ کان میں
جانتے ہیں اس سخن تیرے کے تئیں الہام ہم
جیوں کہا قاصد نے چل 'حاتم' بلایا ہے تجھے
دل ستی جانا رہا سنتے ترا پیغام غم

کاتب الحروف درین زمین 'ریختہ' دارد اینست:- (ریختہ)

آج مجھ سے ہو گیا ہے من و عن آرام رم
اب تو کچھ جور و جفا کرائے بت خود کام کم
سبزۂ خط، ابرو و مژگان و وہ زلف سیاہ
ایک لب کا شہد ہے اور ہے کئی اقسام سم
کیا کہوں قاصد سے حال اپنا کہ آنسو سے مرے
ہو گیا کاغذ مرا لکھتے ہی تیرا نام نم
ایک دل تھا وو تو جو بیٹھا ہے گلرو کے کنار
اب تو بھیجا بے وسیلے جان کر پیغام غم
جو خماری چشم ساقی میں ہے 'صاحب' کیفیت
خواب میں دیکھا نہ ہوگا اس طرح کا جام جم

مت پریرو یاں! ہمارے دل کو دیوانا کرو
درد مندوں کے جگر کی آہ تک جانا* کرو

---

* مانا -

زلف خوباں میں جو چاہو' ہو نگہ کی دسترس
پنجۂ مژگاں کے تئیں اپنے بنا شانا کرو
شمعرویاں کی لگن میں جل کے خاکستر ہوا
عشق کے کشور کا میرے نام پروانا کرو
دوستوں کے حق میں ہرگز دشمنوں کی بات کو
تم سنی کہتا ہے ' حاتم ' سن کے مت مانا کرو

جو چمن میں جا کے تجھہ قامت کا میں چرچا کروں
کیا عجب ہے گر قیامت سرو پر برپا کروں
اُوس لب نازک کو لازم ہے کہ وقت مےکشی
غنچۂ و گل کوں چمن کے ساغر و مینا کروں
وصف لکھنے میں تمھاری چشم کا اے فتنہ خو
مجکو واجب ہے قلم گر نرگس شہلا کروں
یاد کر کر تیغ ابرو کو ترے اے خوش نین
نیم بسمل کی طرح کہہ کب تلک تڑپا کروں
موسم برسات اگر بھاوے تمیں * اے نو بہار
ابر کے مانند آنکھوں سے سدا برسا کروں
شوخ بے پروا کی واقف ہوں سیہ چشمی ستی
یک نظر دیکھے نہیں ' تن پیس گر سرما کروں
غم سے رو رو کر مثال رعد نالاں ہوں رقیب
کوچۂ اُس برق سیما میں دمےگر جا کروں
جس حسیں کو دیکھہ ' حاتم ' صبح ہوتی ہے نثار
ماہ کو کس طور اس بے مہر کا ہمتا کروں

---

* تمھیں —

دیکھہ کر بلبل لب و رخسار خوباں کی طرف
منہہ پھرا کر پیٹھہ کر بیٹھے گلستاں کی طرف
یاد کر کر جامہ‌زیبوں کے چنے دامن کا گھیر
ہات دوڑاتا ہوں وحشت سے گریباں کی طرف
خال زلف اس کا اگر ہوتا جو مجھہ وحشی کے پاس
کون آتا ہاے تو مجھہ سے پریشاں کی طرف
انتظاری میں تو اے بے مہر! سارا دن گیا
شام ہوتی ہے ارے آجا غریباں کی طرف

چاند سے تارے کا ہوتا ہے کبھی جوں اتفاق
کس قدر پیارے ترے مکھہ پر چمکتا ہے بلاق
یا کماں، یا ماہ نو کہنا بجا ابرو کے تئیں
یہ تعجب ہے کہ عالم جفت کو کہتا ہے طاق

مت عاشقوں پہ جور و ستم اس قدر کرو
عالم کا ڈر نہیں تو خدا کا تو ڈر کرو
دل کے نگیں پہ اسم تمہارے کا نقش ہے
نام اپنے کے سبب تم اُسے نامور کرو
دل لے گئے ہو تس پہ جفا چھوڑتے نہیں
ہم سے جلوں کی آہ سحر سے حذر کرو
آساں نہیں ہے شوخ ستمگر کو دیکھنا
دل کو نذر کرو تب اُس اوپر نظر کرو
'حاتم' کہے ہے تم کو سجن! ایک جا تو رہ
آنکھوں میں آبسو، یا مرے دل میں گھر کرو

جلوہ گر فانوس تن میں ہے ہمارا من چراغ
بے بتی* اور تیل ہے گا یہ سدا روشن چراغ
کیوں نہو سیر چمن بلبل کے حق میں شب برات
روغن گل سیں ہوا ہے ہر گل گلشن چراغ
ڈر نہیں مجنوں کو پھرنے کا شب ہجراں کے بیچ
حق میں اس کے دیدۂ آہو ہوے بن بن چراغ

میری طرف اگر وو پری رو گذر کرے
شیشے میں دل کے بند کروں جو نظر کرے
رو رو ہوا ہوں خشک یہاں تک سجن کے باج
آنسو بھی نہیں رہا جو مری چشم تر کرے
دعویٰ کیا ہے شیخ نے 'حاتم' سے عشق میں
دونوں میں دیکھئے یہ مہم کون سر کرے

سب ترے مشتاق ہیں آ اس قدر مت کر درنگ
بن ترے شبرنگ ہے اے شمع رو مجلس کا رنگ
سانورے رخسار اوپر کھول کر زلفوں کے تئیں
ہند میں کافر نے آ دکھلادیا ہم کو فرنگ
سچ اگر مجنوں تو ہے' لڑکوں کے پتھروں سے نہ ڈر
گر گرا کر ترے اوپر گر گریں جانو نہ سنگ †

---

* بلا تشدید -

† دیوان میں یہ شعر نہیں -

مرے سینے میں کیا گلزار پھولا ہے نظر کر لے
کہ گل ہے داغ دل کا اور غنچہ ہے دل اے بلبل
خدا کے واسطے اس دم نگہ اس کی سے مل جانا
نظر آوے چمن میں گر ہمارا قاتل اے بلبل
تو اور گل ہمکنار، اور مجھ سے گلرو دور، یا قسمت!
تجھے ہے عیش، پر مجکو پڑی ہے مشکل اے بلبل
دوانے! اس زمانے شور و غل کرنے سے کیا حاصل
اگر چاہے ہے سوز دل تو 'حاتم' سے مل اے بلبل

دیکھ رخسار ترے گل نے گریباں پھاڑا
اور کلی لب کو ترے دیکھ کے کمھلائی ہے

این انتخاب میر محمد تقی 'میر' و فتح علی خان است:-

دیکھ طور اس دور کا 'حاتم' نے چھوڑی ہے شراب
یاد کر کر سبز رویاں کو وو اب پیتا ہے بھنگ

لفظ 'سبز رویاں' کہ درین مصرع خلاف محاورہ افتادہ '
در خاطر فاتر فقیر بتغیر میرسد (مصراع)
یاد کر کر خط کی سبزی کو وو اب پیتا ہے بھنگ —

نظر آیا تھا بکری سا، کیا پر ذبح شیروں کو
نہ جانے تھا کہ یہ قصاب کا رکھتا ہے دل گردا

گر عدو میری بدی کرتا ہے خاص و عام میں
میں اسے رسوا کروں گا باندھ کر دیواں کے بیچ

سجن نے یاد کر نامہ لکھا اور ہم رہے غافل
بجا ہے معذرت لکھنا ہمیں کاغذ خطائی پر

آزاد کو بھلا ہے رہنا جہاں میں ننگا
ہیگا لباسیوں میں جن نے لباس رنگا

نال کی سی طرح چاہے تھا کہ بالا دے مجھے
مدعی آخر کو اپنے زور میں آپ ہی گرا

آب حیات جاکے کسو نے پیا تو کیا ۔ مانند خضر جگ میں اکیلا جیا تو کیا

ہجر میں زندگی سے موت بھلی ۔ کہ کہیں سب جہاں 'وصال ہوا

ہائے بیدرد سے ملا کیوں تھا ۔ آگے آیا مرے ' کیا میرا

میر محمد تقی ' میر ' در ترجمۂ ' حاتم ' پیش مصراع چنین بہم رسانید :—

مبتلا آتشک میں ہوں اب میں ۔ آگے آیا مرے ' کیا میرا

اگرچہ مضمونش اعلیٰ است' لیکن کلمۂ بد را باخود نسبت دادن ازآئین عقل بعید می نماید وطرفہ ترایں کہ فتح علی‌خان در تذکرۂ خود مصرع میر تقی ' میر ' را بنام ' حاتم ' نوشتہ و اصلاً اشارہ بطرف میر ننمودہ —

لیا اُس گلبدن کا ہم نے بوسہ ۔ تو کیا چوما رقیبوں نے ہمارا

* ان دنوں میں دیکھ کر مجکو اپھرتے ہیں رقیب
پوٹ ہے ان کا بھرا کل پرسوں مرتے ہیں رقیب

خاصی سجن کا ملنا تن سکھ ہے عاشقوں کا *
گاڑھے † رقیب سارے مرتے ہیں ہات ململ

---

* (ن) کو —

† (ن) " یہ کیوں " دیوان کے دو نسخوں میں ہے —

مارا ہے سنگدل نے دکھا مجکو رنگ سرخ
تعویذ مجھہ مزار کا لازم ہے سنگ سرخ

پاؤں مت دھر بوالہوس بحر عمیق عشق میں
جان کر ڈوبا ہے یہاں انجان جو آ کر ترا

تو نہیں تو کنج تنہائی میں ہے بوریا کا نقش ہم پہلو مرا
ہر قدم پر سرو پانی ہو بہے جو چلے وو قامت دلجو مرا
'حاتم' بیکس کا تجھہ بن کون ہے کون ہوگا جو نہ ہوگا تو مرا

شاید عمل کیا ہے رقیبوں کی بات پر
تب تو دلوں کا چور پھرے ہے چھپا ہوا

وصف آنکھوں کا لکھا ہم نے گُل بادام پر
کر کے نرگس کی قلم اور چشم آھو کی دوات

مے پلا راہ سے کھویا ہے رقیبوں نے اُسے
آوے 'حاتم' کی طرف جب کہ کبھو مست آوے

چھین لیتے ہیں مرے دل کو نگاھوں کے بیچ
حسن رھزن ہے یہ پنجاب کی راھوں کے بیچ

کوئی دیتا نہیں ہے داد بیداد کوئی سنتا نہیں فریاد فریاد

آج نرگس کی قلم کرکے سجن ! لکھتا ہوں میں
وصف آنکھوں کا ترے کاغذ بادامی پر
جب سے تیری نظر پڑی ہے جھلک
تب سوں لگتی نہیں پلک سوں پلک
دلوں کی راہ میں خطرے پڑے ہیں کیا یارو !
کہ چند روز سے موقوف ہے پیام و سلام

محمد علی حشمت " حشمت "

مبارز میدان سخندانی و چابک خرام قلمرو معانی است - شمشیر وجودش از مصقلۂ تربیت غنی بیگ ' قبول ' بجوهر کمال رسیدہ ' و آن سحاب فیض بار گلشن جاوید بہار سخنش را از آبشاری خود طراوت فراوان بخشیدہ - ' میر ' نویسد کہ " همراه قطب الدین خان فوجدار مرادآباد در جنگ رهیلہ متوجہ عالم باقی شد "- نقش سخن باین طور می بندد :—

خط نے ترا حسن سب اُڑایا یہ سبز قدم کہاں سے آیا

جب آ خزاں چمن میں ہوئی آشناے گل
تب عندلیب رو کے پکاری کہ ہائے گل

سید محتشم علی خان ' حشمت '

از شعراے هندوستان است - احوالش از خارج بسمع نہ رسیدہ ' مگر میر محمد تقی ' میر ' او را بخوبی یاد می کند کہ " سید صحیح‌النسب بود ' سپاهی عمدہ روزگار ' شاعر خوب فارسی و ریختہ ' فہمیدہ و سنجیدہ ' با همہ کس بعجز و انکسار پیش می آمد - جنسے بود کہ در دل همہ جاے او خالی است - از خاک پاک دهلی در مغل پورہ سکونت داشت - برادر کلان او کہ میر ولایت‌اللہ خان باشد ' مغتنمات روزگار است - دیراست ترک روزگار کردہ ' خانہ نشین است - گاهے شعر هم می کند " - انتہی ' این دو بیت او از تذکرۂ " نکات‌الشعراء " بدست آمد ' در این جا التقاط یافت :—

نکہت گل نے جگایا کسی زنداں کے بیچ
پھیر زنجیر کی جھنکار پڑی کان کے بیچ

بہار آئی دوانے کی خبر لو اگر زنجیر کرنا ہے تو کر لو

قبل از اطلاع این بیت فقیر را در "مرأت حسن" که دریں ولا سوزگداز عشق خود چار صد ابیات بموجب اعداد نام خود که لچھمی ناراین است گفته شد - بیتے قریب مضمون این بیت بخاطر آمده ' این است :—

بہار آئی مجھے زنجیر کرنا وگرنہ اور کچھہ تدبیر کرنا

میر محمد حسن "حسن"

تخلص - از تلامیذ میرزا رفیع 'سودا' است - می گویند که مردے مہذب و مؤدب بود ' و گذران خود در شاہ جہان‌آباد می نمود - این ابیات را صاحبان ہر دو تذکرہ نوشته اند :—

لگتا ہے مجھکو آج یہ سارا جہاں خراب
شاید کہ مرگیا ہے کوئی خانماں خراب

این بیت که مذکور شده خلاف روز مرۂ ہندوستان است ' ہر که رمز دان است مي فہمد —

قاتل اگر کہے کہ سسکتا ہی چھوڑیو
خنجر! تو ایک دم کے لئے منہ نہ موڑیو

محمد حسیب "حسیب"

تخلص - از شعرائے مشہور حیدرآباد است - اشعارش بر السنۂ مردم آنجا بحدے جاری که حاجت اظہار نماندہ و نیست - غرض شاعر والا اقتدار بود - و تلاش مضامین عالی می نمود -

این چند ابیات او فرا گرفته شد :—

نہ گئی چشم سے آنسو کی روانی آخر

رہ گئی یار کی الفت کی نشانی آخر

ہنس پڑا باغ میں بے تابی بلبل کو دیکھہ

کھل گئی یار کی سب غنچہ دہانی آخر

سونہ کر آنکھہ کو، کیا ذوق سے سویا تھا حسیب!

نہ سنی حیف مری پیم کہانی آخر

دل بے دل کی یک تسلی کو کچھہ تو اپنا نشان دیو جاناں!

این دو بیت فتح علی خان بنامش می کرد :—

قواعد کیا ہے کھچو راست جیوں تیر اے کماں ابرو!

کشش کر زور سے دل کھینچ پھر کیوں چھوڑ دیتے ہو

گلبدن! پھول کی مت توڑ تو ڈالی آرے

دیکھہ ابھی شور کریں بلبل و مالی' آرے

حاجی میر علی اکبر رمّال " حاجی "

تخلص - در علم رمل مہارت خوب میدارد و این فن را بہ نیکو ترین وجہ می پندارد - رمالے در دکن (...) نیامد کہ باو خود دو چار شدہ باشد - آرے شہسوار این فن' و در لطیفہ گوئی زیب انجمن است - از لاہور کہ مولد اوست' در عمر بست و یک سالگی محمل سفر بسمت بیت اللہ بر بست ' و در شاہجہان آباد سہ ماہ بمقتضاے قضا و قدر باکابران آنجا مثل مرزا مظہر جان جانان ' و عبدالحی تابان ' و مرزا رفیع سودا در خورد و بعدہ از اکبر آباد بہ گوالیر برآمدہ بہ سرونج رسید -

وهشت ماه درانجا تمکن گزیده، بدارالسرور چندے معمول انداخت۔
و از انجا عزم بیت‌الله بر خود مصمم کرده بسورت وارد گشت۔
و چهار ماه دران گل زمین بسر برده آخر بجهاز سوارشده در
سه ماه بجده احرام بیت‌الله بربست و دو نیم سال درمکهٔ معظمه
و شش ماه در مدینهٔ منوره سعادت حاصل کرده عازم این
طرف گردیده، دست بیعت بدامن خلاصهٔ اولیاے دکن
حضرت شاه یسین نذر یاری نورالله مرقده آویخت ۔ تاریخ وفات
آن بزرگوار حضرت میر غلام علی 'آزاد' چنین یافته اند۔
(تاریخ) : —

شیخ عالی قدر، صاحب معرفت رحلتش آورد دلها رابدرد
گفت تاریخ وصال او خرد شاه یسین یگانه فوت کرد

و نیز عبدالقادر المتخلص به 'مهربان' که احوالش نوشته
خواهد شد، چنین گفته و هفت اعداد زائدرا بحسن تعمیه برآورده۔
(تاریخ) : —

شاه یسین آیت روشن ز آیات اِلٰه
کرد رو از عالم فانی بفردوس برین
هاتفی از چشم خود سیارها افشاندو گفت
سال تاریخ آیهٔ یسین را تا مرسلین

بعده در خجسته بنیاد رسیده بکمال کامل بماند و از شاه
'سامی' ملاقات کرده شوق ریختہ گوئی پیدا کرد، چنانچه میگوید : —

میں ہر سخن میں 'حاجی' اب کیوں نہ درفشاں ہوں
استاد مجکو 'سامی' صاحب کمال پس ہے

عالمے را ز علم رمل و دیگر فوائد کثیرهٔ متوا فره بفیض

رسانید، پس ازان در برهان پور به سید معزالدین خان شحنهٔ آنجا سلمه الله العزیز که مرد خیلے قابل و قابل دوست است، در خورد و دو سال در آنجا بگذرانید۔ خان مذکور خدمت شایان بظهور آورد - و از آنجا مراجعت بطرف خجسته بنیاد نموده، چندے اقامت کرده، متوجه حیدرآباد گشت که در اثناے راه باراقم سطور ملاقات دست داد، فقیر هم که ذله برمائدهٔ فصاحت قابل دیده خود را در سلک تلامذه کشید و در علم رمل ماهر شد، و علم قیافه و اسرار قاسمی، در عجائبات و غرائبات هم اخذ نمود۔ مرا از راه کرم فرمائی چند کتب متداولهٔ رمل مثل سرخاب، و زبدة الرمل، و لب لباب، و مفتاح مفاتیح، و رضوان الرمل، و هدایت الرمل از دستخط خاص نوشته به فقیر عنایت ساخت - و تقویم عمر راقم به علم اعجاز در دائرهٔ ابدخ قلمی نمود - "جزاک الله فی الدارین خیرا" - القصه مرد رنگین مزاج و پاکیزه گفتار است - حق تعالیٰ دیر گاه سلامت دارد، و خیال خام لاهور از داش بر دارد - باغبان قلمش چنین نخل می نشاند :-

بھٹکتے باغ میں پھرتے ہو کیوں اے عندلیبو! تم
چمن میں گل ہزاروں ہیں ولے اس گل کو آ دیکھو

رکھتا ہے آج قتل کا دل میں خیال توں
غصے کی تیورے ہم نے یہ نظریں پچھانیاں

رہتی ہیں رات دن ترے بس انتظار میں
روئیں نہیں تو کیا کریں آنکھیں نسانیاں

تن ہوا جل خاک میرا، دیکھ کر رنگیں لباس
آتش اب دل کو لگی ہے جامۂ گلنار کی
مجھ سے بولا دیکھ کر دل نے دبستاں کی بہار
مکتبوں میں ہند کے ہے یوسفستاں کی بہار

بعضے مردمان معنی ناشناس، بیگانہ از سخن فہمی، اعتراض بر لفظ یوسفستان می آرند، محض باطل است - مرزا صاحب در قصیدہ می فرمایند :-

یوسفستان شد ز گل پیراہنا بازارہا
شد زلیخاے کہن سال جہان از سر جوان

ہمین مصرع را شاہ 'سامی' در مقطع ریختہ تضمین می نماید

مصر میں 'سامی' نجا سن 'حاجی اکبر' کا سخن
مکتبوں میں ہند کے ہے یوسفستاں کی بہار

فقیر ہم، درین زمین، ریختہ بسلک نظم کشیدہ، و این مصرع را تضمین چنین نمودہ - (ریختہ): -

ہے نظر میں میرے اس گل کے دبستاں کی بہار
جس طرح بلبل کو یاد آتی ہے بستاں کی بہار
طفل آنسو کو مرے یک پل نہیں دل بیچ چین
کب خوش آتی ہے اُسے تجھ بن گلستاں کی بہار
ہے سطر ہر ایک میری رشک زلف گل رخاں
کب برابر اُس کے ہے گی سنبلستاں کی بہار
چاہ کنعاں کی مبث، 'صاحب' سخن 'حاجی' کا سن
"مکتبوں میں ہند کے ہے یوسفستاں کی بہار"

این اشعار طبع زاد حاجی صاحب اند :-

چشم شہلا دیکھہ اُس کی ہوگیا مخمور دل
کیونکہ بھولے مجھہ سے ایسے نرگسستاں کی بہار
اُس کے دام زلف میں 'حاجی' ہوا پابند آج
ہے پریشاں جس کے آگے سنبلستاں کی بہار

کس کو طاقت ہے جو دم مارے تری چشموں سے اب
ایک آنکھیں سرمہ زا اور دوسرا سرمہ دیا
کوہ کن سا سہل سمجھا تلخی جاں کندنی
تجھہ لب کوثر کا جس نے شربت شیریں پیا

جب ستی جا کر ملے ہو صحبت خندوں میں جان !
کس طرح سے ہوگئے ہو 'شوخ' ابتر' الحفیظ
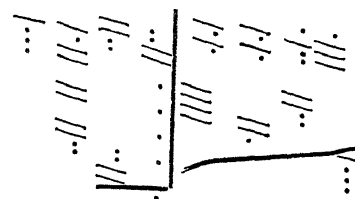
کل تو پیارے گھر میں تم آؤ گے یا نہیں
اپنا جمال ہم کو دکھاؤ گے یا نہیں
جلتا ہوں جیوں سپند تمھارے فراق میں
آتش کو دل کی جان! بجھاؤگے یا نہیں

نہ بوجھو اور کچھہ مجکو' مگر بوجھو تو یہ بوجھو
اے شہنشاہ ملک خوبروئی! تم گدا اپنا

درین جا بخاطر می رسد کہ یک زائچۂ ضمیر کہ دال بر کمال ما نیست نمایم تا اگر رسالی را ہم برین عبور افتد و علم آن مجمع کمالات در یابد بتاریخ ششم ماہ صیام سنۃ خمس و سبعین و مائۃ و الف ساعت مشتری قمر در برج خود یعنی در سرطان و آفتاب در حمل - فقیر سوال کرد کہ ضمیر

فقیر را از هر چهار دائره باید نوشت تا مطابق آید - ایشان زانچه کشیده‌اند، امهات این بود لیحان و نقی‌الخدود و قبض الداخل —

ضمیر اصح عدد کبیر کبطام نوزده بود بر دوازده تقسیم کردیم، باقی هفت ماند، بخانهٔ

هفتم رفتم باقی هفت ماند، بخانهٔ هفتم رفتم دران مقام مطروس بود، عدد ضمیر او دو بودند. بر سهم مثلثه ایثار کردیم، بخانهٔ هشتم رسید در انجا قائم قائمه بود - معلوم شد که سوال سائل از خانهٔ هشتم است و هشتم بهفت چیز، تعلق دارد ، چنانچه اول حیات و ممات ، دوم خوف و خطر ، سوم مال و معاش ، چهارم مال دعوی ، پنجم مال میراث ، ششم قرض ، هفتم تلف ، دوازینها ضمیر بیرون باید بر آورد ، حکم برلسان الامر کردم یعنی طالع ضاحک را با جلیده که در آنیةالرمل است ضرب کردم مطروس برآمد آنرا با مستولے که امطروس است ضرب کردم کو سبسج صامت بر آمد و عدد کبیر او شانزده بود آنرا بطرح هفت هفت بخشیدم باقی از طرح دو ماند و دوم محل خوف و خطر است که بصدر تحریر یافته ، معلوم شد که سوال از خوف و خطر است که بصد تحریر یافته معلوم شد که سوال از خوف و خطر اعداد واضد اد دارد حکم —

نقی شکل آنست که بدائرهٔ اصح صاحب خانه هفتم است در خانهٔ دوم نشسته انرا با طالع ضرب کردم بضرب الداخل

برآمد و تکرار او در خانهٔ ششم و نهم و دوازدهم و سیزدهم در دو خانهٔ سعد و در دو خانه نحس که در ششم و دوازدهم است ' لیکن در انجا خط دارند که در مزاج و عدد خود اند و بدائرهٔ ابدخ نیز بخانهٔ خود نشسته که دوازدهم است باید که از دشمنین بے وسواس نباید بود که درکمین آند ؛ ایشان را حقیر نتوان شمرد و چهار کس تخم عداوت در زراعت وکینه کاشته اند و از مخدولان هیچ مضرت بسائل نخواهد رسید چرا که شکل سعد ازین تولد شده که در خانهٔ نهم است و بخانهٔ هشتم عتبه‌الداخل و شواهد مثلثهٔ او نصرت الداخل هر دو سعد آمد و شکل دشمن عتبه الخارج است ' درین زائچه حاضر نیست ' و شکل طالع که لیحان است بخانهٔ خود و در خانهٔ طاق نشسته سائل را قوت بیشتر باشد و عاقبت آن د شمنان پریشان شده در سلک دوستي در آیند - مخفی نماند که نامهاے اشکال که درپرده واقع شده تصریح کردن ضرور یعنی کیطام و ضاحک لیحان را می نامیده و امطروس قمر را می گویند وقائمه عتبة الداخل را می نویسد و جلیده نصرت الخارج را و کوسج ساقط جماعت را نام نهاده اند و آئینهٔ رمل نام خانهٔ چهاردهم است —

ضمیر بدائرهٔ برذح در طالع لیحان بود و مطلوب خود را که هفتم او انگنیس است ظاهرا در رمل موجود نیست و او صاحب خانهٔ هشتمٔ است پس معلوم شد که سوال سائل از طرف خوف و خطر ضد غائب است - حکم - لیحان که

بر طالع سائل آمد مطلوب خود را که هفتم او انثیس بان در ظاهر وباطن رمل نیافته خوب بخانهٔ هفتم رفتم آنجا حمره بود او مطلوب خود را که عتبة الخارج است می خواهد آن هم در ظاهر و باطن نیست معلوم شد که هیچ کس مخالفت نکند واغلب باشد که باهم صلح رو دهد —

ضمیر بدائرهٔ سکن لیحان برطالع سائل آمده او شکل مفرد است نقاط هفت میدارد بر خانهٔ هفتم رقم در انجا حمره که صاحب خانهٔ هشتم است نشسته ضمیر از ضد و خصم بر آمد - حکم - اشکال سعد و نحس هر دو شمار کرده یم برا بر رسیدند' همه حکم صادر شد - ضمیر بدائره ابدخ که این را مشرق الرمل می نامند و ضمیر و حکم از سیر نقطهٔ بیان می کنند۔ اکثر استادان بدین عمل نموده اند و درین فن کتابها مثل رسالهٔ شمس الدین حضری' و هدایت رامل' و شجرهٔ ثمرهٔ شیرین است که مثل ندارد و ضمیر و حکم از خانهٔ پانزدهم می گویند - چون در زائچه اصل میزان الرمل ابق بود آن زائچه را انقلاب و تدالوتد کردم امهات این شد نقبه عقله مرر

نقطه باوقبض الداخل دریا نزدهم حرکت کرده بسیزدهم
آمد و از سیزدهم بدهم رسید بخانهٔ چهارم منتهی شد

و مطلوب خود را که با وطریق است در هشتم بقران یافته که خانهٔ خوف و دوستان است و باز از چهارم حرکت نموده در پنجم که عتبة الخارج است منتهی شد و مطلوب خود را که قبض الداخل است در پانزدهم یافته بنظر تسدیس کدنیم دوشبی است معلوم شد که سائل خوف و خطر از طرف دوستان غائب میدارد۔

حکم نقطهٔ خاک از پانزدهم حرکت کرده بخانهٔ چهاردهم
و از چهاردهم بخانهٔ یازدهم و از یازدهم نشسته منتهی شو
با آنکه و مطلوب خود را در دوم رمل یافت باز حرکت کرده
بعقله پیوست داد- مطلوب خود را که درچهارم یافته باز حرکت
کرده در هشتم بطریق منتهی شد واو مطلوب خود که انکیس
است در ششم یافته گاهے قوي و گاهے ضعیف - برای آنکه نقطهٔ
خاک در خانهٔ باد چندان قوت ندارد و مطلوبات شکل هفتم که
اعداد و اضداد است گاهے یافته و گاهے نیافته اغلب که بچندے
نوع احوال سائل و مسؤل شود و یک نوع قرار بپذیرد ، گاهے
صلح و گاهے جنگ پیدا شود - اما عاقبت صاحب طالع بخیر
است - بر رمزدانان این فن محتجب نیست که رمل در لغت
بمعنی ریگ آمده است یعني چونکه ریگ را شمار نتوان کرد
این علم را هم بحیطهٔ نتوان آورد و تسکین در علم کامله ساکن
شدن شکلے را گویند که در مرتبهٔ از مرتب خود پس مهر
ترتیبی که اشکال شانزده را که ترتیب دهند و هر شکلے را در
خانه از خانهائی شانزده ساکن گرهانیده آنرا تسکین خوانند -
و تساکین درین علم بسیار است چنانچه مقابل هر نقطه از
نقاط افراد و ازواج اشکال شانزده گانه رمل که نود وشتش است
نود شش هزار تساکین واقع است و ما فوق دران متصور نیست
و تمام دائره زمین عالم نیز نود و شش هزار فرسنگ است
ازان جمله هفتاد و دو هزار فرسنگ آب دارد ، و بست
و چهار هزار فرسنگ خشکی است ، و تساکین نیز موافق فراسخ
زمین است - دران جمله تساکین چند تساکین که اقوی اند اکثر

صاحب کتابان درج کرده ' آن هشت تسکین است - یکے ببوت '
' دوم ابدخ ' سوم مزاج ' چهارم شرف ' ' پنجم اصح ' ششم '
حروف ' هفتم ' بزدح ' هشتم ایقع - از انچه درین ز آنچه هر
چهار علم که حکم کرده اختصار میکنم و ماهیت هرچهار میطرازم -

اصح - این تسکین را هیچ قانونے نیست ' و قاعدۂ کلی این
است که شکل سعد در خانۂ سعد ' و در خانۂ نحس شکل نحس
واقع است تا غائب منور بود و بسمع کس نرسیده و بسیار
خاص استاد ' حاجی حسن تبلی ' رحمه‌الله تعالی ظاهر نموده
این را جنوب الرمل گویند —

تسکین بزدح این را تسکین عدد هم میگویند و این تسکین
مشهور است ' بادریس و لقمان و پسر او ' درین تسکین نقطۂ
آتش را دو عدد گرفته اند و نقطۂ باد را هفت و نقطۂ آب را
چهار و نقطۂ خاک را هشت ' چنانکه لفظ بزدح پدید می آمد
این را معرب الرمل می نامند تسکین سکن این را دائرۂ ببوت
نیز میگویند که اول وضع شده دائرۂ سکن است و این تسکین
را حه آخری و تسکین آدم علیه‌السلام نیز می خوانند و این
تسکین مشهور است بدائرۂ ببوت اختیار کردۂ امام محمد بن
عثمان زما نیست که بدین تسکین عمل می نمود و این
تسکین را هیچ قاعده و قانونے نیست - صاحب " مرأت الغیوب "
نوشته که این تسکین را از منازل بهشت وهشتگانۂ قمر برداشته
اند و هر شکل از اشکال این تسکین در خانۂ خود پنج قوت
دارد ' اول ' عزت ' دوم ' قدرت ' سوم ' تهوّر ' چهارم ' امر
' پنجم ' نهی ' این را شمال الرمل میگویند —

تسکین ابدح پیدائش آن این کہ چون مرتبۂ عقل را بعد
از نوراللہ تعالی گرفتہ اند و نور او سبحانہ تعالی یکے ۔
پس مرتبۂ آتش نسبت بعناصر دیگر اول باشد و عدد یکے است
کہ چون مرتبۂ عقل کل کہ بعد از مرتبۂ نوراللہ تعالیٰ است
و او دوم است عدد او دو باشد و ضعف نار ' نیز دو باشد
ازین جہت عنصر باد را دو گرفتہ اند ۔ پس عدد او دو باشد
و او بعد از عقل کل عناصر اربعہ است و او در مرتبۂ سوم
واقع است پس عدد او چہار باشد و دلیل دیگر آنکہ عنصر
آب در مرتبۂ بعد از باد واقع ضعف باد نیز چہار باشد و
پس عدد آب چہار باشد و بعد از عناصر اربعہ کیفیات اوست
کہ نفس کل است یعنی مراد از نفس کیفیات ھنگامۂ عناصر اربعہ
است کہ از شکل جماعت است و او در مرتبۂ چہارم واقع
است پس عدد او ھشت باشد ' بدانکہ مراد از عقل نفس کل
و کل دراین مقام از شکل طریق و جماعت است ۔ ازین مراتب
حرف ابدع بیرون می آید و قاعدۂ این تسکین آنکہ ھر عدد
عنصری کہ کشودہ است عدد خانہ است ـــ

"حسن" راست

جب تے سفر پی نے کیا تب تے غریب آوارہ ھوں
پی بھگ تے آنا کریں یا مجکو لیں بلوائے کر

باب الطا

میر شمس الدین "طالع"

جوانے بود خوش منظر، پاکیزہ گفتار، شعر را بہ نہایت متانت می گفت، روز حیاتش در عین عنفوان جوانی مبدل بشام حجاب شد۔ آفتاب سخنہاے او چنین طالع می شود۔ در تذکرۂ فتح علی خان :-

جفاے یار کو ہم التفات یار کہتے ہیں
شفا و عاقبت اپنی کو ہم آزار کہتے ہیں
زبس معمور ہے سینہ گلوں سے داغ الفت کے
شگاف دل کو اپنے ہم در گلزار کہتے ہیں

عرصے میں ہے اے زاہد اس دور میں پیمانہ
مسجد کے تئیں جاویں کیوں چھوڑ کے میخانہ

آباد کر اے طالع تو چل کے بیاباں کو
مرنے سے مجنوں کے ویراں ہے یہ ویرانہ

نجا ناصح کی باتوں پر وو تیرا درد کیا جانے
رہی کر تو ارے دل جس میں کچھ اپنا بھلا جانے

میرزا محمد اکبر "طپش"

تخلص۔ وطن آباء او بدخشان است، ہمراہ شاہ رخ میرزا

بادشاہ زادہ آن دیار وارد ہند شدہ و تا زمان فتح یاب خان شہید کہ از مشاہیر امرا و اولاد شاہ رخ میرزا بود بخدمت بخشی گری آنہا پرداختہ بسر برد - الحال از چند مدت توطن قصبۂ ندر بار گزیدند بارادت حضرت شاہ یسین قدس سرہ گردیدند —

'طپش' از مدت چہل سال مشق شعر را اختیار کردہ' پایۂ سخن بہ تکمّل رسانیدہ' دیوان فارسی قریب شش ہزار بیت جمع نمودہ و شعر ریختہ ہم بہ مضبوطی تمام می گوید' و در فن کبت و علوم ہندیہ قدرت کامل دارد' و با این ہمہ کمالات بفروتنی و عجز و انکسار کہ لازمۂ کمال است' یگانۂ روزگار و بحدت فہم و ذکاے ذہن' و صواب راے' یکتاے عصر است - با میر 'مہربان' کہ احوالش نوشتہ خواہد شد' کمال اخلاص و خصوصیت دارد' و میر 'مہربان' ہم زیادہ از حد تعظیم و توقیر او می پردازد - با فقیر ہم یک ملاقات دست دادہ' جوان قابل بہ نظر نرسیدہ - این قسم احوال و این قدر اشعارش بموجب فرمودۂ میر مہربان بقلم آمد " صداے دل طپیدنہاے او چنین اثر دارد "

سرمہ ریز آہ حسرت ہیں مری دل ریشیاں
سی لیا ہوں پی کی پلکوں سے کتنا کر خویشیاں

کس گلی میں نہیں تمہاری زلف کا زنار کفر
تم بتا کس سے بنی آتی ہیں یہ کافر کیشیاں

نہیں مرہوں' بسکہ میں کسو' اوروں کی ستلی کا
مرا داغ جگر اب سوں ہوا ہے ایک پتلی کا

باب الیا

انعام الله خان "یقین"

شہنشاہ قلمرو سخندانی و یوسف کنعان معانی است۔ طوطی شکر مقال از گلستان ہند بر نخواستہ کہ بآن عندلیب ہزار داستان سخن بہ تشابہ گراید، و شہسوارے چابک خرام از رایضان دکن پیدا نہ شدہ کہ قصب السبق ازان فارس میدان خوش تلاشی بر باید۔ بسیارے از شکر مقالان متین خیال پرۂ ہم صفیری او برداشتند، آخر پشت دست بزمین نارسائی بگذاشتند۔ و اکثر از نازک خیالان شیرین مقالی بمقابلۂ او برخاستند، آخر از قصور بگوش‌مالی خود پرداختند۔ ازوست :-

'یقین' تائید حق سیں شعر کے میداں کا رستم ہے
مقابل آج اُس کے کون آسکتا ہے کیا قدرت

آرے عندلیب کلکش دم از عصاے ہم دمی عیسیٰ می زند، و مزاج عالیش معانی نازک می گزیند۔ ہر قطرۂ کہ از سحاب خامہ اش بچکید، لآلی گران بہا شد۔ و ہر سطرے کہ ازو سر زد، فرحت عطا کُن جانہاست۔ معنی آفریناں این زمان از نام تضمین کلامش گرم بازاری می دارند، و خوش تلاشان این عصر از اصغای نام نامیش دست بگوش میگذارند۔ چنانچہ می گوید :—

حق کو ' یقیں ' کے یارو! بر باد مت دو آخر
تم نے سخن کی طرزیں اُس سے اُڑائیاں هیں

عزیزے می گوید :—

" رباعی "

جس طرح سے لاتے هیں مضامین متیں
اشعار میں ریختہ کے ' سودا ' و ' یقیں '
ایسا کوئی نہیں هند میں ' هر چند کہ هیں
' سجاد ' و ' کلیم ' و ' میر ' و ' درد ' و ' تمکین '

اگرچہ یقین است کہ میرزا ' سودا ' در ' غزل ' و ' رباعی ' و ' مخمس ' و ' مثنوی ' و ' قصیدہ ' و ' قطعہ بند ' وغیرہ ؛ اشعار ریختہ رتبۂ رفیع میدارد ' و عالی تلاشی فراوان می نماید ' لیکن در ریختۂ ' یقین ' فصاحت و ملاحت دیگر است :—

(لھوئفہ)

اگر هزار برس تک یہ میرزا سودا
کرے جو فکر تتبع ' یقیں ' کا از دل و جاں
کھیگا معنی باریک و خوب شیریں تر
ولے نزاکت و یہ لطف و یہ قبول کہاں

الحاصل ' یقین ' یکتاے عصر و یگانۂ زمانہ است - چشم روزگار چنین معنی آفرینے نکتہ رس ندیدہ ' و گوش سپہر دوار مثل این والا منشے آتش دم نشنیدہ- سخن سرایان والا گوہر ' و آتش نفسان گرامی قدر ' مصرع طبع زادش را چون خیال مصرع قامت خوبان بدل جامیدهند ' و بیت نقش

بست کلکش را چون بیت "ابرو" بر چشم می نهند - تی الواقع اگر آن سحر پرداز ' دعوی اعجاز می کرد ' سخن سازان را بجز ایمان آوردن چارۂ نبود - و این آیۂ گران مایه " و اعبد ربک حتی یأتیک الیقین" زنگ شبه از آئینۂ دل میزدود و گلشن جاوید بہار نشں از آبشاری میرزا مظہر طراوتی پذیرفته' و این طوطی شیرین مقال' شکر بیانی از ان عندلیب نغمه خوان چمن معانی گرفته است - و اکثر جا میرزا را از راه استادی یاد می کند' و حق شاگردی خود بزبان می آرد:—

جیوں نماز اپنے پہ صبح و شام لازم کر ' یقین '
حضرت استاد یعنی شاہ ' مظہر ' کی ثنا

و نیز در جاے می نویسد :—

سایه بے شخص ٹھہرتا نہیں ' کہتا ہے ' یقین '
آپ سے مجکو جدا حضرت ' مظہر ' نه کرو

میرزا ' مظہر ' جانجان چون چرب گفتاری ' یقین ' باین درجه دید ' با ریختہاے که پیش ازین سرزده و طبع ' میرزا ' شده اکتفا کرده از شعر ریخته دست کشید —

' حکیم بیگ خان ' روزے با فقیر نقل میفرمود که "انعام الله خان'یقین' را در سنة تسع وستین و مائةوالف ملاقات نمودم'مرد خوبے' متواضع بنظر رسید - اشعار خود بسیار خوانده و استعمال تریاک باوجود صغر سنی که (۳۰) سی نخواهد بود بحدے داشت که تمام رنگ رویش رنگ کہربا گرفت - بعد انتقالش اکثر اشخاص در همان سنه شهرت دادند و گفتند که این یوسف مصر سخندانی جورپافتۂ اخوان است بل مقتول

یعقوب است " - انتہی مقالہ - بنا بران از خاطر راقم السطور تاریخ وفات ' یقین' چنین بر خاست - تاریخ —

شاعر نازک سخن و خوش خیال کرد سفر جانب ملک عدم
سال و صالش خرد نکتہ سنج گفت ' یقین' رفت بسوے ارم

مخفی نماند کہ حکیم بیگ خان ' حاکم ' تخلص کہ نام ایشان بہ صدر تحریر یافت ' از خاندان بزرگ و از شعراے زبردست فارسی اند - با میان نورالعین ' واقف ' تخلص کہ در سخن فارسی داد سحر آفرینی مید هند وا حوال ایشان گذشت ' طرح ارتباط انضباط می دارند - چنانچہ باتفاق یک دیگر از لاهور بتقریب زیارت مکہ معظمہ وارد این شہر شدند - اشعار فارسی خیلے درد آمیز می گویند - با فقیر در دولت خانۂ حضرت میر غلام علی ' آزاد ' مدظلہ العالي ملاقات مستوفي دست داد و از سخندانی ایشان کہ هر یک بذلہ و لطیفہ است طرفہ دلبستگی رو نمود - حق سبحانہ سلامت دارد ' و اشعار متقدمین و متاخرین در خزانۂ حافظہ بسیار موجود می دارند ' و باین فقیر بگرم جوشی تمام ملاقات می نمایند - د ریں و لا تذکرۂ شعراے فارسی مسمول " بہردم دیدہ " تالیف ساختند - چون روزے بغریب خانہ قدیم رنجہ فرمودند ' راقم الحروف تاریخ آمدن ایشان چنین بنظم آورد - (تاریخ) :—

بکاشانہ ام کرد ' حاکم ' کرم مرا کرد ممنون خلق کریم
پئے سال تاریخ او هاتفم ندا داد تشریف عبدالحکیم

۱۱۷۵

شخصے غائبانۂ فقیر بر لفظ عبدالحکیم که درمادۂ تاریخ
واقع شده اعتراض بیجا نمود که نام حاکم " حکیم بیگ خان "
است و عبدالحکیم نیست - این چنین تاریخ بتغیر نام بسیار
می تواند بر آمد - لہذا بجواب آن می پردازد که وقتے
حکیم بیگ خان بطرف حیدرآباد تشریف بردند، میان
نورالعین سلمہاللہ تعالیٰ را در اینجا بیماری تپ ربع بشدت
حائل شد، ایشان در اشتیاق ملاقات حکیم بیگ خان چون غزل
شانزده ابیاتی بقلم آوردند، همین اسم را صریح بیان کرده،
این سه بیت ازان است : —

شاه عبدالحکیم: زود بیا رفتی و من سقیم، زود بیا
مہرباران تازه معلوم است اے شفیق قدیم! زود بیا
هست نام تو ورد، 'واقف' را شاه عبدالحکیم! زود بیا

و همین، تاریخ حکیم بیگ خان، حاکم، از فقیر نوشته
گرفتند و در تذکرۂ " مردم دیده " که جائے احوال فقیر نوشته
پیوستند —

الحاصل، پدر، یقین، اظہرالدین خان بہادر مبارک جنگ
از ارکان شاه جہان آباد است - نبیسۂ حضرت شیخ مجدد الف
ثانی و نبیسۂ نواب حمیدالدین خان مرحوم میشود - گل گشت
دیوانش طبع را اهتزازے وا بتہاجے بخشد، اگرچه از اشتہار
حاجت اظہار اشعار نهانده، اما این چند ریاحین از گلستانش
بنا بر التزام شامۂ قلم را طراوت بخش میگردد :—

جو کچھه کہیں یه تجکو، 'یقین' هے سزا تری
بنده چو تو بتاں کا هوا، کیا خدا نه تها ؟

اس قدر غرق لہو میں یہ دل زار نہ تھا
جب حنا کو ترے پاؤوں سیں سروکار نہ تھا

دل میں زاھد کے جو جنت کی ھوی ھیگی ھوس
کوچۂ یار میں کیا سایۂ دیوار نہ تھا

مجھے زنجیر کرنا کیا مناسب تھا بہاروں میں
کہ گل ھاتھوں میں اور پاؤوں میں میرے خار بہتر تھا

حقیقت میں یہ شعلہ عشق کا' ھے برگ گل ورنہ
خلیل اللہ پر آتشکدہ گلزار کیوں ھوتا

کیا بدن ھوے گا کہ جس کے کھولتے جامے کا بند
برگ گل کی طرح ھر ناخن معطر ھو گیا

میر محمد تقی "میر" در ترجمۂ یقین میطرازد کہ "اگرچہ اکثر شاعران ریختہ را متبدل بند یافتہ ام ' متبدل میگویند و توارد می نامند' گویا کہ این شعرا ستدہ درحق ایشان است:-

هرچہ گویند بے محل گویند در توارد غزل گویند

لاکن شعر 'یقین لفظاً لفظاً مبتدل راے انند رام 'مخلص' است کہ گذشت - طرفہ تیر این کہ آ نہم در سلیقۂ سرقہ یکہ بودہ است - خدا داند کہ این معنی در اصل از کیست ' شعر این ست -

ناخن تمام گشت معطر چو برگ گل
بند قباے کیست کہ وا می کنیم ما"

انتہی - نا چار مہر سکوت از دھن بر میدارم و حرفے 'بمانحن فیہ' می نگارم کہ کسانیکہ تذکرہ میںو سند واحوال ھر یک را از ستم ظریفی بیجا پر و پوچ بقلم می آرد او شانرا چہ گوھر استفادہ بدامن می افتد مگر اینکہ در دل خود نازان میشوند

که ما هم چنین هستم که بر چنین شاعران دخلها کرده‌ام و غافل ازین که "چاه کنده را چاه در پیش" مردمان در پس غیبت مصنف هرچه کلمات ناشائستہ در حق او می گویند آرے :—

عیب مردم فاش کردن بد ترین عیبها ست
عیب گو اول کند بے پردہ عیب خویش را

چنانچه مشاهده باید کرد که هرچه بد در حق ما کرده ' و یقین چه نیک نموده که کمر بر ایراد او بسته ایم مگر بر عیب گیری او خون بجوشے می آید و الفاظ چند بر جریده ثبت می ماند - اول می باید که خود را بیاراید '. بعد ازان بر دیگران ستم ظریفی نماید - خرد اصلاً مذاق سخن نمی دارد بر دیگران سخن می نهد - اگر در سخن او خطا و سرقه بگیرم بیتے از انتخاب او که آخر تذکرۂ خود نوشته درست نخواهم یافت - لیکن در روز ازل رسام ارادت بقسمت ما نقش ننوشته که انگشت بر حرف کسان نهم و این توفیق حق سبحانه تعالیٰ نداده که آهو گیری ابناے جنس خود می نمایم - باید که میر از زبان خود قائل می شود و داد کلامم می دهد - یعنی در جاے ترجمۂ 'یقین' می نویسد که او را شعر 'میرزا مظهر' گفته می دهند ' و بجاے نوشته که شعر 'یقین' لفظاً لفظاً متبدل راے انند رام 'مخلص' است ' و نیز می گوید که او هم سلیقۂ شعر درست نمی دارد - والله اعلم از کیست ' ازین دریافت باید کرد - و "هاى هذا القياس" ما هم می توانم که تیغ زبان بر کشم و دخل در قلمرو سخن غیر بکنم - چنانچه مارا آن قدر احوال شعرا از نیک و بد معلوم است

که دیگرے را برو اطلاع یافتن مدتہا می کشد - لاکن از روز شمار وسواس بخاطر راہ می یابد، و اندیشہ از ابنائے نوع دامن دل می کرد - لہذا ہر ادنائے را بقدر مقدور خود بہ نیکی یاد کردم و ہر جائے کہ در احوال آشنا مصرعے ثقیل یافتہ از طرف خود ضم کردم، و بجائے غیر مصرعے نوشتم و گفتم کہ این چنین ہم مصرع خوب می نماید، بار اختیار پسند در قبضۂ منصف است، خود چرا ترجیح باید داد کہ من ازو بہتر یافتہ ام - آنانکہ مبصرانہ، می پندارند. 'مرزا رفیع السودا' در حق 'میر' گفتہ و گوہر انصاف سفتہ - قطعہ :—

ایک مشفق کے ہاں گیا تھا میں
سنیو یہ نقل اک عجائب ہے
اُسکے گھر میں ہے ایک مرد بزرگ
خوشنویسی کے فن سے کاسب ہے
راقم سر نوشت کا اُس کو
ہے بجا گر کہوں کہ نائب ہے
کہنے لاگا وو اہل مجلس سے
آہ یہ نفس شوم غالب ہے
ورنہ لکھنے سے ہاتھ اُتھاتا میں
کیا کروں فکر قوت واجب ہے
میں جو پوچھا سبب کہاست پوچھہ
بات کہنی یہ نا مناسب ہے
لیک اس واسطے میں کہتا ہوں
درد سننے کا تو جو طالب ہے
ہے جو کچھہ نظم و نثر دنیا میں
زیر ایراد 'میر' صاحب ہے
ہر ورق پر ہے 'میر' کی اصلاح
لوگ کہتے ہیں سہو کاتب ہے

پس شاعر را می باید کہ کلمۂ بدی کسے تا حدالمقدور نہ بر طرازد، و بنا بر ناخوشی بر شعر او دخلہا روا نداشتہ از انصاف نگذارد، و ہمگنان را مثل خویشتن پنداشتہ عیب پوشی نماید - زیرا کہ گفتہ اند :—

شعر گر اعجاز باشد بے بلندی و پست نیست
در ید بیضا همه انگشتها یک دست نیست

قبلۂ دارین حضرت میر غلام علی 'آزاد' می نویسد۔ فقیر بجنس عبارت را نقل می نماید که "مقتضاے حسن ظن آنکه اشتراک مضامین را بر حمل توارد کنند تا که محل حسنے داشته باشد' چرا در پۓ عمل دیگر روند۔ علامۂ تفتا زاني در مطول نقل می کند ملخص کلامش این حکم سرقه وقتے کرده شود که اخذ ثانی از اول یقینی باشد' والا احکام سرقه مترتب نمی تواند شد' و از قبیل توارد خواهد بود و در صورتے که اخذ ثانی از اول معلوم نباشد' باید گفت که فلان شاعر چنین گفته است' و دیگرے سبقت برده چنین یافته' و باین حسن تغیر مغتنم داند فضیلت صدق را' و محفوظ دارد خود را از دعواے علم بغیب' و نسبت نقص بغیر" - انتہی - اگر کسے بنظر تفتیش ملاحظه کند' کم شاعرے را از توارد مضامین خالی یابد۔ چه احاطۂ جمیع معلومات خاصۂ علم حضرت الہي است' بغائبانه خامۂ معنی نگار تیرے بتاریکی می افگند' چه داند که صید وارسته است' یا بال و پر بسته۔ ابو طالب 'کلیم' خوب گفته' و گوهر انصاف سفته :-

قطعه

منم کلیم به طور بلندی همت
در استفادۂ معنی بجز خدا نه کنم
بخوان فیض الہی چو دسترس دارم
نظر به کاسۂ دریوزۂ و گدا نه کنم

ولے علاج تو ارد نمی توانم کرد
مگر زبان بہ سخن گفتن آشنا نہ کنم

لمؤلفہ

مجھہ پاس وو رنگیلا جب بےحجاب ہووے
جو حرف منہ سے نکلے، سو انتخاب ہووے

گر میری شعر خوانی اِس وقت میں سنے تو
بلبل کا دل حسد سے جل کر کباب ہووے

ہر سطر ہے گی میری جیوں زلف گلعذاراں
سنبل بہی جس کے دیکھے پیچ اور تاب ہووے

مدت سے میرے دل میں ہے گی یہی تمنا
میں ہوؤں اور میرا حاضر جواب ہووے

خدمت میں اُسکی میں بہی کچھہ حال زار بولوں
وہاں سے بہی مجکو کچھہ کچھہ حکم اور خطاب ہووے

گر شعر خوب اپنا اُس کے پڑھوں مقابل
تحسین مجھہ پہ اس کی جلد اور شتاب ہووے

ور سقم ہووے اس میں اور نقص ہووے ظاہر
دیوے خبر سخن میں تا آب و تاب ہووے

'صاحب' سخن یہ میرا تو سانچ کر سمجھیو
تجکو گمان اور شک، مت اب حجاب ہووے

دانستہ میں نے مضمون باندھا نہیں کسی کا
محتاج غیر کا کب اہل نصاب ہووے

لیکن یہ خوف مجکو ہوتا ہے آکے حائل
دل سے جو شعر تازہ جب انتخاب ہووے

ہو جاوے ناتوارد کس سے مجھے الٰہی
تا نزد خوردہ چیناں، خوردہ حساب ہووے
لاچار ہوں الٰہی اس کے علاج سیں میں
تیرا ہی فضل خاصہ مجھ پر شتاب ہووے
وو کونسا ہے شاعر جس کو نہیں توارد
دریا وو کونسا ہے جو بے حباب ہووے
کس واسطے کہ تیری قدرت کا، نہیں ہے ممکن
یک شخص ناتواں سے سارا حساب ہووے
یا فضل ہووے تیرا یا چھوڑدوں سخن کو
نزدیک خوردہ چیناں تب آب و تاب ہووے
اس بیت پر کیا ہے دل نے تمام قصہ
یارب دعا کو اس کی اثر اب شتاب ہووے
برباد تو دیا ہے سب شاعروں کے گھر کو
تیرا ارے توارد! خانہ خراب ہووے

بعضے اشخاص سخن چین بر این بیت 'یقین' ایراد می برآرند که این مضمون از لسان الغیب شیرازی قدس الله سره است :-

اس داغ دار دل کو گاڑو نہ ساتھ میرے
ڈرتا ہوں مت لگے اُٹھ آتش مرے کفن میں

بیت حضرت خواجہ اینست :-

بکشاے تربتم را بعد از وفات و بنگر
کز آتش درونم دود از کفن برآید

بر رمز دانان مزاج سخن متعجب نیست که 'یقین' در کلام

خود لطافتے خاص می دارد و خوبی بستگی از اول احسن درو است :-

شاهد معنی که باشد جامۂ لفظش کہن
نکتہ دانے کو حریر تازہ پوشاند خوش است

عارف "جامی" قدس الله العزیزهم درین باب می فرمایند - (قطعه)

معنی نیک بود شاهد پاکیزه بدن
که بہر چند در و جامہ دگر گون پوشند
کسوت عار بود باز پسین خلعت او
گر نہ در خوبیش از پیشتر افزون پوشند
هنر است این که کہن جامۂ پشمین زیرش
بدر آرند و درو اطلس وا کسون پوشند

مخفی نماند که در د انسبت فقیر موزونان بر چار قسم اند - یکے آنکه شعر کسے را بے تفاوت الفاظ و معانی بنام خود خواند ' این حاجت تمثیل نیست - ' دوم ' آنکه معنی لطیف کسے دیده بتفاوت الفاظ تغیر داده بخود نسبت دهد ' برین حمل توارد هم میتوان کرد ' اما بترکیب بستگی او نظر باید نمود که در هر که نزاکت خاص باشد ' مقبول باید داشت- ' سوم ' جماعتے اند که روا دار مضمون و الفاظ غیر اصلاً نمی شوند اگر توارد اُفتد ' این امر علحده است - لیکن تا مقدور بعد تحقیقات از دیوان خود حک میکنند که اول قبیح باشد ' یا احسن - این را همت عالی می باید ' از هر کسے نمی تواند شد - ' چهارم ' گروهے اند که مضمون زبانے بزبانے دیگر باحسن وجه بیارند ' چنانچه مضمون فارسي بریخته ' و مضمون کبت بفارسي -

علیٰ ہذا القیاس ۔ این امر را احسن پسندیدہ اند و ورا نام نہادہ،
اما در بستگی او قصور راہ نیابد ۔ چنانچہ چند ابیات ازین
قبیل بہ جہت استشہاد می آرد :—

شب مرا تا بروز خواب نبود
درد دو چشمم بغیر آب نبود 'حسن'

آج کی رین مجکو خواب نہ تھا
دونوں آنکھوں میں غیر آب نہ تھا 'ولی'

اے 'حسن!' یار گر خطائے کرد
ہم شکایت از و ثواب نبود 'حسن'

گلۂ شوخ اے 'ولی' کرنا
ہر کسی کن مجھے ثواب نہ تھا 'ولی'

بلبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم
پس آزانکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد 'خسرو'

اس وقت میں جو مجھہ تک پہنچو تو واہ وا ہے
کہ قصد بعد میرے تم نے کیا تو پھر کیا 'سودا'

و گرنہ رتبۂ نظم است از چہ رو 'صائب'
مقام بر سر چشم است بیت ابرو را 'صائب'

مت شعر پر تو چشم حقارت سے کر نظر
مانند ابرووں کے انکھاں پر ہے جاے بیت 'ولی'

رفتی و از فراق دو چشمم بگریہ شد
چون ابر نو بہار سفید و سیاہ و سرخ 'خسرو'

ھوا ھے بر شکالی کی مری انکھیاں میں آ دیکھو
سفیدی ھے، سیاھی ھے، شفق ھے، ابر باراں ھے ' لااعلم '

متاع وصل جانان بس گران است
که این سودا بجان بودے چه بودے ' خسرو '

ھے متاع وصل جاناں بس گراں بشیربیگ
جان سے ھوے سودا تو کیا ارزان ھے ' عاشق '

ھرچه می خواھی طلب کن ' صائب ' ازشاہ نجف
منتے گر میکشی از مرد می باید کشید ' صائب '

ھر کسی نا مرد کی کیا التجا کیجیے ' مراد '
التجا گر کیجئے بہ شاہ مرداں کیجئے ' مراد '

رویش سیاہ سازند نام آوران عالم
ھموار گر عقیقی از بھر نام گردد ' صائب '

نگیں مانند حاصل ھے اُسے آخر سیه روئی
جسے خواھش ھے اے 'داؤد' جگ میں نامداری کا ' داؤد '

گر سوز عشق بلبل نالاں اثر نکرد
پیراھن گل از چه گریبان دریدہ شد ' مردمی '

گر نہیں ھے نالۂ و فریاد بلبل کو اثر
غنچۂ گل نے کیا ھے بے سبب کیوں جامہ چاک ' داؤد '

عالم حکم شراب می خواھم
محتسب را کباب می خواھم ' خسرو '

عام حکم شراب کرتا ہوں
محتسب کو کباب کرتا ہوں 'میر تقی میر'

بظاہرم منگر گرچہ در نظر سبزم
مثال برگ حنا باطنم پر از خون است 'لااعلم'

باطن میں خوں ہوا ہے مرا دل عجب نہ کر
ظاہر میں گر ہے رنگ مرا سبز جیوں حنا 'داؤد'

روز بد یارے نمی آید' زمان را دیدہ ام
سایہ ہم در زیر پا' کم می شود وقت زوال 'دلاور خان نصرت'

عارف الدین خان 'عاجز' این مضمون را می بندد :—

یار جانی روز بد رہتے ہیں ثابت' ورنہ جان
چھانوں بھی پھرتی ہے ایدھرسیں اودھر وقت زوال 'عاجز'

وقت بد میں کیا کسی سے ہے رفاقت کی اُمید
جب زوال آتا ہے ٹل جاتا ہے سایہ سا رفیق 'عاشق علی خان عاشق'

حسن سبزے بخط سبز مرا کرد اسیر
دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم 'غنی'

خط سبز آفت جاں تھا' مجھے معلوم نہ تھا
دام سبزے میں نہاں تھا' مجھے معلوم نہ تھا 'فدوی'

سوار شد مگو آن بادشاہ کشور حسن
کہ آفتاب کشادہ نشان زرین را 'لااعلم'

ہوا سوار وو شاید مرا شہنشۂ حسن
کہ آفتاب نے زریں نشان کھول دیے 'سودا'

اے بـاد صـبـا ادب ضـرور است
این مشہد ماست گلستـان نیست 'مظہر'

یہ بلبلوں کا صبا مشہد مقدس ہے
قدم سنبھال کے رکھیو ترا یہ باغ نہیں 'یقین'

از تو دل بر کندم و بستم بدلدارے دگر
قحط آدم نیست جاے دیگر و یارے دگر 'لااعلم'

یک دگر جب خفگی آئی تو جگھڑا کیا ہے
تم کو خواھندہ بہت، مجکو طرحدار بہت 'قایم'

در دل (غمگین) تمناے گل و شمشاد ماند
تا قیامت این ستم بر گردن صیاد ماند 'سراج'

فصل گل کا غم دل ناشاد پر باقی رہا
حشر لگ یہ مظلمہ صیاد پر باقی رہا

نباشد در کنار مادران اطفال را خوفے
چہ شہرین اصطلاح است این مادر را اماں گویند 'خسرو'

نہیں ڈرتے کسی سے اپنی ماں کے پاس جب لگ ہیں
میں اب سمجھا اماں اس واسطے کہتے ہیں سب لڑکے
عاشق علی خاں'عاشق'

سرشکم رفتہ رفتہ بے تو دریا شد تماشا کن
بیا در کشتی چشمم نشین و سیر دریا کن 'لااعلم'

گـر آرزو ہے تجـکو تالاب کا تمـاشـا
کشتی میں چشم کے آ دیکھ آب کا تماشا 'سراج'

از ابروے کج تو دلم کے رہا شود
نشنیدہ ام کہ گوشت ز ناخن جدا شود 'سراج'

تیرے ابروسے مرا دل نہ چھٹیگا ہرگز
گوشت ناخن سے کہوں کوئی جدا ہوتا ہے 'تابان'

ترا کہ آئینہ از بہر جلوہ درکار است
دلم ہر آئینہ مشکن ' زیان سرکار است 'سراج'

نہ توڑ آئینہ اپنے دیدار کا
زیاں خوب نیں اپنے سرکار کا 'دردمند'

در فراق تو چہا اے بت محبوب کنم ؟
صبر ایوب کنم ' گریۂ یعقوب کنم 'لااعلم'

ہم نے کیا کیا نہ ترے غم میں اے محبوب کیا
صبر ایوب کیا ' گریۂ یعقوب کیا 'مضمون'

از تف عشق تو آرام دل بیتاب است
قائم النار کہ دیدیم ہمیں سیماب است 'افتخار'

عشق میں کیا ثابتی ہے اس دل بیتاب کو
بر قرار آتش اپر دیکھا اسی سیماب کو 'منہ'

اے بدانہ اشک در احصاے ایام فراق
آبلہ افتادہ است در پنجۂ مژگان ما 'ارشد'

دانۂ اشک سیں دن ہجر کے گنتے گنتے
چھالے پڑگئے ہیں مرے پنجۂ مژگان کے بیچ } 'شاہ فخرالدین'

از کوے تو بکعبہ روم یا بہ بتکدہ
اے پیر رہ بگو کہ طریق ثواب چیست 'جامی'

کعبے کو سجدہ کیجے یا بت کی پوجا کیجئے

اے طریقت کے خضر! کہہ ہم کو اب کیا کیجئے 'حاجی'

یار ما هرگز نیازارد دل اغیار را

گل سراسر آتش است اما نسوزد خار را 'لادری'

یار میرا نہیں ستاتا ہے کبھی اغیار کو

گل سراسر آگ ہے پر نہیں جلاتا خار کو 'انور'

عاشقان را سه علامت اے پسر

آہ سرد و رنگ زرد و دیدہ تر

رخ زرد و لب سرد و نین تر

یہی ہے عشق کی یارو علامت 'ھادی'

بسکہ دل در فرقت آن دلربا بیتاب شد

چادر مہتاب مارا بستر سیماب شد 'صاحب'

بسکہ دل ہجر سوں دلدار کے بیتاب ہوا

فرش مہتاب مجھے بستر سیماب ہوا 'داؤد'

بوسۂ بے ادبم آن قدر آورد ہجوم

کہ لب لعل ترا فرصت دشنام نبود 'غنیمت'

بے ادب بوسے نے میرے اس قدر جھومر کیا

لعل لب کو تیرے کچھ فرصت نہ تھی دشنام کی 'صاحب'

میر اولاد محمد 'کامیاب' —

در طرۂ ات ز دل بفلک شور میرود

آواز زار نالی شب دور میرود

زلف اُس کی میں شور محشر کردل دور جاتی ہے رات کی آواز

نواب سالار جنگ بہادر 'کاہ' تخلص:—

سوائے حیدر کرار شاہ مرداں کیست
کہ ذوالفقار با و داد حق' نبی دختر
سوائے اُس کے کہو کون شاہ مرداں ہے
خدا نے تیغ دیا اور رسول نے دختر منہ

شرم می آید ز قاصد طفل محجوب مرا
بر سر راہش بیاندازید مکتوب مرا 'نظیری'

شرم آتی ہے مرے قاصد سے اس محجوب کو
راہ میں کوچے کے میرا ڈال دو مکتوب کو 'صاحب'

بروز حشر شہیدان چو خون بہا طلبند
تبسمے کن و خاموش کن زبان ہمہ 'ملا ملک قمی'

بروز حشر شہیداں جو خوں بہا مانگیں
تبسم ایک کر اور کر زبان سب کی بند 'صاحب'

گر ترا خواہش قتل است بیا بسم اللہ
دم شمشیر تو و گردن ما بسم اللہ 'ناصر جنگ ناصر'

گر تجھے قتل ہے منظور چل آ بسم اللہ
تیغ موجود ہے' حاضر ہے گلا بسم اللہ 'صاحب'

این چند اشعار آبدار کہ مضمون او بدوہا آمدہ تحریر می شود کہ خالی از فائدہ نیست :—

ہزار غوطہ بخوردم' درے بکف نرسید
سزاے بخت من اینست گناہ دریا چیست 'خسرو'

سنہر ئے کے ہم لتیں یا موتن کے لاگ
ساگر کوکیا دوش ہے جوھیں ھمارے بھاگ 'لااعلم'

یار ھر سو کہ رود ' دیدہ ھمان سو گردد
چشم من خاصیت قبلہ نما پیدا کرد 'لااعلم'

سب ہے تئیں سمہات نہیں جلت سیں دی بیٹھ
وا ھے نین تہرات پہ قبلہ نما یو دیٹھ 'بہاری'

غم عشقت زبس بگداخت جسم نا توانم را
ھماعینک نہد تا باز بیند استخوا نم را 'شوکت'

کرے برہ ایسے تا گیل نجھا ندے نیچ
دیتی ھوں چشمان جگن چاھے لے نمیچ 'بہاری'

زبسکہ درد تو درجان ناتوان من است
ھلاک من طلبد ھر کہ مہربان من است 'تقی احدی'

کیا کہوں وا کے د ساھر راپن کے ایس
برہ احوال لکھیں مر بو بھیو اسیس 'بہاری'

این چند ابیات در تواردات شعرائے ریختہ گو کہ بنظر
راقم سطور رسیدہ است بتحریر می آیند:-

ھمارے بعد ساقی قلقل مینا نہ ھووے گا 'میر'
مئے گلگوں کا شیشہ ھچکیاں لےلے کے رووے گا محمد تقی میر

تمھاری میکشی میں اب نہایت جبر ھوتاھے
مئے گلگوں کا شیشہ ھچکیاں لےلے کے روتاھے کہن

در جائے این مصرع را ھمین طور شنیدہ :-

مغاں مجھہ مست بن شورشۂ قلقل نہ ہوویگا
مئے گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لے لے کے رووے گا

یہاں تک ہوں خستہ حال کہ دیکھے ہے جو مجھے
نکلے ہے اُس کے منہہ ستی بے اختیار حیف 'بیان'

ایسی بری طرح سے موا ہوں کہ جو سنا
نکلے ہے اُس کے منہ ستی بے اختیار حیف 'رنگین'

ہر قطرہ اشک میں ہے ظاہر جمال گل رو
پانی میں جیوں عیاں ہے مہتاب کا تماشا 'سراج'

صورت مہتاب وو ظاہر ہے میرے اشک سوں
جلوہ گر جیوں آب دریا میں ہے عکس ماہتاب 'داؤد'

جان ! تجھہ پر کچھہ اعتماد نہیں
کیا بھروسا ہے زندگانی کا 'آرزو'

یک نظر خوش گذر غنیمت ہے
کیا بھروسا ہے زندگانی کا 'کمال'

اشک گرم و آہ عاشق کے سے ' تو پرہیز کر
خوب ہے پرہیز' جب ہو مختلف آب و ہوا 'آبرو'

دم سرد و دل سوزاں سے اے تارک طبیعت تر
ہوائیں مختلف ہیں اس ستی پرہیز لازم ہے 'پروانہ'

کیا مچائی اُن نے میرے دل کے کاشانے میں دھوم
شور ہے جس کے لئے کعبے میں' بت خانے میں دھوم 'سودا'

ایک تیرے جلوۂ حسن جہاں آرا سیتی
شور کعبے میں پڑا ہے اور بتخانے میں دھوم 'شرافت'

تجھہ لب شیریں کی حسرت میں مثال کوہ کن
کب تلک اے گبر بے انصاف' میں ترساکروں 'حاتم'

ایک دن تو وصل کے وعدے سے مجکو شاد کر
کب تلک اے گبر بے انصاف ترسا کیجئے 'صادق'

عاشق علی خاں 'عاشق':—

دیکھہ کر تیرے پانوں کی مہندي مجکو تلووں سے آگ لاگے ہے

آگ لگتی ہے مجکو تلووں سے
جب حنا پانوں کو لگاتے ہو 'داؤد'

نوازش علی خاں 'شیدا' را ہم این مضمون توارد افتادہ:—

یار کی دیکھہ پانوں کی مہندی مجکو تلوں ستی لگے ہے آگ

اُس بے وفا کے عشق میں کچھہ ہم کو جس نہیں
پائووں تلک بھی ہاے مجھے دسترس نہیں 'حزیں'

دامن تلک بھی ہاے مجھے دسترس نہیں
کیا خاک میں ملی ہیں مری جانفشانیاں 'سراج'

دیکھئے کس طرح ہووے یکدگر صحبت برار
وو قیامت سخت گو ہے میں غضب نازک مزاج 'بیان'

تم قیامت تند خو اور میں غضب نازک مزاج
اس طرح کیونکر نبھے گی .... 'بہار'

یاراں! جہاں کے سیم تناں سب ہیں لالچی
عاشق ہو تب کہ پہلے یہاں فکر زر کرو 'حاتم'

لالچی دیکھے ہیں ہم نے دلبر و محبوب سب
وصل کی خواہش ہو گر تو زر کو پیدا کیجئے 'حاجی'

دام الفت نے کیا مجکو اسیر کاکل
ورنہ کیا کام تھا اس جال میں پھنس جانے کا 'انور'

کیا کروں تجھہ دام الفت نے کیا مجکو اسیر
ورنہ مجھہ آزاد کو ذوق گرفتاری نہ تھا 'احقر'

چون بجہت این مز خرفات انتخاب دیوان ولی دست داد این مصرع بعینہ بنظر در آمد :—

ہوا ظاہر خط روے نگار آہستہ آہستہ
کہ جیوں گلشن میں آتی ہے بہار آہستہ آہستہ 'ولی'

در دیوان عبدالہادی چنین دیدہ شد :—

چلا آیا ہے میرے پاس یار آہستہ آہستہ
کہ جیوں گلشن میں آتی ہے بہار آہستہ آہستہ

راقم الحروف را ہم قبل از اطلاع این مصرع توارد افتادہ :—

خیال اُس کا کیا دل میں گذار آہستہ آہستہ
کہ جیوں گلشن میں آتی ہے بہار آہستہ آہستہ 'صاحب'

برغوامض شناسان سخن، و رمز دانان این فن، مخفی نیست کہ 'یقین' چہ راہ سلامت روی اختیار کردہ و خون از رگ اندیشہ چکانیدہ، یعنی بجز پنج بیت یا زائد ریختہ را نگفتہ و در یک زمین مکرر ریختہ ہا طرح کردہ - اگر کسے بنظر

انصاف انتخاب کند که هر بینش طرز علیحدہ می دارد وهر سیه چردۂ سخنش دلبرے تازہ می نماید - لیکن از عیب چینان پوچ مزاج چارۂ نیست ' زیرا که ایشان را نظر بر طرف آهو گیری می باشد و غافل ازان که " الانسان مرکب من السہو والنسیان " بشرے مشاهدہ نیفتاد که ملوث بشر* نیست و عاقلے بنظر نیامد که نقطۂ نقص غفلت بسرنه' هرگاہ که اینها بقصور خود اعتراف نمودہ باشند ماپستی گزینان حضیض امکان را چه قدرت که خود را چه اسفل را چه طاقت که خویشتن را افضل تر مخلوقات ... این همه بے عیبیها سزاوار بذات کردگارے است که شیرازۂ کتاب عالم را بر پشته هاے گونا گون و مختلفه آراسته' و گلدستۂ گلہاے آفرینش را با رنگ و بوے بو قلمون و جدا گانه پیراسته - میر محمد میر ' بندہ ' تخلص که ذکرش گذشت' در بیان حرف گیران چه خوش می گوید — مثنوی

سنو نکته چینوں کا مجھه سے بیاں ۔۔۔ که اُن کی حقیقت هے سب پر عیاں

کسی کا اگر شعر هے خوب و صاف ۔۔۔ و لیکن وو چالے زراہ خلاف

که اس شعر میں کچهه نهیں بند وبست

هر ایک جاے پر بحر میں هے شکست

کسی کا هے مضموں اگر دل نشیں ۔۔۔ تو کہتے هیں وہ سارے از راہ کیں

یه مضمون مدت کا هیگا قدیم ۔۔۔ که اِنکو کہا هے اسیر و کلیم

کسی نے اگر تازہ مضموں پڑها ۔۔۔ که جس کے معانی هیں بس بے بہا

---

* به' شر = برائی —

تو کہتے ہیں وہ نکتہ چیں از حسد یہ مضموں کسی سے نہیں ہے سند

اے 'صاحب' سررشتۂ سخن از کجا بکجا رفت ' ہاں! بہ ہوش
کہ عمر گذران است —

پرتو عمر چراغ نیست کہ در بزم وجود
بہ نسیمے مژہ برہم زدنے خاموش است

اشعارے کہ درین جا نوشتنی است' بنویسی! تا دیدۂ نظارگیان
را نور و دل سائران را سرور پیدا شود - از 'یقین' است :—

آپ سے جب الگ نتھا واقف کہاں تھا یہ شکوہ
دیکھتے ہی آئینے میں منہ سکندر ہوگیا

ناصح! جو یہ نصیحت بیجا نہ میں سنی
معذور رکھیو مجکو مرا دل بجا نتھا

مجھے پھر دکھہ دیا تونے منڈا کر سبزۂ خط کو
جراحت کو میرے و مرہم زنگار بہتر تھا

تری جدائی میں کیا کیا جفا اُٹھائی ہیں
مرے جو پاس تو آتا وفاسیں دور نتھا

ارے واعظ ہمارے پاس ہے آتش محبت کی
کہ جسکو دیکھہ زہرہ آب ہوجاوے جہنم کا -

سبھی مرتے ہیں خوش وقتی پہ' جی دیتے ہیں شادی پر
تکلف بر طرف یہ نوحہ گر باندہ * ہے ماتم کا

لذتیں ساری گرفتاری کی جاتی ہیں بباد
جب قفس میں یاد آتی ہے گلستاں کی ہوا

* باندہ = بندہ بمعنے غلام ' باندی بمعنی لونڈی اسی کی تانیث ہے -

کیوں نہ ہو تر دامنوں کو شست و شو کی آرزو
مے کشاں پر آیۂ رحمت ہے باراں کی ہوا

دماغ گل دھویں سیں خار و خس کے کردیا ناخوش
جلا کر آشیاں کو باغباں کے ہات کیا آیا

کیوں کر ملے ہو گل سیں جو آتی ہے خوش دماغ
اے بلبلو! چمن میں مگر باغباں نہ تھا

دیا برباد راز عشق اس چاک گریباں سے
نہ رکھا بوے گل کی طرح میں نے ہات من اپنا

مجھے زنجیر کر رکھا ہے ان شہری غزالوں نے
نہیں معلوم میرے بعد ویرانے پہ کیا گذرا

یقیں ' کب یار میرے سوز دل کی داد کو پہنچے
کہاں ہے شمع کو پروا کہ پروانے پہ کیا گذرا

اس کم نگہی میں کب بجھتی ہے عطش دل کی
ساقی! مجھے اتنی سی مے پینے سے کیا ہوے گا
مستوں کا قرار دل کچھہ مے نے نہیں چھوڑا
زاہد! گذر اب تو بھی اس پینے سے کیا ہوے گا

ہمارا شور سن مجنوں کو بھولی طرز نالے کی
کوئی شیروں کے منہ پر نے بجا سکتا ہے کیا قدرت

یہ جیوے ہجر میں وو وصل میں بھی جی نہیں سکتا
تکلف بر طرف بلبل کو پروانے سے کیا نسبت
ارے دل مت توقع دلبروں سیں رکھہ ترحّم کی
لہو پیتے ہیں جو شخص اُن کو غم کھانے سے کیا نسبت

گل اُس کا داغ ہے اور آہ اُس کی سرو موزوں ہے
'یقین' سے نوحہ گر کو باغ میں جانے سے کیا نسبت

شیشۂ دل کے تئیں اپنے سنبھالے رکھ 'یقین'
پھر کرے گا کون اُس کے پھوٹ جانے کا علاج

خانمان آنکھوں کا ہوتا ہے کوئی دن میں خراب
آنسوؤں کا جوش میں آیا ہے دریا بے طرح
بولنے تیرے سے جی اُٹھتے ہیں جن میں جی نہیں
پھر مروج ہو چلا دین مسیحا بے طرح

باغباں بے رحم اور در بند دیواریں بلند
بلبل بے بال و پر گلشن میں جاوے کس طرح
ہات سیتی جا چکا جب یار تب آئی بہار
پی کے مے تنہا کوئی دھومیں مچاوے کس طرح

اب تلک ویراں پڑا ہے یہ جنوں کا پایہ تخت
پھر کسی نے بعد مجنوں کے نہ دی ہاموں کی داد

کیا خزاں نے کر دیا ویراں گلستاں العیاذ
کس طرح سیں بلبلیں پھرتی ہیں نالاں العیاذ
لوگ اس وادی میں اب کرتے ہیں آہو کا شکار
بعد مجنوں کے ہوے بے کس غزالاں العیاذ

کس کا ماتم ہے 'یقیں' جو اس طرح روتا ہے ابر
کو کتی ہیں کوئلیں اور مور تو کرتے ہیں شور
مجھ سے بہتر کو کیا ہے جیوں نگیں حرف آشنا
کون پہچانے 'یقین' بن حضرت 'مظہر' کی قدر

تعجب سخت رهتا ہے ' یقیں ' اس بات کا مجکو
کہ اتنا بولتے ہیں تلخ یہ شیریں دہن کیو نکر

عقل گر رکھتا ہے تو جب' ان دوانوں کو نہ چھیڑ
با غباں ! ان بلبلوں کے آشیانوں کو نہ چھیڑ

آہ و نالہ پر نہیں موقوف شہرت عشق کی
کس قدر ہے اس خموشی سات پروانوں کا شور

بلبلیں پیہم چلی جاتی ہیں باغوں کی طرف
کچھہ تو اُڑتی سی سنی ہے گل کے آنے کی خبر

گو یا اُڑا دیا ہے دسو نے حنا کے تئیں
ایسا ہوا ہے فیض ہوا سیں غبار سبز
پروا نہیں ہے ابر کی ' اس مشت خاک پر
کر لینگے اشک سے ہمارا مزار سبز
موسم میں خط کے حسن سیں ایمن نہ رہ 'یقین'
کر تے ہیں بر میں جامہ بوقت شکار سبز

خاک پر مجنوں نے پی کر جو گرائی تھی شراب
سبز ہوتا ہے اسی سیں شجر تاک ہنوز
سبزہ اُوگے گا نہیں' مجھہ پہ برس مت اے ابر
گرم ہے آتش سودا سیں مری خاک ہنوز

کچھہ پر و بال میں طاقت نہ رہی تب چھوٹے
ہم ہوے ایسے برے وقت میں آزاد کہ بس
آپ کو بیچ کے یوسف نے زلیخا کو لیا
کیا خریدار نے پایا ہے خریدار کہ بس

جی سے میرے ہمانورے کی لگ رہی ہے جستجو
جس طرح ہوتا ہے افیونی کو افیوں کا تلاش

مرے جنوں پہ نہ تنہا کرے ہے مجنوں رقص
کرے بگولے کی صورت بگو کے ہاسوں رقص
یہ گرباد نہیں دشت میں' کہ کرتی ہے
مرے جنوں کے تئیں دیکھہ روح مجنوں رقص

گرمی اہل بزم سیں مت کر' کہ میں ہوتا ہوں داغ
شمع کی خدمت ستی ایتی ہے پروانے کی عرض
فصل جاتی ہے 'یقیں' اور باغباں سیں ایک بار
کوئی نہیں کرتا ہماری باغ میں جانے کی عرض

ہم سیں تھا ویرانہ تک آباد' سو ہم بھی چلے
اب خدا حافظ' تمہارا اے غزالاں الوداع

بے حجابی بسکہ شان حسن کے لائق نہیں
بزم میں فانوس سیں باہر نہیں آتی ہے شمع

خاکساری محو کرتالے ہے سب دل کا غبار
دور خاکستر ستی ہوتا ہے آئینے کا داغ
ہم تو اب مرتے ہیں اور بجھتا ہے الفت کا چراغ
دیکھئے پھر کب ہووے روشن محبت کا چراغ

مرے خوں سیں توں اندیشہ نہ کر اے بیوفا مطلق
کہ ہوتا نہیں ہے قتل عاشقاں میں خوں بہا مطلق

ازبس سخن کمر کے وصف میں ہے گفتگو نازک
قلم میرے سخن کو چاہئے مانند مو نازک

جلتے بلتے سیں نہ مل ان تیلیا کپڑوں کے ساتھہ
جی دھڑکتا ہے مبادا لگ اٹھے دامن کو آگ

چمن آباد ہو اور با غباں کا خانہ ویراں ہوا
چلی گلزار سیں آخر کو یہ کر کر دعا بلبل
زیارت باغ کی کرتی ہے آنسو سیں وضو کر کر
جناب گل میں رکھتی ہے عجب صدق و صفا بلبل
جفائیں باغبانوں کی 'یقیں' کیا کیا اُٹھاتی ہے
وفا یوں چاہئے شاباش بلبل! مرحبا بلبل!

چمن میں مجھہ سے دیوانے کے لے جانے کا کیا حاصل
دکھاکر گل جنوں کو شور میں لانے کا کیا حاصل
جنھیں بالوں میں پھانسی دے وہ ہرگز جی نہیں سکتے
جو زلفوں میں پھنسا دل، اس کے غم کھانے کا کیا حاصل

نگہ تیری سے جیسے آئینہ میں آپ حیراں ہوں
یہ باتیں سب سمجھہ کر جان شرمانے کا کیا حاصل
نہ وہ دل ہے، نہ وہ شور جنوں ہے، سیر گل مت کر
رفیقوں بن 'یقیں' گلزار میں جانے کا کیا حاصل

ہم نہ کہتے تھے کہ مت چھیڑ اِن دھواں دھاروں کے تئیں
خط کی صورت میں پڑا آخر نہ آہوں کا وبال
ناصح اُس دیوانۂ آشفتہ خو سیں مت اُلجھہ
سر پہ کیوں لیتا ہے ناحق بے گناہوں کا وبال

مے ہوئی آخر، رہی تدبیر غم کی نا تمام
کس سیں دل خالی کریں اب ہوچکا مینا تمام

تیری آنکھوں میں نشے نے اس قدر مارا ہے جوش
ڈالتے ہیں جس طرح بد مست میخانے میں دھوم
بوے مے آتی ہے منہ سے غنچے کے جوں بوے گل
کیوں ' یقین ' سے جان کرتے ہو مکر جانے میں دھوم

بن چاک سینہ بیچ محبت کی جا نہیں
جس گھر کا در کھلا نہیں اُس میں ہوا نہیں
کیوں چاہتے ہو میرے تپ عشق کا زوال
یہ درد خود دوا ہے اسے پھر دوا نہیں

کیونکہ ہوے شاداب رونے بن محبت کا چمن
سبز اشک سرخ سے ہوتا ہے الفت کا چمن

بمقدار جفاے یار بڑھتی ہے وفا میری
کوئی چاہے تو آدیکھے محبت اس کو کہتے ہیں
مے گلرنگ جیوں شیشے میں چھلکے' معنی شوخی
نمایاں ہے تری صورت سے صورت اس کو کہتے ہیں
نہ کی تونے نظر اس کی محبت پر نہ محنت پر
ارے فرہاد کے قاتل! عدالت اس کو کہتے ہیں

درد بن ہم کو کچھ اس لاگ میں مقصود نہیں
عشق پھیکا ہے اگر داغ نمک سود نہیں

هم تو حاضر ہیں عشق یار کہاں خاروخس جمع ہیں شرار کہاں
باشباں در نہ بند کر کہ دگر ہم کہاں ' تو کہاں ' بہار کہاں
سایۂ تاک میں بڑا ہے زور لیک وو شور پائیدار کہاں

مصر میں حسن کی وو گرمی بازار کہاں
جنس تو ہے ' پہ زلیخا سا خریدار کہاں

تابداں ہوے نہ اگر گھر میں تو اندھیرا ہے
ہے وو ظلمت کدہ جس سینے میں ناسور نہیں

تماشا کر تصور کو، کہ ایک ایک اشک سیں میرے
تری صورت نظر آتی ہے جیوں شیشے میں تصویریں
ہمیں بھی بات کہہ آتی ہے، لیکن دل نہیں حاضر
حیا سیں دور ہے ناصح! خموشوں سات تقریریں
'یقین' اقبال ہات آتا نہیں کچھہ جی کے جانے سے
نہیں ہووینگے ہم فرہاد، گر سو بار سر چیریں

مارے ہیں بتاں ٹھوکر، گر پاوں پہ سر رکھئے
ہیں بندگیاں ان کے آئین میں تقصیریں
اس عشق کے کشور میں یکساں ہے حق و باطل
پرویز کو دیں افسر، فرہاد کا سر چیریں
ناداں ہیں جو معنی چھوڑ صورت کی طرف جاویں
لڑکوں کو کتابوں سیں منظور ہیں تصویریں

دوانہ سمجھہ سا کب چھٹتا ہے، کیوں تدبیر کرتے ہیں
کوئی دن چلنے پھرنے دیں، عبث زنجیر کرتے ہیں

کوئی ان بلبلوں سے جا کر اتنا پوچھہ دے ہم کو
کہ خوب آباد ہے گلزار، خوش ہے باغباں ہم سیں

اس طرح آزاد کب صیاد چھوڑے گا تمھیں
بلبلو! دھومیں مچالیو، یہ گلستاں پھر کہاں

لڑکے کھڑے ہیں غمگیں، پتھرے پڑے ہیں بے کس
دیوانہ ہاے جب سیں جاتا رہا ہے بن میں

کم نہیں ہم بوجھتے کعبے سیں مے خانے کے تئیں
سجدہ ہم کرتے ہیں جیوں محراب پیمانے کے تئیں

ہجر میں جینے سیں ' بہتر ہے ہلاک روز وصل
یہ طرح کیا خوب راس آئی ہے پروانے کے تئیں

خسرو کے منہ پہ چڑنا اور بیستوں سیں بھڑنا
کچھہ عاشقی نہیں یہ زور آزمائیاں ہیں

ہم تو چلے ہیں یارب آباد رکھیو ان کو
ان باغچوں میں کیا کیا دھومیں مچائیاں ہیں

لہو ' یقیں ' کا جو پیتا ہے تو میں ڈرتا ہوں
خدا کرے کہ تجھے یہ غذا گوارا ہو

کیا ہے عشق ہم نے تجھہ سے ہمدم کے بھروسے پر
خدا کے واسطے اے آہ اُس دل میں اثر کیجو

ہو رہا ہے دل مرا بے ربط منصوبے ہیں بند
جس طرح شطرنج میں پیادوں کے گھر جاتا ہے شاہ

یہ آدھی رات ہے اور شیشہ سے کاٹے سات تیرے
خدا حافظ ترا اے جان! جاتا ہے کہاں سچ کہہ

نمک ڈالا ہے مجھہ میں اے ھُما زور محبت نے
کہیں کھائے ہیں تونے اس مزے کے استخواں سچ کہہ

ہوں دور ' پہ جی میرا راتوں کو ترے گھر پر
پھرتا ہے پڑا جیسے فانوس پہ پروانہ

روداد محبت کی مت پوچھہ 'یقیں' مجھہ سے
کچھہ خوب نہیں سننا افسوں ہے یہ افسانہ

مجھکو تجھ بن جی سیں کیا مطلب ھے جیوے یا مرے
اختیار اُس کا ھے اس کے جی میں آوے سو کرے
مجھ سیں ھو جاتا ھے دشمن دیکھتے ھی دوست کوں
اس طرح کے بے مروت دل کو کوئی کیا کرے

نہ رکھہ اے ابر تو سر پر ھمارے بار منت کا
وو بادل اور ھیں جو آگ دل کی ھیں بجھا جانے

خفا ھو زندگی میں، مر گیا ھوں بسکہ ڈرتا ھوں
مبادا حشر مجھکو خواب راحت سے جگا دیوے

بڑھاپے میں 'یقیں' کی جام مے سے دستگیری کر
شراب کہنہ ھے اس درد پیری کی دوا ساقی

دیت کا نام نہ لیجے خدا کرے کہ کبھوں
دیے سیں جی کے بھی قاتل کا حق ادا ھووے
اگر بھلے سیں ھمیں یاد کر نہیں آتا
کبھی برا ھی ھمیں کہہ ترا بھلا ھووے
یہ سب تو کرتے ھیں دعوائے عشق یار، کبھوں
جو آزمانے پہ آوے بڑا مزا ھووے

مناسب نہیں ھے شکوہ جور کا ان خوبرویاں سیں
'یقیں' کوئی بری باتوں کو اچھے منہ پہ کیا لاوے

یہ دل مملوک ھے خوباں کا کون اس کو چھپا رکھے
'بغل' میں کہو نکہ مال بادشاھی کو دبا رکھے

دوستی بد بلا ھے، اس میں خدا
کسو دشمن کو مبتلا نہ کرے

رو مرے کو خدا قیامت تک
پشت پا سوں ترے جدا نہ کرے

ہے وو مقتول کافر نعمت
اپنے قاتل کو جو دعا نہ کرے

ناصحو! یہ بھی کچھ نصیحت ہے
کہ 'یقیں' یار سوں وفا نہ کرے

بدلہ ترے ستم کا کوئی تجھ سوں کیا کرے
اپنا ہی توں فریفتہ ہووے خدا کرے

خلوت ہو، اور شراب ہوے معشوق خوب رو
زاہد تجھے قسم ہے، جو تو ہو، تو کیا کرے

قاتل ہماری نعش کی تشہیر ہے ضرور
آئندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے

فتح علی خان این دو بیت کہ تحریر یافت بنام میرزا رفیع 'سودا'، گرفتہ، و میر محمد تقی 'میر' ہم فقط مطلع این ریختہ را کہ بالا مرقوم شد، در ترجمۂ او نوشتہ - و فقیر را در اکثر دواوین 'یقین' این سہ بیت بہ نظر رسید، واللہ اعلم - لیکن از نہج بستگی این معلوم می شود کہ این ابیات لاریب از 'یقین' اند' - ہر کہ واقف طرز سخن گوئی ہر دو صاحبان است، زبان ہر یک می شناسد، و تفریق اشعار می نماید، این دو بیت کہ بقایا ہمین ریختہ بود بقلم آمد: —

جو کوئی کہ عرض حال کرے تجھ ستی مرا
اول بیان واقعۂ کربلا کرے

ہوتا ہوں خاک راہ وفا بوگماں 'یقیں'
ہے دل میں یوں کہ شرط محبت ادا کرے*

یہ آرزو ہے کہ اُس بے وفا ستی پوچھوں
کہ میرے بے مزہ رکھنے میں کچھ مزا بھی ہے
اس اشک و آہ سیں سودا بگڑ نہ جاے کہیں
یہ دل کچھ آب رسیدہ ہے کچھ جلا بھی ہے
'یقیں' کا طور جنوں سن کے یار نے بولا
کوئی قبیلۂ مجنوں میں کیا رہا بھی ہے

بتاں اپنی جفا سیتی نگذریں ہم وفا سیتی
'یقین' ہم جان و دل سے معتقد ہیں اپنی ہمت کے

'یقیں' تقلید میں سر مت پٹک پتھر سیں' آ' بس کر
یہ ممکن ہے کہیں' ہر سر چرا فرہاد کو پہنچے

کوئی میداں نہ جیتا عشق کا فرہاد کے آگے
کسو نے دم نہ مارا تیشۂ فولاد کے آگے

مجھے ہجر چمن ہے موت یہ صیاد کیا جانے
جو گذرے سر پر مقتولوں کے' سو جلاد کیا جانے

نہیں ممکن کہ ہم کعبے کو جاویں چھوڑ بت خانہ
کرے واعظ ہمیں ارشاد جیتا اس کا جی چاہے

ارے صیاد! اس بے داد پر بے داد کیا کیجے
شکار ناتواں مجھ سے کے تئیں آزاد کیا کیجے

---

*یہ غزل ہمارے پاس کے دیوان میں نہیں ہے - † (ن) پر اپنے کو—

تلا جو بیستوں تو کیا ہوا، خسرو نہیں تاکتا
برا پتھر ہے چھاتی پر ترے، فرہاد کیا کوتے

خدا مجھے ترے داغوں سیں لالہ زار کرے
یہ خار خشک مگر آگ سیں بہار کرے

جو تجھہ میں درد ہووے ناصح! تو میری خواری سیں
نہ ننگ و عار کرے، بلکہ افتخار کرے

گئے سب بھول شکوہ، دیکھہ روے یار کیا کہئے
زباں حیرت سے میری، ہو گئی بیکار کیا کہئے

یار آیا، پہ مجھے ہوش نہ تھا، کیا کہئے
نہ کیا اس دل دشمن نے خبر دار مجھے

نہ روئے ہجر میں، پر وصل کے دن بہ چلے آنسو
اسی دن واسطے رکھے تھے گویا یہ گہر ہم نے

جس کو منظور ہے مرنا اُسے جینا ہے عذاب
ہے دم پاک مسیحا، دم شمشیر مجھے

یہ وو آنسو ہیں جن سے دھر آتشناک ہو جاوے
اگر پیوے کوئی اُس کو تو جل کر خاک ہو جاوے

گنہگاروں کو ہے امید یہ اشک ندامت سے
کہ دامن شاید اس آب رواں سے پاک ہو جاوے

نہ جا گلشن میں توں، ڈرتا ہوں بلبل تو خجل مت کر
یہ دامن دیکھہ کر گل کا گریباں چاک ہو جاوے

عجب کیا ہے تری خشکی کی شامت سے ارے زاہد
نہال تاک پتھلاوں تو وو مسواک ہو جاوے

اُٹھیں گی قمریاں محشر میں خاکستر ہماری سیں
جلے ہیں ہم بہت ہاتھوں سیں اس سرو خراماں کے

اگر دعویٰ نہ کرتا عشق کا بد فام کیوں ہوتا
زبانوں میں مجھے عالم کے ڈالا ہے زباں تو نے
بگولا بھی ہماری خاک سیتی اٹھ نہیں سکتا
ہمیں یوں کردیا پامال اے سرو رواں تو نے

خطا ہے مفت مت کر یار کو دینا رقیبوں کو
ہمارا ہم سے پوچھو' کوہکن کی کوہکن جانے
مزہ پاتے ہیں ہکلانے میں اس کے اور مت پوچھو
چبانے * کی لبوں کی وجہ وو شیریں دھن جانے

مسافر ہوکے آئے ہیں جہاں موں تس پہ وحشت ہے
قیامت تھی اگر ہم اس خرابے میں وطن کرتے

شروع عمر سیں ہم معتقد ہیں دشت وہاموں کے
بگولے کی طرح جاروب کش ہیں قبر مجنوں کے
ہمیں مار سیاہ زلف کے کاٹے سیں کیا ہووے
کہ ہم ایک عمر سیں مارے ہیں خال لب کی افیوں کے

خسارت ہے ' یقیں ' سرکار کی اپنا سخن مت کر
نہ کر ان موتیوں سیں جیوں صدف اپنا دھن خالی

دلبروں کا شاد رکھنا اس کو جب منظور ہے
دل کو ان کے واسطے کیوں مفت غمگیں کیجئے

---

* (ن) چپکنے —

عاشق جو رهے جینا ، معشوق کے کام آوے
کیا لطف هے جل جانا ، پروانے کو کیا کہیئے
دل چهوڑ گیا همکو دلبر سیں تو قع کیا
اپنے نے کیا یہ کچهه ، بیگانے کو کیا کہئے
صحرا میں ، یقیں ، آهو کیا حور سے پهرتے هیں
فردوس نہ کہئے تو ، ویرانے کو کیا کہئے

یہ لذت جس نے اپنے یار میں پائی هو ، سو جانے
نشے میں گالیاں کہانے کی اور پیالا پلانے کی
بہکتاهے اس آب و تاب سیں مستی میں یا اس کا
تهلک جس طرح هوتی هے ، یقیں ، موتی کے دانے کی

مارے هی جاتے هیں ایسے کوه کن سے سر چرے
خسرو بیچارہ اور شیریں بچاری کیا کرے

مو لگانے پر بهی مستی حسن کی اتری نہیں
بهر رہا هے مے سے معشوقوں کے یہ مینا هنوز

بلبلیں کیوں کہ گرفتار نہ هویں اس سج کی
باغ میں اس طرح پهرتا هے یہ صیاد کہ بس

دن جنوں کے آن پہنچے هوشیاراں الوداع
فصل گل نزدیک آئی هے گریباں الوداع
میکدے سے قصد مکہ کا کیا هے ، کیا کریں
توبہ هم سے هو گیا اے مے پرستاں الوداع

چمن میں شاخ هل جاتی هے جیسے گل کے کهلنے سے
لهک جاتا هے دم لیتے نزاکت اس کو کہتے هیں

'یقیں' چمن میں کچھہ اس کا سبب نہیں معلوم
کہ بلبلوں کا وہ ہنگامہ اب کے سال نہیں

بہار آئی ہے ہم کو کہا کہے گا باغباں دیکھیں
چمن میں رہنے پاوے گا ہمارا آشیاں دیکھیں
اُٹھا اُس منہ سیں اے بادصبا گھونگھٹ کے آنچل کو
توجہ سیں ترے ہم بھی تک ایک یہ گل کی شان دیکھیں

ہے بہشتوں میں 'یقیں' سب کچھہ ولیکن درد نہیں
بھر کے دل رو لیجئے' یہ چشم گریاں پھر کہاں

صدقے جاتا ہے مرا جی بال بال اوپر ترے
دیکھتا ہوں جب تری زلف پریشاں کے تئیں

کوئی دن اور کرنے دیو جنوں مجکو بہاراں میں
عبث سیتے ہو اس کو کیا رکھا ہے اس گریباں میں

کوئی یہ چاند سا منہ چھوڑکر' عاشق ہو شعلے کا
گذر آتش پرستی سے یہ پروانے سے کہدیجو

کیا ہویگا نہ توں کہا یار تیں گلیوں میں راتوں کو
نئی تقصیر میں نے بھی نہیں کی اے عسس چپ رہ

میرے رونے نے ترا خط کردیا جلدی سے سبز
کھیت ہو جاتے ہیں جیسے مینہ برسنے سے ہرے

ملے جس کو پیمبر سا رقیب اس کا خدا حافظ
زلیخا قید گر کرتی نہ یوسف کو تو کیا کرتی

محبت کا جو ناتا ہے' عجب آداب ہیں اُس کے
کہ جیوں جیوں یار دیوے گالیاں' عاشق دعا دیوے

ھمیں دوزخ سے اتنا مت ڈرا زاھد کہ ظاھر ھے
خدا ایسا ستم کب اپنے بندوں پر روا رکھے

نپٹ سونی ھیں گلیاں' خاطر طفلاں پریشاں ھے
کہو مجنوں کو تجھہ بن خانۂ زنجیر ویراں ھے

اب تو ناصح کے تئیں سینے دو میرا چاک جیب
تار تار اس ضد سیں کر ڈالوں گریباں تو سہی

لوگ نظروں میں نہیں لاتے ھیں ویرانوں کے تئیں
اشک خوں سیں باغ کرڈالوں بیاباں تو سہی

این اشعار آبدار انتخاب نمودۂ فتح علی خان و میر محمد تقی 'میر' اند :—

ھے ترے داغ سے تر سینۂ سوزاں میرا
آب و رنگ آگ سے رکھتا ھے گلستاں میرا

غم کے ھاتوں نہ رھا کچھہ بھی رفو کے قابل
بس کہ سو بار ھوا چاک گریباں میرا

رو اگر دیجئے اُس کو بھی تو کچھہ عیب نہیں
آئینے سے بھی گیا گیا دل حیراں میرا

نہ مرتا میں اگر صدقے ترے جانے کے کام آتا
گرسنہ ناز کا تھا' گالیاں کھانے کے کام آتا

بتاں خوں کرکے میرا سب لگے آپس میں یہ کہنے
یہ کافر جیوتا رھتا تو بت خانے کے کام آتا

اُڑادی اس ھوا نے مشت خاک میکشاں ناحق
غبار اُن کا اگر رھتا تو پیمانے کے کام آتا

یہ کوہ طور سرمہ ہوگیا سارا ہی ' کیا کہئے
کوئی پتھر بھی بچ رہتا ' تو دیوانے کے کام آتا
لگا گھیر ان 'یقین' نے عشق کا آتش کدہ سارا
کوئی شعلہ جو بچ رہتا تو پروانے کے کام آتا

ہمیشہ کھینچتا ہوں اشک خونی دار مژگاں پر
اگر رونے کو میرے دیکھتا منصور رو دیتا

مجھے گر حق تعالی کار فرمائے جہاں کرتا
بتوں کو میں بزور ان بے کسوں پر مہرباں کرتا
اگر مرکر نہ میں اُس شوخ کی خاطر نشاں کرتا
خدا جانے وفا میری کے حق میں کیا گماں کرتا
خدا دیتا مجھے گر مہر سامانی خدائی کی
تو میں ان بلبلوں کو گلشنوں کا باغباں کرتا

نہیں معلوم اب کے سال میخانے پہ کیا گذرا
ہمارے توبہ کرنے سیتی پیمانے پہ کیا گذرا
برہمن سر کو اپنے پیٹتا تھا دیر کے آگے
خدا جانے تری صورت سے بت خانے پہ کیا گذرا
حیا لڑکوں کی برجا' پر غضب ہے اتنی ہشیاری
نہ پوچھا یہ کبھو تو نے کہ دیوانے پہ کیا گذرا

ہیں زخم مرے کاری ' اس سینے سے کیا ہوگا
اب مرنا ہی بہتر ہے ' اس جینے سے کیا ہوگا
کہتے ہیں کہ تسخیریں آئینے کو آتی ہیں
دل سے نہ ہوا جو کام' آئینے سے کیا ہوگا

صنم اُس حسن کے شعلے کے آگے آب ہو جاتا
تجھے گر دیکھتا رو پا پگھل سیماب ہوجاتا
کسی کی خنجر قاتل نے اس کی پیاس کے حق میں
کئی زخم اور اگر لگتے تو دل سیراب ہوجاتا
اثر خوبان قندق زیب کی گلیوں میں یہ دیکھا
کہ جو گرتا تھا اشک خوں سو وہاں عذاب ہو جاتا
اگر تجکو زلیخا دیکھتی سب کچھہ بسر جاتی
تماشا ماہ کنعانی کا اس کو خواب ہوجاتا
'یقین'! سوز و گداز اپنے کو گر اظہار کرتا میں
خدا شاہد کہ آتش کا بھي زہرہ آب ہوجاتا

سریر سلطنت سے آستان یار بہتر تھا
ہمیں ظل ہما سے سایۂ دیوار بہتر تھا
ہموں نے ہجر سے کچھہ وصل میں دھڑکے بہت دیکھے
ہمارے حق میں اس راحت سے وہ آزار بہتر تھا

نہ ہو جو سر سے میرے دور ظل عاطفت غم کا
نہ پڑیو داغ پر میرے الہی سایہ مرہم کا
شکوہ حسن سے آنسو ہمارے سوکھہ جاتے ہیں
'یقین' سورج کے آگے کب اثر رہتا ہے شبنم کا

تجھہ آنکھوں سے اُتر کر دل نہ کرتا شور کیا کرتا
یہ شیشہ طاق سے گر کر نہ ہوتا چور' کیا کرتا

نہیں اُتر سکتی کسو افسوں سے کالے کی لہر
کیونکہ نکلے سر سے اُس زلف پریشاں کی ہوا

نہ آب تیشہ فرہاد اپنے خوں میں گر ملا سکتا
اس آب و رنگ سے کب نقش شیریں کو بنا سکتا
اجل نے کوہ کن کی، خوب رکھہ لی شرم خسرو کی
وگرنہ اُس کے سنگ زور کو یہ کب اُٹھا سکتا

یہ دل ایسا خراب کوچۂ و بازار کیوں ہوتا
اگر ملتا نہ اتنا گل رخاں سے خوار کیوں ہوتا
تری الفت سے مرنا خوش نہیں آتا مجھے ورنہ
یہ ایسا کار آساں اس قدر دشوار کیوں ہوتا
کسو کا تو کبھو رکھا کرو دل، تم کو لازم ہے
وگرنہ دلرباؤں کا لقب دلدار کیوں ہوتا

گرا میں آنکھہ سے تیری، جہاں کے ہات کیا آیا
مجھے پٹکا زمیں پر، آسماں کے ہات کیا آیا
مرے اِن آنسوؤں نے کھودیا نور بصر میرا
یہ یوسف بیچ کر، اس کارواں کے ہات کیا آیا
نہ کہتی راز دل تو اتنی رسوائی بلا سہتے
فضیحت کرکے مجکو اس زباں کے ہات کیا آیا

دلبروں کے نقش پا میں ہے صدف کا سا اثر
جو مرا آنسو گرا اُس میں سو گوہر ہوگیا
آنکھہ سے نکلے یہ آنسو کا خدا حافظ 'یقین'
گھر سے باہر جو گیا لڑکا سو ابتر ہوگیا

لگے نہ تانت پتھر اس طرح کی سعی ناحق سے
پڑاے دلبروں پر سب نہ چیراے کوہ کن اپنا
'یقیں' اس کے در دنداں کی باتیں جو کیا چاہے
صدف کی طرح دھولے آب گوہر سے دھن اپنا

یہ قمریاں جو سرو کی عاشق ہوئیں' مگر
دنیا میں اور کوئی سجیلا جواں نہ تھا

اس قدر غرق لہو میں یہ دل زار نہ تھا
جب حنا کو ترے پانوں سے سروکار نہ تھا
حسن کا عشق زلیخا ستی کچھہ چل نہ سکا
ورنہ وہ پاک گہر قابل بازار نہ تھا
دل میں زاہد کے جو جنت کی ہوا کی ہے ہوس
کوچۂ یار میں کیا سایۂ دیوار نہ تھا

اب جیوں سرشک خاک سے سکتا نہیں ہوں اٹھہ
آگے میں دل کی آنکھہ سے اتنا گرا نہ تھا
جو کچھہ کہیں ہے تجکو 'یقیں' ہے سزا تری
بندہ جو تو بتاں کا ہوا' کیا خدا نہ تھا

کہوں میں کیونکہ نہ صبح بہار تجکو کہ آج
چمن میں تو جو نہ تھا گل کے منہ پہ نور نہ تھا
خفیف مجھہ سے الجھہ کر عبث ہوا واعظ
کہ میں تو مست تھا اس کو بھی کیا شعور نہ تھا

نوک بعضے سرو کی ہوتی ہے جو خم اس سے بوجھہ
عالم بالا سے آتا ہے چلا گویا ادب

دشت اُٹھتا ہے تواضع کو ' نہیں یہ گرد باد
دیکھ دیوانے کو کرتا ہے ' یقیں ' صحرا ادب

کیا گرا دی ایک تیشے سے بنا فرہاد کی
کردیا کس گھر بسے نے خانۂ شیریں خراب
صبر کیجے کب تلک ناصح ' کہ کر دیتا ہے عشق
حوصلے کا شہر غارت ' خانۂ تمکیں خراب
پانوں کو اپنے ' یقیں ' کی چشم گریاں پر نہ رکھ
مت کر اے گل آب جو میں دامن رنگیں خراب

تری آنکھوں کی کیفیت کو میخانے سے کیا نسبت
نگہ کی گردشوں کو دور پیمانے سے کیا نسبت
یہ وہ موتی ہے جس کی سیپیاں آنکھیں ہیں عاشق کی
مرے آنسو کو مرواریدکے دانے سے کیا نسبت
یہ بت جن نے تراشے ہیں اسے بوجھا بغیر اس کے
کہوں یے صورتیں کوئی بنا سکتا ہے کیا قدرت

تصور کرکے لیتا ہوں مزا میں اس کے باتوں کا
مرے اس چپ کے رہنے کا ہے وو شیریں سخن باعث

حق کو کب پہنچے نہ باندھے جب تک ان زلفوں سے دل
کیونکہ ہو زنجیر بن ایسے دوانے کا علاج

جی نکل جاتا ہے میرا جب کبھو آتی ہے یاد
وو قسم کھا کر اُسی ساعت مکر جانے کی طرح
خار سے مژگاں کے جی ڈرتا ہے میرا بے طرح
رکھ مری آنکھوں پہ دیتے ہو کف پا بے طرح

رنگ سے مہندی کے ہو چکا ہے ہیں آنسو لعل تر
دیکھ کے ان پانوؤں پہ سر کوئی اٹھاوے کس طرح

مرے نہ چاک گریباں سے ہے رفو گستاخ
نہ میرے زخم سے مرہم کی آرزو گستاخ

کون دیکھے قامت رعنا پہ تیری جز 'یقین'
غیر شاعر کون دے اس مصرع موزوں کی داد

بوجھتا ہے خوب کیفیت نظارے کی 'یقین'
اس نگاہ مست سے لیتا ہے میخانے کا حظ

رشک تیری دل ربائی کا زبس کھاتی ہے شمع
دیکھ تیرے حسن کے شعلے کو جل جاتی ہے شمع

اس ہوا میں رحم کر ساقی کہ بے جام شراب
دیکھ کر چھاتی بھری آتی ہے باراں کی طرف

ناصح سے مجکو غم نے کیا شرمسار حیف!
سو بار پھٹ چکا یہ گریباں ہزار حیف

عرق کرتا ہے اپنے حسن کے شعلے کی گرمی سے
بڑا ہے گل سے بھی یہ دلبر خورشید رو نازک

رشک سے لاگی ہے پروانے کے جیسی تن کو آگ
لگیو اے فانوس ایسی تیرے پیراہن کو آگ
فصل گل آتی ہے بلبل! آشیاں کا کر علاج
لگ اُٹھے گی اب کوئی دن بیچ اس گُلشن کو آگ
چل 'یقیں' بہتر نہیں ہے ایسی جل مرنے کی طرح
کیا ہی پھولی ہے پلاس اور لگ رہی ہے بن کو آگ

قد ترا از بسکہ رکھتا ہے لٹک جیوں شاخ گل
باد کے صدمے سے جاتا ہے لہک جیوں شاخ گل
ہار مت پہنا کر اے پیارے کہ نازک قد ترا
بوجھ سے پھولوں کے کھاتا ہے لچک جیوں شاخ گل
مرچکا ہوں تس پہ جی میں مجھ دوانے کے 'یقین'!
وے حنائی ہات جاتے ہیں کھٹک جیوں شاخ گل

پڑ گئی دل میں ' ترے تشریف فرمانے میں دھوم
باغ میں مچتی ہے جیسی فصل گل آنے میں دھوم
تیری آنکھوں کے نشے نے اس طرح مارا ہے جوش
ڈالتے ہیں جس طرح بد مست میخانے میں دھوم
ابر جیسے مست کو شورش میں لاوے پل کے بیچ
مچ گئی یک بار اُن بالوں کے کھل جانے میں دھوم

چاک کر ڈالا ہے اپنا تونے سینا بھی ' یقین '
پھاڑتا ہے اس طرح کوئی گریباں العیاذ

اب جو اُڑ بیٹھیں قفس کے بام پر مقدور نہیں
حیف ہم آگے نہ بوجھے اپنے بال و پر کی قدر

شاخ گل کو سرخ جوں شمشیر کرتی ہے بہار
قتل میں بلبل کے کب تقصیر کرتی ہے بہار

یہ زمیں سیلاب سے ہوتی نہیں ہے چاک چاک
دشت کی چھاتی پھٹتی ہے سن کے دیوانے کا شور

دل ہمیں کہہ کر چلا تھا اپنے جانے کی خبر
پھر نہ دی ہم کو کسو نے اُس دوانے کی خبر

بلبلیں پیہم چلی جاتی ہیں باغوں کی طرف
کچھہ تو اُڑتی سی سنی ہے گُل کے آنے کی خبر

توقع دیکھہ مت کہہ نا اُمیدی کے سخن، بس کر
جواب تلخ مت دے مجھہ کو اے شیریں دھن، بس کر
پھڑک کر جی نکل جاوے گا بلبل کی طرح میرا
کھلا بند گریباں کو نہ رکھہ اے گُل بدن، بس کر

کیا مری مژگان تر کے ابر نے ڈالا ہے شور
آج بادل بے طرح اُمڈے ہیں یے برسیں گے زور
خال گورے منہ کا لیتا ہے مرے دل کو چرا
اس نگر میں چاندنی راتوں کو بھی پڑتے ہیں چور

فقیر هم درین زمین ریختهٔ پنج بیت می دارد و از تضمین مصرع یقین افتخار خود می پندارد. اگرچه این قابلیت و لیاقت کو که در جرگهٔ سخن سنجان بزانوے آن معنی پژوه بنشیند لیکن بتوقع اینکه هر که پئے نیکان گرفت و راه است ایشان گزید، یقین است که رفته رفته بیمن انفاس متبرکهٔ شان ازان ها خواهد بود - ریخته این است، ریخته :-

اب ہنسی نے اُس کی مسّی سات کیا ڈالا ہے شور
ہے اندھاری رات اور بجلی بھی چمکی ہے گی زور

بس تم اب زلفیں لپیٹو، منہ کے اُوپر سے شتاب
اس طرح کے سانپ بھی ظالم کوئی دیتا ہے چھوڑ
عاشقی نے کر دیا دونوں جہاں میں ناسور
مر گئے ہیں ورنہ مجنوں سے یہاں لاکھوں کروڑ

چوڑ اپنے پہ سبھی تصدیع رکھتے ہیں روا
وارتا ہوں جی میں اس پر جو ہے میرے دل کا چور
اب 'یقین' کی یاد میں 'صاحب' مگر روتا ہے ابر
کوکتی ہیں کویلیں اور شور تو کرتے ہیں مور

گریباں پھاڑتے ہیں دیکھ خوباں چمن کیونکر
نہ کیجے چاک ناصح اس ہوا میں پیرہن کیونکر (یقین)

دردمندوں کے تو لیتا ہے عبث خوں کا وبال
مر رہے ہیں آپ ہی اِن ناتوانوں کو نہ چھیڑ

خوش نہیں آتا ہے بن مجنوں ہمیں صحرا ہنوز
ان غزالوں سے ہمارا جی نہیں لگتا ہنوز

آگے لبوں کے ہو نہ سکا خط یار سبز
ہوتا ہے کب شراب کے آگے خمار سبز

بعد مرنے کے بھی ہوں گور میں غم ناک ہنوز
گرد پھرتے ہیں مری خاک کے افلاک ہنوز

آپ سے ہم نے مقرر کی ہے اپنی جا قفس
ورنہ تک پھڑکیں تو ہوجاوے تہ و بالا قفس

تو نہ تھا حیف 'یقیں'! ورنہ دوانہ ہوتا
آج اس طرح کا دیکھا ہے پریزاد کہ بس

نزع میں دیکھ مجھے یار جھجک کر بولا
کیا بری طرح سے مرتا ہے یہ بیمار کہ بس

جس طرح سے ڈھونڈتے ہیں لوگ خطر نائے شاد
اُس طرح رهتا هے مجکو جان محزوں کا تلاش

ترے ستم سے مرا جی یه کچهه دهڑکتا نہیں
خوشی سے قتل کی کرتا هے جان محزوں رقص

فصل جاتی هے 'یقیں' اور باغباں سے ایک بار
کوئی کرتا نہیں همارے باغ میں جانے کی عرض

مت خدا کے واسطے کر دلبراں سے اختلاط
کفر هے حق میں مسلماں کے بتاں سے اختلاط

کعبے بهی هم گئے' نه گیا پر بتاں کا عشق
اس درد کی خدا کے بهی گهر میں دوا نہیں

قیدی اس سلسلۂ عشق کے اب کم هیں 'یقیں'!
دل آزاد بہت' جان گرفتار کہاں

وو کون دل هے جہاں جلوه گر وو نور نہیں
اُس آفتاب کا کس ذرے میں ظہور نہیں

کوئی شتاب خبر لو که بے نمک هے بہار
چمن کے بیچ دوانوں کا اب کے شور نہیں

مجکو اب سیر و تماشے سے شناسائی نہیں
تجهه بن اے نور بصر! کچهه سجهه کو بهنائی نہیں

بن 'یقین' کے باغ میں جاکر بتاں کہتے هیں سب
سیر گل میں جی نہیں لگتا وو سودائی نہیں

گالی بهی پی گئے هیں' ماریں بهی کهائیاں هیں
کیا کیا تری جفائیں هم نے اُٹهائیاں هیں

شکوہ جفا سے یار کی کرنا، وفا نہیں
بندوں کا اعتراض خدا پر روا نہیں
جور و جفا کی ان سے تعجب نہ کر 'یقین'!
یہ سنگدل بتاں ہیں نہ، آخر خدا نہیں

قامت رعنا سے تیرے بسکہ شرماتا ہے سرو
دیکھ کر تجکو زمیں کے بیچ گڑجاتا ہے سرو

اسیران قفس کی نا امیدی پر نظر کیجو
بہار آوے تو اے صیاد مت ہم کو خبر کیجو

کیا سجدہ 'یقیں' نے دیکھ اس محراب ابرو کو
برہمن تو رہا مسجد میں بتخانے سے کہہ دیجو

گرہ کھولو نہ زلف یار کی، شانے کو مت چھیڑو
چھپیو مت دل کی زنجیر، ایسے دیوانے کو مت چھیڑو

کوئی مجھ سے نہ بولو، مستعد مرنے کا بیٹھا ہوں
خلافت خود کشی کی دے گیا ہے کوہ کن مجکو

کھڑا ہے سرو نپٹ بن بنا کے رعنا ہو
جو یار پردے سے نکلے تو کیا تماشا ہو

خدا کرے کہ کہوں حق شتاب ثابت ہو
مت امتحان وفا میں 'یقیں' کے دیر کرو

عشق میں داد نہ چاہو کہ سنا ہم نے نہیں
عدل و انصاف کا اس ملک میں دستور کبھو

اُس رخ صاف کے آگے نہ رکھو آئینہ
میں مکدر ہوں مجھے اور مکدر نہ کرو

لے کے دل کرتے ہو ثابت دکھہ کے ماروں کا گناہ
جان و دل دینے میں کیا ہے ان بچاروں کا گناہ

کروں میں کیونکہ قید زلف سے چھوٹنے * کی تدبیریں
پڑی ہیں مری ہر انگشت میں جیوں شانہ زنجیریں

جب دیکھتا ہوں تنہا تجھکو سجن چمن میں
کس کس طرح کی باتیں آتی ہیں میرے من میں

اُتھہ گیا کہتے ہیں دیوانا ' یقین ' عالم سے ہاے
اُن نے کیا آباد کر رکھا تھا ویرانے کے تئیں

ہاے میرا ہات مت پکڑو کہ جیب گل کی طرح
چاک ہی کرنے میں ہے میرے گریبان کی پھبن

کرتا ہے کوئی یارو ! اس وقت میں تدبیریں
مرتا ہے یہ دیوانہ ' اب کھول در زنجیریں

عمر آخر ہے جنوں کر لوں ' بہاراں پھر کہاں
ہات مت پکڑو مرا یارو گریباں پھر کہاں

یار کے قد کو نہ دے سرو سے تشبیہہ ' یقین ' !
سرکشی میں تو مسلم ہے یہ طنّاز نہیں

' یقین ' مارا گیا جرم محبت پر زہے طالع
شہادت اِس کو کہتے ہیں ' سعادت اِس کو کہتے ہیں

---

* چھٹنے —

کیا فرہاد نے جو کچھہ ' محبت اِس کو کہتے ہیں
دیا جی بات کے کہنے میں همت اِس کو کہتے ہیں

یہ سینہ عشق سے محرومِ درد و داغ نہیں
ہزار شکر دہ یہ ملک بے چراغ نہیں

بلا ے عشق سے کچھہ چھوتنے کی راہ نہیں
بغیر میکدہ یار و کہیں پناہ نہیں

عاشقوں پر جبر کرتے ہوں ' یقین ' ! یہ خوبرو
کچھہ نہیں واللہ ان بے اختیاروں کا گناہ

بہار آئی ہے ہمیں کیا حکم ہے اے باغباں سچ کہہ
چمن میں رہنے پاوے گا ہمارا آشیان سچ کہہ

کچھہ عمر نہیں باقی ساقی تو شتاب آجا
ڈرتا ہوں چھلک جاوے ' لبریز ہے پیمانہ

عشق کے بھی کارخانے کی عدالت دیکھہ لی
بوالہوس جیویں مریں ہم اے محبت واہ واہ

جب ہوا معشوق عاشق ' دلربائی کیا کرے
بندگی سے جنّے * خوئی ' وو خدائی کیا کرے

عشق میں ملتی نہیں راحت مگر جیوں کوہکن
جان شیریں دیجئے ' تب خواب شیریں کیجئے ہے

جفاے دلبراں پر صبر کرنا ہی مناسب ہے
' یقین ' ! دعوی وفا کا کر کے اب فریاد کیا کیجئے

---

* جن نے —

کیا دل ہے اگر جلوہ گہ یار نہ ہووے
ہے طور سے کیا کام جو دیدار نہ ہووے

اگر پاوے گلی تیری تو بلبل گلستاں بھولے
ترا نقش قدم دیکھے تو اپنا آشیاں بھولے

چھٹتے ہم زندگی کی قید سے اور داد کو پہنچے
وصیت ہے ہمارا خوں بہا جلاد کو پہنچے

بہار آئی بجاو عندلیبو ! ساز عشرت کے
گئیں حسرت کی وے راتیں گئے وے دن مصیبت کے
پریشاں خاک سے اگتا ہے سنبل اس سے ظاہر ہے
کھلے ہیں موے لیلی اب تلک ماتم میں مجنوں کے
بتاں کی بادشاہی کے سپہ سالار عاشق ہیں
بتھائے کوہ کن نے بے ستون میں نقش شیریں کے

نہ بجھنے دیجیو اس کو گرم رکھیو آہ و نالے سے
یہ دل ہے مشت خاکستر کا تیرے اخگر اے قمری

یقیں کے واقعہ کی سن خبر وہ بد گماں بولا
یہ دیوانہ کچھہ ایسا تو نہ تھا بیمار کیا کہئے

عبث پالی تھی سینے بیچ آہ بے اثر ہم نے
یہ کیوں اس خاک میں بویا تھا نخل بے ثمر ہم نے

یہ پوچھو تو کہ کیا یہ سر زمیں مجنوں کا مدفن ہے
چلی آتی ہیں شور انگیز بادیں اس بیاباں سے

یار کب دل کی جراحت پہ نظر کرتا ھے
کون اس کوچے میں جز تیر گذر کرتا ھے

درختوں سے نہ دے تشبیہ اُس قد کو 'یقیں' ھرگز
وو اتکھیلی سے چلنے کی طرح شمشاد کیا جانے

اگر زنجیر میرے پانوں میں ڈالی تو کیا ھوگا
بہار آنے دو، میرا ھات ھے اور یہ گریباں ھے

گئی یہ کہہ کر آنے سے خزاں کے پیشتر بلبل
پھر اِن آنکھوں سے کھونکر دیکھہ سکئے گا چمن خالی

دعا مستوں کی کہتے ھیں 'یقیں'! تاثیر رکھتی ھے
الٰہی سبزہ جتنا ھے جہاں میں تاک ھوجاے

اس طرح رونے میں آنکھوں کا خدا حافظ 'یقیں'!
دیکھئے یہ خانماں اس روئیے' ڈوبے یا ترے

یہ کون ڈھب ھے سجن! خاک میں ملانے کا
کسو کا دل کبھی پاؤں تلے ملا بھی ھے

اگر بربا د جاوے خاک میری' کیا تعجب ھے
فلک جب چرخ میں آتا ھے تیرے دور داماں سے

نہیں ھے جام مے بن کچھہ ھمارا خوں بہا ساقی
اس آب زندگی سے اپنے ماروں کو جلا ساقی

جو سر پانوں پہ رکھہ دیجئے تو خوش ھوویں بتاں ھم سے
ولیکن ھاے ھوسکتی ھے یہ جرأت کہاں ھم سے

'یقیں' زنجیر میں ہے' تب تو عالم میں نہیں چھلیں
تک ایک چھوٹے' یہ دیوانہ ابھی دھومیں مچا دیوے

نہ دے برباد خار آشیاں کو عندلیباں کے
صبا یہ بھی ہوا خواہوں میں ہیں آخر گلستاں کے

مرے آنسو بھی مارے ضعف کے اب چل نہیں سکتے
کیا ہے عشق! مجکو ہاے ایسا ناتواں تو نے

نظر آتا نہیں ثابت گریباں ایک غنچے کا
چمن پر یہ ستم کرتا ہے اے باد صبا کوئی!

شب ہجراں کی وحشت کو' تو اے بیدرد کیا جانے
جو دن پڑتے ہیں راتوں کو مجھے' تیری بلا جانے

گریباں چاک کرنے سے کسو کے تجکو کیا ناصح
ہمارے ہات جانیں اور ہمارا پیرہن جانے

اگر دیتے ہو دل کی داد جتنا اس کا جی چاہے
تو کرنے دو اسے فریاد جتنا اس کا جی چاہے

نہیں کوئی کہ اخبار اس کے ہم تک' یا دعا لاوے
گیا ہے دل اب اس کو دیکھئے اب تک خدا لاوے

'یقیں' بے جا بھی میں کرتا ہوں بے صبری کہ ڈرتا ہوں
محبت بیچ لگ جاوے' کہوں ننگ شکیبائی

بہار آئی ہے کیسا چاک جیب پیرہن کرتے
جو اب ہم جیتے ہوتے تو کیا دیوانہ پن کرتے

مقابلے میں وفا کے جو یہ جفا ہووے
کبھو کسو سے کوئی دیوں کر آشنا ہووے

مرا جاتا ہوں مت اتنا بھی کس کر گوندہ بالوں کو
ٹک ایک ڈھیلی تو کردے جان زنجیر اس دوانے کی

زنجیر میں بالوں کی پھنس جانے کو کیا کہئے
کیا کام کیا دل نے دیوانے کو کیا کہئے

مرزا، رفیع السودا، و عبدالحی 'تاباں' مصرع آخر این بیت را کہ گذشت، مخمس بطور ترجیع بند کردہ و خوب گفتہ۔ چنانچہ از بد و شعور فقیر در شہر اشتہار میدارد، حاجت اظہار نیست —

دیکھ تو دیتا ہے کروں تجکو بھی حیراں تو سہی
باغباں اب کے اجارے لوں گلستاں تو سہی
اپنے بندوں کو جلاکر داغ کرتے ہیں 'یقین'!
ان بتاں کی ضد سے ہو جاؤں مسلماں تو سہی

موے ہم فصل گل آنے سے آگے ہی، خدا جانے
کہ کیا کیا شوخیاں ہم سات یہ ظالم ہوا کرتی

دل روشن کے تئیں لگتی ہے کب ظلمت نظارے کی
صفا میں آئینے کی کب خلل آتا ہے صورت سے

مفت کب آزاد کرتی ہے گرفتاری مجھے
جی ہی آخر لے کے چھوڑے گی یہ بیماری مجھے

اُن پریزاد جوانوں نے کیا پھر مجھے
کردیا ضعف سے جوں سایہ زمیں گیر مجھے

ناصح اس کے سوزنِ مژگاں سے کھینچوں کیونکہ ہات
زخم کو ٹانکے نہ دے اپنے تو گھایل کیا کرے

محبت کے مزوں کو کب ہر ایک پیر و جواں سمجھے
جو ابراہیم ہو' آتش کدے کو گلستاں سمجھے

کرتے ہیں اپنے بال دکھا مبتلا مجھے
اس پیچ سے بتاں کے نکالے خدا مجھے

اجل نہ چھوڑے گی آخر 'یقیں' کو لازم ہے
کہ اپنے سر کو ترے پاؤں پر نثار کرے
'یقیں'! جاتا رہا گر بلبلوں کے سات جانے دے
کوئی اس بے مروت دل کو اپنے پاس کیا رکھے

حیا و شرم سے کیوں کر کوئی حذر نہ کرے
ادب سے تجھہ پہ کوئی کب تلک نظر نہ کرے

حق مجھے باطل آشنا نہ کرے
میں بتوں سے پھروں خدا نہ کرے

ترا خورشید سا منہہ دیکھکر پھولوں کی جاں لرزے
ترا قد چھوکے باد آوے تو سرو گلستاں لرزے
وو بلبل کیونکہ ہووے خار و خس سے مختلط' جس کا
نسیم گل سے مارے نازکی کے آشیاں لرزے

زباں فولاد کی ہو' تب جواب کوہ کن دیوے
ستم کرتا اگر پرویز کو عشق امتحاں کرتا

نہ دیتا عیش کی خسرو کو فرصت قصر شیریں میں
جو میں ہوتا، بجائے شیر، جوے خوں رواں کرتا

ناچار یہ دل اپنا گیا گور میں 'یقیں'
اس جنس کا جہاں میں کوئی قدر دار نہ تھا

عاشق اور معشوق عالم کی سند کرتے ہیں سب
تجھ سے خونخواری کی طرز اور مجھ سے غم کھانے کی طرح

ہمارے درد کی دارو اگر کچھ ہے تو دارو ہے
یہ سب کچھ سن کے ساقی بات پی جانے کا کیا حاصل

مجنوں کی خوش نصیبی کرتی ہے داغ مجھ کو
کیا عیش کر گیا ہے ظالم دوانہ پن میں
خوباں 'یقیں' کو معذور اب تو رکھو کہ اس کی
لوہو نہیں جگر میں، آنسو نہیں نین میں

دوبارہ زندگی کرنا مصیبت اس کو کہتے ہیں
پھر اُٹھنا بے دماغوں کا قیامت اس کو کہتے ہیں

نہ گذرا ہوگا مجھ سا کوئی رنگیں باولے پن میں
گریباں آپڑا ہے پھٹ کے گل کی طرح دامن میں
یقیں سے جلتے بلتے کی خبر کیا بوجھ کر لو گے
پڑا ہوگا دوانہ سوختہ * سا کنج گلخن† میں

وو ناخن ابروے خوباں سے خوشنما تر ہے
کسو کے کام کی جس سے کوئی گرہ وا ہووے

---

* (ن) باولا — † (ن) گلشن —

خواب میں کس طرح دیکھوں تجکو بیخوابی کے ساتھہ
جمع آسایش کہاں ہوتی ہے بیتابی کے ساتھہ
مفت نہیں لوٹتے وفا کو شہر خوباں میں ' یقین '
کس قدر بے قدر ہے یہ جنس نایابی کے ساتھہ

اگرچہ عشق میں آفت ہے اور بلا بھی ہے
ذرا برا نہیں یہ شغل ' کچھہ بھلا بھی ہے

ایک پل بھی نہیں تھیرتا ہاے آنسو کی طرح
اس دل بیتاب کو کوئی تسلی کیا کرے
وصل کی گرمی سے مجکو ضعف آتا ہے ' یقین '
دیکھئے مجھہ سات خوباں کی جدائی کیا کرے

اس بسنتی پوش سے آغوش رنگین کیجئے
جی میں ہے اس مصرع موزوں کی تضمین کیجئے

مزے سے عشق کے دوزخ بھی اس فرقہ پہ جنت ہے
خدا ہم کو کرے محشور امت میں محبت کی

نہ نکلا کام کچھہ اس صبر سے اب نالہ کرتا ہوں
مری فریاد ہی شاید مری فریاد کو پہنچے

دوانہ ہوں میں جی دینے میں* مجنوں کے سلیقے کا
مزے لے لے کے مرنے کی طرح فرہاد کیا جانے

یار اگر منظور ہے دنیا اور عقبیٰ سے گذر
منزل مقصود ہے دونوں جہانوں کے پرے

* (ن) اپنے جیو سے —

مجھے خوش آئی ہے یہ بات ایک مجنون عریاں سے
کیا کیجے کہاں تک چاک ہم گزرے گریباں سے

ٹک ایک انصاف کر کرتا ہے اتنی بھی جفا کوئی
کرے گا بعد میرے کس توقع پر وفا کوئی

مصطفی خان " یکرنگ "

تخلص - از معاصران میان ' آبرو ' است - شعرش خوش قماش بیکران می دارد ' و طبعش عالی تلاشی فراوان می نماید - گویند که ذهن رسا داشت ' و باهر کسے طریق حسن سلوک مرعی می گذاشت - یکرنگی اخلاصش از تخلص او پیدا ' و خلق محمدی از نامش هویدا است - این چند گل از گلستان هر دو تذکره چیده گلدسته می بندد:—

لب شیریں سے بے زبانوں کے بولنا تلخ کام ہے تیرا
ہات اٹھا جور اور جفا سے توں یہی گویا سلام ہے تیرا

جب ستی ہے گلرخاں سے یار ہوا خلق کی تیں نظرمیں خوار ہوا
خلق 'یکرنگ' کی ہوئی دشمن جب ستی تیرا دوستدار ہوا

ترک عاشق نے ننگ و نام کیا کام اپنا جو تھا تمام کیا

اس قدر کیا ہے حمایت غیرکی ہم بھی تو تم سے کبھی تھے آشنا

خون دل کا مجھے شراب ہوا جگر سوختہ کباب ہوا

زخمی برنگ گل ہیں شہیدان کربلا
گلزار کی نمط ہیں بیابان کربلا

کھانے چلا ہے زخم ستم ظالموں کے ہات
دھو ہات زندگی ستی مہمان کربلا
اندھیر ہے جہاں میں کہ سب شہیدوں کے سات
ہے سر بریدہ شمع شبستان کربلا

سنتا نہیں ہے بات کسی کی تو اے سجن
تجکو ترا غرور نہ جانوں کرے گا کیا

ایتا ہے مست اپنے حسن کی مے سے سجن میرا
کہ کھاتا ہے بیان کرنے ستی لغزش سخن میرا

نکر گوہر ستی ہرگز برابر اگر معلوم ہے رتبہ سخن کا

مجھے مت بوجھ پیارے اپنا دشمن
کوئی دشمن بھی ہو ہے اپنی جاں کا

اگر آوے مرے گھر وو پیارا کروں اُس ماہ کو پتلی کا تارا
مرا دشمن ہوا 'یکرنگ' وو شوخ کیا کیوں عشق میں نے آشکارا

کم نہیں کچھ بوے گل سیتی فغان عندلیب
برگ گل سے ہیگی نازک تر زبان عندلیب

زبان شکوہ ہے مہندی کا ہر پات کہ خوبوں نے لگائے ہیں مجھے ہات
مسخر چشم کے شاہ و گدا ہیں رکھے ہیں خوبرو ظاہر کرامات
خیال چشم و ابرو کر کے تیرا کوئی مسجد گیا کوئی خرابات
یاد آتی ہے تازگی بہار دیکھ ہر خشک خار کی صورت
سچ کہے جو کوئی سو مارا جاے راستی ہیگی دار کی صورت

میر تقی 'میر' نوشتہ کہ با عتقاد فقیر بجاے 'سچ'

حرف 'حق' اولی است 'صاحب' میگوید که این جا اصلاح 'میر' احسن است ' قبل ازین دو سال این بیت را بچنین تغیر شنیده ام ' خدا داند که از کیست :—

" جو کوئی حق کہے سومارا جاے صورت دار راستی ہوگی "

پھر گیا ہم سے ہاے وہ مہرو سرد مہری ستی ہوا کی طرح

ہوا نہ راحت جان ' مہرباں حیف
مری محنت گئی سب رائیگاں حیف

بنا بر مصلحت ہے یہ جو تم سے رہا ہے روٹھ دن دو چار 'یکرنگ'

محبت کا عجب یک رنگ ہے رنگ کبھی عاشق کبھی معشوق ہیں ہم

برنگ شمع دائم تجھہ لگن میں سجن روتے پھرے ہم انجمن میں

اُس کو مت بوجھو سجن اوروں کی طرح
مصطفی خان عاشق * 'یکرنگ' ہے

میر محمد تقی 'میر' نوشتہ کہ اگر شعر من می بود ' پیش مصرع این قسم موزون می کردم :—

ع مت تلون اُس میں سمجھو + آپ سا —

لہذا از خاطر فاتر فقیر ہم دو مصرع چنین سر زد :—

ع :- کئی طرح اُس کو سجن سمجھو ولے
ع :- کچھہ کہو نزدیک اپنے اُس کے تئیں

---

* (ب) آشنا — + (ب) سمجھیو —

از 'یکرنگ' است :—

تا گلے تیرے لگوں اے یار میں   روتھتا ہوں اس سبب ہر بار میں

کیوں کھینچتے ہو تیغ سجن ہم میں دم نہیں
پنہاں نگہ تمہاری یہ گپتی سوں کم نہیں

کہتے ہیں ہم پکار سنو کان دھر سجن
گر غیر سے ملو گے تو دیکھو گے ہم نہیں

تجھ زلف کا یہ دل ہے گرفتار بال بال
'یکرنگ' کے سخن میں خلاف ایک مو نہیں

دل مرا لے کے جو دبدھا میں پڑے ہو اس بھانت
کیا سجن! اس کا کوئی جگ میں خریدار نہیں

———

پارسائی اور جوانی کیونکہ ہو   ایک جاگہ آگ و پانی کیونکہ ہو

اُس پری پیکر کو مت انسان بوجھ
شک میں کیوں پڑتا ہے اے دل جان بوجھ

برگ حنا اُپر لکھو احوال دل مرا
شاید کبھو تو جا لگے اُس دلربا کے ہات

اگرچہ این بیت کہ گذشت میر محمد تقی 'میر' بنام 'یکرنگ' نوشتہ است، اما بنام میرزا 'مظہر' شہرۂ عوام دارد، واللہ اعلم —

جو کوئی توڑتا ہے غنچۂ گل   دل بلبل شکستہ کرتا ہے

———

نہ کہو یہ کہ یار جاتا ہے   میرا صبر و قرار جاتا ہے

بر خبر لیتی ہے تو لے صیاد   ہاتھہ سے یہ * شکار جاتا ہے

لگے ہے خوب کانوں میں بتوں کے
سخن 'یکرنگ' کا گویا گہر ہے

کیا جانئے وصال ترا ہووے کسے † نصیب
ہم تو فراق میں ترے اے یار مرگئے

نہ تو ملنے کے اب قابل رہا ہے   نہ مجھہ کوں وو دماغ و دل رہا ہے

اب تو تمہیں نباہے ہی ہم سے سجن سری ‡
ہم سب طرف سیں ہار تمہارے گلے پڑے

'یکرنگ' پاس کیا ہے سجن اور کچھہ بساط
رکھتا ہے دو نین جو کہو تو نظر کرے

جس کے درد دل میں کچھہ تاثیر ہے
گر جواں ہے وو تو $ میرا پیر ہے

چشم پیارے کی دیکھہ مژگاں میں
گویا سبزے کے بیچ آہو ہے

عبدالوہاب 'یکرو'

شاعر خوش گو و شاگرد میاں نجم الدین 'آبرو' است - اشعار دل آویز و سخن ہاے سوز انگیز بسیار می دارد - انموزج مزاج عالیش اینست :—

گرم ہے اب نالہ زاروں میں دل
آب ہوا مدّا ہے میے خواروں میں دل

---

* پھر   † کہ وصل ترا کس کے ہو
‡ پڑی $ بھی ہے تو

جب سے کافر سج قرا دیکھا صنم
تب سے نہیں لگتا ہے دلداروں میں دل
لے گئے بے رحم، بے کس کر گئے
ایک تھا عاشق کے غم خواروں میں دل
سب طرف سے ہے بتوں کی مار مار
گوت ہے چوپڑ کی ان ساروں میں دل
اب تو 'یکرو' جیونا رہنا نہیں
جا پڑا ہے شوخ خونخواروں میں دل

این بیت را میر محمد تقی 'میر' و فتح علی خان در ترجمۂ 'یکرو' نوشته اند :—

دل پر ہیں مرے داغ تیرے عشق کے کئی
گنتے میں جن کے عمر مری سب گذر گئی

میر عزت الله 'یکدل'

شاعر عهد محمد شاه بادشاه بود - احوال و اشعارش بفقیر نرسیده، این ابیات از 'نکات الشعرا' گرفته ثبت می نماید :—

تو گل باغ انّما کی قسم   سرو گلزار هل آتی کی قسم
مہر میدان لا فتیٰ کی قسم   میں تو عاشق ہوں مرتضیٰ کی قسم
شاعروں میں نہ میں خیالی ہوں   والله و مست ہوں ولا کی قسم

حکیم ''یونس''

بر احوالش اطلاع نیست، و از سید عبدالولی صاحب هم اتفاق استفسار در حیدرآباد دست نداد - این ابیات ازانست:—

صبح جب گلشن سے وو گل رو گیا   باغ سے باہر نکل گل رو دیا
ہے معطر آج تک صحرا تمام   اس زمیں اوپر کوئی گل بو دیا
سو گیا جب سے جگایا تھا مجھے   بخت میرا جاگ اُتھا تھا سو دیا

موسم ہولی میں ہوتے ہیں شہید   آج وو قاتل بسنتی پوش ہے

بلبل کی سن کے تند فغاں چیں جبیں یہ لا
گل نے کہا کہ کان میں میرے تڑک اُتھی

کیا گل کے نام میں بھی ہے اعجاز عیسوی
بلبل موئی پڑی تھی سو سنتے بھڑک اُتھی

باغ میں کہتی تھی بلبل ہائے رے اب تک مری
دل جلا میرا تب اس گل کے تئیں ٹھنڈک پڑی

نواب منورالدوله "یار" تخلص

نواب منورالدوله احمد یار خان بهادر ممتاز جنگ 'یار' تخلص سلمه الله تعالیٰ' خلف الصدق نواب شجاع الدوله بهادر دل‌خان بهادر ناظم حیدرآباد ذهن و قاد و طبع نقاد دارد- او فراوان حسن خلق و تواضع بمردم خرچ می کند- خصوصاً بر حال فقیر کمال شفقت می فرماید' چنانچه جائے می گوئم :

اگرچه حسب ظاهر میں جدا هیں
ولے معنی میں هیں یک یار و صاحب

حق سبحانه تعالیٰ سلامت دارد و بمدارج عالی رساند- ایں دو سه ابیات زادۂ طبع والاے اوست :

بهار گلشن خوبی چمن میں آیا هے
کهاں هے جام' کهاں هے شراب کا شیشه

همارے دل کو ناحق خوبرو هر دم جلاتے هیں
کهیں بت بتکدے کے بهی برهمن کو ستاتے هیں

چمن میں رنگ اڑجاتا هے پهولوں کا خجالت سے
رنگیلے هونٹ تیرے جب هنسی سے کهلکهلاتے هیں

نتیجه ان کی الفت کا همیں آخر کو کیا هوگا
عبث سنگیں دلوں سے اپنے دل کو هم لگاتے هیں

خواهشیں دل کی سکچ کر وهیں رہ جاتی هیں 'یار'
سامنے هوتا هے جب اس کے تجمل کا خیال

گریباں چاک و مطعون جهاں' بد نام عالم هوں
پڑے خاک اس طرح کے هاے رسوائی کے جینے میں

مجهه سے پوچها که کهو تم میں وفا هے که نهیں
میں کها تم تو کهو تم میں جفا هے که نهیں

'یار' سے ترش هو اور اُن سے یه میٹهی باتیں
گر هو آزرده تمهارے سے بجا هے که نهیں

قطعہ بند

کہا میں اُس شعلہ خو کو اک دن کہ جل گیا جی تری جفا سے
غضب سے تیوری چڑھا کے مجکو کہا میں پھر کیا کروں بلا سے
زبان جراُت کو تب تو میں نے دراز کر کر کہا کہ سن تو
یہ کون مذہب ہے جواب دینے کا ترک تو وسواس کر خدا سے
یہ بات سنتے ہی کر تبسم کہا خدا سے تو تو ڈرا کر
جفا کے شکوے کو ہم سے کرنا بعید تھا یہ تیری وفا سے
خوشی میں پایا جب اس کو میں نے کہا کہ صاحب بھلا سنو تو
جو درد دل کو نہ کہئے تم سے تو کب تلک بیٹھئے حیا سے
صنم نے میرے سخن کو سن سن کہا کہ اتنا نہ مضطرب ہو
جو ابتدا کو نہیں سمجھتا تو کیا خبر ہوگی انتہا سے
یہ راہیں مشکل ہیں ایسی راہوں میں کیوں قدم کو اٹھائے تیں نے
اگر تو واقف نہیں ہے جا پوچھ 'یار' جیسے تو مبتلا سے
یہ عشق کا پنتھ سب سے نیارا ہے اس میں آنے کا فائدہ کیا
خوشی میں بیٹھا رہو تو اپنی تجھے غرض کیا وفا جفا سے

موسم ہولی میں ہوتے ہیں شہید
آج وو قاتل بسنتی پوش ہیں

بلبل کی سن کے تند فغاں چیں جبیں پہ لا
گل نے کہا کہ کان میں میرے تڑک اُٹھی
کیا گل کے نام میں بھی ہے اعجاز عیسوی
بلبل موے پڑی تھی سو سنتے پھڑک اُٹھی

باغ میں کہتی تھی بلبل ہائے رے اب تک پڑی
دل جلا میرا تب اس گل کے تئیں ٹھنڈک پڑی

—— : * : ——

باب الکاف

میاں کمترین ''کمترین''

طالب معنی رنگین و خیالات متین است - گوہر سخنش آبداری فراوان میدارد، و سحاب طبعش گوہر باری مضامین می نماید - این چند ابیات ایہام ازانست :-

تم بادشاہ پسند ہو ہم کمترین تمہارے
کے بیر دوگے ہم کو نازک بدن ہمارے

نو خصم گن کر مشلچن نے کہے تو بھی نہیں رہتی دو شاخہ بن دیے

پلا اُس مست نصرانی کو تاڑی اگاڑی اسطبل کی جا پچھاڑی

یہ متصدی نہیں ملتے، اگر بہاتوں سے ذاتوں* میں
تو کیوں پیسے کماتے ہیں یہ نقلیں کر براتوں میں

دیکھو پکوان والی کی مزاخیں خصم کے روبرو دیتی ہے شاخیں

محمد حسین ''کلیم''

کلیم طور سخندانی، و بلبل ہزار داستان چمنستان معانی است- عصاے کلکش سحر شکنی می نماید، و طبع بلندش در چشم ورق چنین سرمہ می آراید :-

* (ف) راتوں —

تجھے برق خار سے کام کیا جو حیا ہے حق کو تلف نکو
یہ ازل کے دن سے نصیب ہے کف پائے آبلہ دار کا

چھپا ہے آ مرے چشم پر آب میں دریا
کنھیں نے دیکھا ہے اب تک حباب میں دریا

وو نازک تن لطافت سے کسی کو نہیں نظر آتا
مقرر ایک جا تو ہے نہ، کیا جانے کہاں ہوگا

توں نہ آیا باغ میں شمشاد غم سے خم ہوا
طوق قمری کا فغاں سے حلقۂ ماتم ہوا
کس پریشاں نے قدم رکھا ہے پیچ و تاب سے
جادہ آتا ہے نظر جیوں زلف کج برہم ہوا

عمر رفتہ کا نہ پایا کھوج ہرگز اے 'کلیم'
آپ کو جیوں شمع میں ہر انجمن میں گم کیا

اے شمع تیری باری ہے شب کو کہ شام لگ
اپنے دنوں کو چتنا میں رونا تھا رو چکا

زبان موج سے یوں بحر کہتا تھا حبابوں سے
کہ اپنا سر ہی کھاتا ہے جہاں میں جن نے سر کھینچا

تا صبح تجھ بغیر عجب میرا رنگ تھا
روشن تھی شمع آہ دل اس پر پتنگ تھا

سر بھی ہے، تیغ بھی ہے، لگانا ہے تو لگا
کھیو نہ جان! پھر کے کہ یہ جی چھپا گیا

وہی اک ہے جو ان دونوں گھروں میں خلق ڈھونڈتے ہے
پس اے زاہد اگر مسجد سے بت خانہ ہوا تو کیا

قبر میں بھی لئے همراہ گیا اپنے 'کلثوم'
آہ کیوں درد دل اپنا نہ کسی کو سونپا

کیا ہوا زلف سے گرہ کھولی میرے سرکا تو یہ گرہ نہ گیا

لگا جب غیر سیتی هم طبق ہونے وو مہماں کش
وو اپنے هات دهوتا تها ' میں اپنے هات ملتا تها

نقاب اپنے رخ کا جو توں باز کرتا
تو گل اپنی خوبی پہ کیا ناز کرتا

وفا کا ہوں پر بستہ ' نہیں توڑ پنجرا
چلا جاتا جنگل کو پرواز کرتا

نشان مجهہ دل کا مت پوچھو ' یہ مجنوں
کہیں اُس طرف ویرانے کے ہوگا

نہ کچھہ برا ہوا پرویز کا ' نہ شیریں کا
ترے هی سر پر اے فرهاد جو هوا سو هوا

کیا رقیب پردہ ڈر کے آج میں ماری هے میخ
حلقۂ در کی نمط گھر سے اسے بیروں کیا

میں بانکپن سے تیرے نہیں ڈرنے کا رقیب
گر دل میں هے تو مجکو بھی للکار دیکھتا

هر تار پیچ زلف کے عالم کی جان هے
گویا یہ اژدها تها کہ سب کو نگل گیا

قربان اُس اکڑ کے عجب یہ مڑوڑ هے
آشفتہ ہوگئیں ' پہ نہ زلفوں سیں بل گیا

ہو چکا حشر ' گئی دوزخ و جنت میں خلق
دیکھنا میں ترے کوچے میں گرفتار ہنوز

درازی شب ہجران زلف یار ' کلیم '
مجھی سے پوچھ کہ کاٹی ہے رات آنکھوں میں

آتی ہے دل پہ قلقل مینا سے اب شکست
وہ دن گئے ' کلیم ' جو یہ شیشہ سنگ تھا

پاس ناموس محبت ہے مجھے از بس ' کلیم '
باغ میں جاؤں نہ ہرگز بے رضائے عندلیب

دنیا ! نکر جوانوں سے یہ بوڑھا چو چلا
مدت سے ہم تو چھوڑے پڑے ہیں تجھے نپٹ

ہمیں تو پاؤں پر بھی سر کے رکھنے کو نہ فرمایا
ملے ہم خاک میں' اور یے ترا دامان پاقسمت

رکھتا ہے زلف یار کا کوچہ ہزار پیچ
اے دل سمجھ کے جائیو' ہے راہ مار پیچ

برق نظارہ سے از بسکہ جلا ہوں ' نکلے
نگہ گرم جو کوئی تو ہو فتے مرا خاکستر

لالۂ و گل سے مجھے کام کیا میری وحشت
مجھ اُپر لاے ہے ایک رنگ سے رنگ دیگر

زلف کو خواب میں دیکھا تھا' جنوں سے شب کو
صبح بیدار ہوا ' پائی گلے میں زنجیر

بوسہ تو کچھ نہ تھا اے مری جان اس قدر
تسپر رہے ہو ہم سے برا مان اس قدر

سو زخم کھا چکا ہے دل اس پر جگر چلا
کہتا ہے مجھکو زخم ہے ایک آرزو ہنوز

جو صدا آتی ہے اس وادی سے ہے سینہ خراش
یہ کوئی دل روتا جاتا ہے نہیں بانگ جرس

ہم گم ہوے ہیں ضعف سے جوں بو میان باغ
پھرتا ہے رنگ گل کہ ہمارا کرے سراغ

جیوں کعبتین گھر میں مرے گل ہی ہے بساط
ایک مشت استخوان ہوں اور شش جہت سے داغ

پوچھہ مت غم کی داستان اے دل
کہ پڑا ٹوٹ آسمان اے دل

جو دینا تھا مانگے بغیر از' دیا ہے
کٹئے وو زبان جو کہ اس پر ہو سائل

ہم سے پوچھو ہو پیو تے ہو' شراب
ایسے کیا شیخ پارسا ہیں ہم

تم جام دو پیارے' کیو نکر کہیں نہیں ہم
خون جگر تھا تو بھی پی ہی گئے وہیں ہم

تو یار ملکے ہم سے جب ایک ہو گیا ہو
کس کو بعید جانیں' کس کو کہیں قریں ہم

تم ہو تو ہم کہاں ہیں' ہم ہیں تو تم کہاں ہو
یا تم ہی سب ہو ہم موں' یا ہیں گے سب ہمیں ہم

طریق عشق میں مجنون و کوهکن کو نہ کہہ
هزاروں هو گئے غارت سو ایک دو معلوم

مانند سرو هوں کہ نہ گل هے نہ بر مجھے
بیکار باغ هوں نہ سزاوار باغ هوں

جب اصل مذاهب کو واعظ ستی هم پوچھا
تب هم سے لگا کہنے قصّہ و حکایاتیں

رنگ اڑ مرجھا گیا اور جھڑ پڑا شرمندہ هو
تجھہ ستی گُل پر هوئی کیا کیا خرابی باغ میں

جمعہ کو کہتا تھا واعظ سے کھڑا رند مست
کچھہ نظر میں تری بھی سود و زیاں هے کہ نہیں

یہ سخن هے کہ نہ پی مے سو وهاں پیوے گا
یہاں تو پی لیجئے کیا جانئے وهاں هے کہ نہیں

نے و طنبور میں هے شور تو معلوم اے مطرب
کسی کا دل هوا هے شاید اس پردے میں آ نالاں

کسی سے بھی نہ ملیے ایک گوشے میں پڑے رهئے
یہ فرصت یہاں تو نہیں ملتی هے مرجانے میں هوے تو هو

تیر هے یا سناں هے تیری هو گئی پار مجھہ جگر کے آہ

تری جناب میں آیا هوں یا الٰہ نہ پوچھہ
یہی کہ بخش دے اور مجھہ سے کچھہ گناہ نہ پوچھہ

کوئی گل کا میں عاشق نہیں یہ داغ مجھے بس هیں
جاتا هوں میں گلشن سے بلبل نہ هو آزردہ

غرور حسن سکن نہیں ہماری داد کو پہنچے
غرض تم سن چکے احوال ' ہم فریاد کو پہنچے

اب دم شمردگی سے مجھے کار و بار ھے
ھر دم مرے حساب میں روز شمار ھے

جہاں موں یہ میں نہیں جانتا کہاں تو ھے
پر اتنا جانوں ھوں سب تو ھی ھے جہاں تو ھے

توں اے باران رحمت اوج موں آ ' موج سیں اپنے
کہ ایک قطرہ میں میری کشت کا بھی کام ھوجاے

اُس کی ابرو کی اگر تصویر کھینچا چاھئے
اول اپنے قتل پر شمشیر کھینچا چاھئے

دل تو بھرا ھے آبلۂ پا کے جیوں کلیم
جز خار دشت کے سرا غم خوار کون ھے

میں کہتا تھا ساقی ایاغ اب کہاں ھے
نپٹ دیر کی توں دماغ اب کہاں ھے

(رباعی)

ھر چند اگاتے ھیں بتاں گل مہندی
تیرے ھی قدم تلے گئی گل مہندی
ھیہات ھیہات کیسا ھووے گا وو ھات
جس ھات ستی داغ ھوئی گل مہندی

(رباعی)

گل رو تو چمن موں اچپلی سے نہ گیا
یہ دل بھی کلی سے ' بے کلی سے نہ گیا

جو کوئی که گیا ' چھوڑ گیا دل کو یہاں
کوئی دل سے تری گلی سے نہ گیا

میرزا 'گرامی'

گرامی تخلص - خلف و شاگرد میرزا عبدالغنی کشمیری 'قبول' تخلص - از شعرائے نامی فرس است ' در سخن تلاش معنی تازه می نماید ' و بناخن فکر رسا گره خیال نازک می کشاید - در شاه‌جہان آباد بسر می برد - اشعار فارسی او عالم گیر است - در سنة ست و خمسین و مائة و الف خرقهٔ هستی بگذاشت ' مورخے تاریخ رحلتش این مصراع یافت - ع:

رندے عجیبے ازین جہان رفت

اشعار ریختهٔ او بسمع نرسید ' میر تقی 'میر' می نویسد که "چون 'گرامی' دید که هنگامهٔ ریخته شده ' خودش نیز ریخته گفت - بطورے که داشته و آن اینست" :—

حاضری بن محل ' نہیں کھاتا بیکسی ہے پنیر منعم کا

میر علی نقی 'کافر'

از بس که آخر سخنہائے نو آئین است ' کافر تخلص می گزیند و اگرچه مربع نشین چار بالش سیادت است ' اما از فروتنی در صف آخر می نشیند - از نکات الشعراء معلوم شد که "در شعرے که تخلص می آرد 'کافر تپکه' می نامد" این دو شعر ازانست :—

حسرت سے ان بتوں کے دل پر کدورتیں ہیں
مٹی کی مورتیں ہیں 'کافر' یہ صورتیں ہیں

کس کس طرح بتوں کی صورت نے رنگ پکڑے
'کافر' ان انکھڑیوں نے دیکھے ہیں کیا جھمکڑے

میر 'گھانسی'

از معمورۂ شاہ جہان‌آباد است - اشعار او بجز این یک بیت که در تذکرتین تحریر است بفقیر نرسید :—

تو ہو اور باغ ہو اور زمزمہ کرتا بلبل
تیری آواز سے جیتا ہو نہ مرتا بلبل

میر اولاد محمد 'کامیاب'

تخلص - برادر زادۂ حقیقی حضرت میر صاحب و قبلہ میر غلام علی 'آزاد' مد ظلہ العالی' نکتہ یاب است' و معنی یاب شاعریست عالی جناب - بسملۂ صفحۂ نازک خیالی' گل سرسبد شیرین مقالی - شمس فلک مضامین رنگین' دیباجۂ کتاب معانی شیرین - ستون عمارت وداد' پشتی دیوار اتحاد - سراج وهاج محفل روشن بیانی' مبادر دلاور میدان سخندانی - بدقت سخن خوب می رسد' و بہ تنقیح الفاظ و آراستگی زبان بسیار می کوشد - آبے است که در هر رنگ می آمیزد' و جنسے است که در هر دل جا می دارد - و فقیر را صرف بخدمت ایشان رسوخیست * اخلاص است و ایشان باین فقیر محض شفقت دلی - (فقیر چنین) شخصے رنگین مزاج و سخن فہم ندیده' حق سبحانہ تعالی آن عزیز دلہا را تا یوم القیام خرم و سلامت دارد

* [illegible] *

و از مکروهات زمانۀ فتنه ساز بر کران داشته، بمراتب اعلیٰ برساند، اگر طوامیرے* در وصف ایشان شرح دهم قطره از دریاے توصیف اوست، اگر دفتری تحریر نمایم نقطۀ از کتاب تعریف او - هرچه گویم در مقام کوتاهی، و هرچه نویسم عین نارسائی سمند قلم را در وصف او جولان دادن مهتاب مکر(؟) پیمودن و طوطی زبان را در تعریف او گویا کردن گره برباد زدن است - مشق ریخته به تفنن می کرده، معنی نازک بناخن فکر رسا می کشاید - الحال فکر سخن فارسي میکند، و ازین غزالان شنگول را رام می آرد - اکنون تخلص 'کامیاب' را که در اکثر بحور نمی گنجد، تغیر کرده، 'ذکا' قرار داد این نتائج طبع والاے او،

جہاں کے میکدے میں رات دن ہم بزم ساقی ہو
زباں پر اس کے نکلیں آبلے جس نے کہ مے پی ہو

ترے یاقوت لب سے ہر گھڑی موج تبسم میں
نمایاں بسملوں کا خون ہے یا رنگ پاں سچ کہہ

کہیو آہستہ صبا جاکے تو اب کان کے بیچ
بسمل ناز گذرتا ہے کوئی آن کے بیچ

نہ کچھہ بے طاقتی پر دل کے ظالم صبح و شام آیا
خدا جانے اُسے منظور کیا تھا جو مدام آیا

فغاں سے ایک دم تو باغ میں خاموش رہ بلبل
نہیں سنتی کہا، کہا دور آیا ہے خرابی کا

---

* جمع طومار

محبت پر نہ جا دل ہر کسو کے کہ ہیں یہ آشنا تک روبرو کے

رہا برنگ نگیں قید نام میں پابند
جہاں میں کیا ہوا عنقا اگر نشاں سے گیا

غم اب مختار ہے دل چھوڑ دیوے خواہ لے جاوے
پر اتنا جانتا ہوں پھر نہ اپنے منہ کو دکھلاوے
ضرر پہنچے گا اس کو بے طرح کا آہ بلبل سے
کہو جا گل کو اب اپنے کئے سے باز آجاوے

نام ہوجاوے گا آخر ابرووں کی پیچ و تاب
قہر کی آتش سے ہر دم ان کمانوں کو نہ چھوڑ
کام آویں گے کسی دن صدقے جانے کے ترے
خانۂ دولت سے اپنے نیم جانوں کو نہ چھوڑ

"کہاں"

شاعریست ادا بند، و موجد خیالات دل پسند۔ دیوان اشعارش بمطالعہ در آمد، لیکن فرصت انتخاب دست نداد۔ اقسام اقسام سخن میداود، و در زمینہاے عجیب طرح ریختہ می نماید۔ اگرچہ شاہد احوال او بے حجاب پردہ از رخ نکشود، و عروس شیرین مقال ما ہیتش بجلوہ گاہ شہود رو نہ نمود، لیکن مرتبۂ 'کہاں' از اقوال او ہویدا است۔ و رتبۂ کلام متینش از سخن او پیدا :-

گاں تاک کاکل کی تیری ہے سیاہی اے سجن!
کم ہوا ظلمت میں جس کے دل شب دیجور کا

کیوں نہ ہووے گا ہم سے تو سرکش وقت ہے عالم جوانی کا
دل دکھا کر یہ بد دعا لینا ایسی باتوں سے کیا بھلا ہووے گا

مرے گھر یار گر یک شب بسا ہوتا تو کیا ہوتا
دو باتیں ہم سے کر شیریں ہنسا ہوتا تو کیا ہوتا

'کمال' اب بے قراری ہے دکھا اے یار منہ اپنا
کہو کیا گرہ کا جاتا ہے مرے پاس آنے سے

پھرتا ہے جال لے کر صیاد گلشنوں میں
شاید کہ آن پہنچا قید قفس کا وعدا

عاشقاں بن چمن میں رونق نہیں باغباں بلبلوں کو آنے دو
می کشی ہے 'کمال' میرا کام میکدے میں ذرا تو جانے دو

ابھی سے پاؤں رکھا سرکشی میں دلبر نے
نہ جانوں آگے محبت نبھاے گا کیوں کر
صبا نے غنچۂ سر بستہ کو نہ کھولی ہے
کوئی تو باغ میں دھومیں مچاے گا کیوں کر

میرزا مغل ''کھتر''

تخلص - اشعار رنگین بسیار دارد' و خود را یکے از تلامذۂ شاہ سراج الدین می شمارد - شعرش رنگین و سخنش شیرین است - این چند ابیات بوقت تحریر این مزخرفات فراہم رسیدہ تسطیر یافت :-

نہ بھولیجو کبھی ساقی یہ عالم بے حجابی کا
جو کالا (...) منہ پیالے کا کلی پر گلابی کا

یہی سامان ہے ساقی مری خانہ خرابی کا
چھڈنا لینا پیالے کا پٹک دینا گلابی کا

گلابی پاوں پڑتی تھی ہر یک دم جام کے جھک جھک
تو کیا بھولا ہے ساقی وہ ستانا بے حجابی کا

مجھے اس بات پر 'کمتر' تعجب سخت آتا ہے
مرے رونے پہ ہنسنا قہقہا کر کر گلابی کا

میر بدرالدین " گھن "

خلف شاہ عبدالہادی رحمۃ اللہ تعالیٰ و برادر حقیقی میر ہاشم 'فقیر' تخلص۔ مشق شعر ریختہ(...)می کند و یاقوت گراں بہاے سخن از کان طبع رسا می بر آورد و اصلاح سخن از شاہ 'سامی' می گیرد و بجہت اضداد قہر و مہتاب تخلص 'گھن' اختیار نمود، کبت خوب می گوید' عزیز کسے ست حق تعالیٰ سلامت دارد - ازوست :—

ارے اب باغباں بلبل کے جی لینے سے مت(...) رکھہ
کہ وو خود عشق گل میں خون دل سے ہات دھوتا ہے

بجا ہے سبز بختو سرخ رو ہوے جو گل مہندی
نہال اُس کا صنم کے پاؤں پر سر دھر کے سوتا ہے

کہوں گر جوہری میں اپنے دل کو تو عجب نہیں ہے
پلک کے تار میں آنسو کے موتی کو پروتا ہے

جہاں فانی ہے یاد حق ستی ہشیار رہ دائم
'گھن' توں عمر کو اپنی عبث غفلت میں کھوتا ہے

میر " کلان "

در سلک شاگرداں حاجی میر اکبر رمال منسلک است '

مشق ریختہ نو می نماید - عزیز کسے ست ' خوش خلق و خوش مذاق ' و از تناسب صوری و وجاہت معنوی بہرۂ وافی می دارد ' و گاہ گاہ بغریب خانہ تشریف می آرد ' این اشعار از طبع زاد اوست :—

ابتدا کیسی محبت تھی تمھاری ہم ستی
ہو گئے ہو آج بر ہم کس خطا کے واسطے
ظلم اور سختی روا کیوں ہے ' کلاں ' پر اے سجن
کیا کیا حق نے تمھیں پیدا جفا کے واسطے

باب اللام

میر کلیم الله "لسان"

جوانے بود نیکو منظر شیرین گفتار - چندے بافتح علی خان صاحب تذکرۂ ریختہ گویان سر بر آوردہ و ریختہ بہ نہایت عذوبت می گفت ' و گوہر سخن را چنین بسلک نظم می سفت :—

؟اپنا چاک پیرہن پھاڑا ہے دیوانے کے تئیں
آگ میں جلنا بھلا لگتا ہے پروانے کے تئیں

جدا ہو مجھسے مرا یار یہ خدا نہ کرے
خدا کسو کے تئیں یار سے جدا نہ کرے
تو جب تلک کرے انکار وعدہ مجھسے سجن!
غضب ہے عمر اگر تب تلک وفا نہ کرے
سجن! جو تجھسے ہوا آشنا سو جی سے گیا
خدا کسو کے تئیں تجھے آشنا نہ کرے
گناہ مرنے میں ' لساں ' کے چارہ گر کا نہیں
طبیب کیا کرے ' تاثیر جو دوا نہ کرے

"لطفی"

بر احوالش اطلاع نیست ' لیکن کلامش لطفے دارد ' ازو ست :—

تجهہ عشق کی اگن سے شعلہ ہو جل اتھاجیو
دل موم کے نمونے گل گل پگھل گیا ھے
موں عشق کی گلی میں گھایل پڑا تھا تسپر
جو بن کا ما نا آ کر مجھکو کھندل گیا ھے

لالہ سرونجی رائے "لالہ"

تخلص - طبع موزون میدارد' و در غزل گفتن اوقات میگدازد - فکر ریختہ ھم بہ تفنن می کند' از چندے با فقیر طرح دوستی پیدا کردہ است' این دو گل از لالہ زار او داغے بنظار گیان میدھد :—

'لالہ' کے داغ دل کی سیاھی کو جوش دے
قہوا پیو پیا کہ نین میں خمار ھے

اگر تک ناز سے ابرو چڑھا چیں پر چیں کھینچے
مہ تو جیوں کمان گوشے میں جاکر خط کیں کھینچے

در خاطر فاتر پیش مصراع چنین میگذرد :—

(۶) مہ تو تیغ مغرب ساں دم اپنا واپسیں کھینچے —

باب المیم

محمد شاہ بادشاہ

خیلے رنگین مزاج و لطیفہ سنج بود، حسب و نسب او مشہور از آفتاب است، احوال او مفصلاً اگر بقلم آید، تواریخ ضخیم پیدا شود - مخفی نماند کہ بادشاہ بتاریخ پانزدہم ذی قعدہ سنۃ تسع و عشرین و مأۃ و الف بر تخت شاہی جلوس فرمودہ، و بتاریخ بست و ہشتم شہر ربیع الآخر شب جمعہ سنہ یک ہزار و یکصد و شصت ویک این جہان فانی را وداع نمودہ، پائین مرقد حضرت سلطان المشایخ نظام الدین دہلوی قدس اللہ العزیز درون حریم مبارک مدفون گردید - چون محمد شاہ بادشاہ و وزیر او نواب آصف جاہ در ہمان سنہ رخت بجہان باقی کشیدند حضرت مبارک و قبلہ مدظلہ اللہ العالی شاہد تاریخ را چنین بر کرسی بیان بحسن نغمہ بنشاندند۔ تاریخ

گشت تاریخ چوں کشیدم آہ موت شاہ و وزیر آصف جاہ

این ابیات بنام او بسمع رسید لہذا تحریر یافت —

خوف سے مار کے یاراں اُسے لرزاں نہ کرو
زلف کا نام نہ لیو دل کو پریشاں نہ کرو
سرخ چیرا نہیں ہے خون کسی کا یارو
باندنو باندا کے اس (...) تہاں نہ کرو

اچھی پھبتی ہے نیکی دور کرنے کی طرح تم کو
جہاں میں ہوا دانا ....

نہیں میں دل کی چکری جڑ کے بھیجا ہوں تری خاطر
اگر پہنچے تمہارے ہات لکھ بھیجو کہ پہنچی ہے

اُکھڑی ہے چوٹ غم کی موسر سے تا کف پا
تم کو نہ چھاجتا ہے ہم سے بھٹک کے چلنا

ملاحت ہے تمہارے حسن میں جاوید روز افزوں
اگر شوخی کی خو جاوے ہووے ہر روز عاشق کا

دھوبن کی چھوکری نے کہا ہے قران آج
کپڑوں میں لے گئی ہے مرے تن تھان آج

کھول کر بند قبا دل کے تئیں غارت کیا
کیا حصار قلب دلبر نے کھلے بندوں لیا

میرزا جان جان " مظہر "

سلمہ اللہ تعالی بادہ نوش خمخانۂ معانی ' وجرعہ چش ساغر سخندانی است - فقیر ترجمۂ احوال آن علامۂ سخن پرداز مفصلاً از تذکرۂ قبلۂ برحق حضرت غلام علی 'آزاد' مدظلہ العالی می طرازد ' و این گلدستۂ رنگین را حسن افتخار خود بشناختہ زیب انجمن بسازد کہ " میرزا مظہر جان جان سلمہ اللہ تعالی مظہر فیض الہی است ' و مشرق صبح آگاہی ' شاہ مسند فقر و فنا ' مقیم آستان توکل و استغنا - نام والد ماجد او میرزا جان است ' ازین جا وجہ تسمیۂ او توان دریافت - اما نام وتخلص او گویا عنایت ترجمان اسرار قیومی مولانائے رومی است کہ

پانصد سال پیش ازین در دفتر ششم مثنوی ارشاد فرموده و کراماتے نمایان بحضار انجمن استقبال وا نموده یعنی :-

جان اول مظہر درگاہ شد جان جان خود مظہر الله شد

لیکن نام او بر السنه میرزا جانجانان جاری شده این اسم هم معنی بلند دارد - فقیر را با میرزا ملاقات صوری صورت نه بسته اما غائبانه اخلاص کامل است و همیشه به آمد و رفت مراسلات خط هم کلامی حاصل - میرزا جامع فقر و فضیلت و سخن گستری است و در قبضهٔ اسم خود روح الروح معنی پروری ذو عروس مقال را بهشاطگی ذهنش طرز تازه و تصویر خیال را بتردستی فکرش حسن بے اندازه - شعلهٔ آوازش آتش زن خرمنها و شوخی اندازش شور افگن انجمنها فقیر در اثناے تحریر این کتاب تکلیف ترجمه کرد میرزا ترجمهٔ خود و اشعار آبدار به تحریر در آورد و متاع نفیسے از انفاس مضامین هدیهٔ دوستان ساخت - نسخهٔ بر جسته این است -

"فقیر جانجان متخلص بمظهر پسر مرزا جانجانی تخلص - علوی نسب هندی مولد حنفی مذهب نقشبندی مشرب است - و در عشرهٔ اولی مأته ثانیه بعد الف ولادتش اتفاق افتاد - نشو و نماے ظاهری در بلدهٔ اکبرآباد یافته - تربیت باطنیش در محروسهٔ شاهجهان آباد از جناب حضرت سید محمد بداؤنی نقشبندی مجددی واقع شد - سلسلهٔ نسبش به بیست و هشت واسطه بتوسط محمد بن حنیفه به شیر بیشهٔ کبریا علی مرتضی کرم الله وجهه منتهی می‌شود - جد اعلاے او امیر کمال الدین در اوائل مأته تا سعه از خطهٔ طائف به جذب قسمت بحدود

ترکستان رخت اقامت انداخت، و بفرمان روائی بعضے ازان ممالک عمر گزرانیده، اولاد کثیرہ بہم رسانید - ازانہا امیر مجنون و امیر بابا در حین فتح ہندوستان کہ بر دست ہمایون پادشاہ اتفاق افتاد، درین مملکت وارد شدند- ازان باز خدمت و رفاقت سلاطین گورگانیہ شعار مردم این خاندان بود- میرزا جان مذکور کہ در ششم مرتبہ از امیر بابا و در درجۂ دوازدہم از امیر کمال الدین مسطور واقع است، بعہد عالمگیر پادشاہ علیہ الرحمۃ بعالی منصب ترک دنیا سرفراز گردید - و این خاکسار از بدو طفلی ہوائے مال و جاہش زور در سر نہ پیچید - بعد تحصیل ضروریات این مشت غبار خود را بدامن دولت از خود رفتگان بستہ بامید آنکہ چشمی در عالم دیگر باز کند- چون نقش قدم بر در ایشان نشستہ است- از بس دماغش ضعف قوی دارد و تاب تدبیر اسباب نمی آرد - و تجرید و تفریدے اختیار کردہ، نان برخوان دونان نخوردہ- و چون گل عمر خود را بیک خرقہ بسر بردہ بہ تحریک شور عشقی کہ نمک خمیر اوست گاہ لبی بفریاد وا می کند- و چون نالۂ اش موزون واقع می شود احباب از راہ جوہر شناسی بہ میزان اشعارش می سنجند- وگرنہ او را از غایت انصاف نظر بہ بے سرمایگی خود دکانے بر سخن- نچیدہ - زیادہ برین نیست کہ نظر بزرگان یافتہ حسن قبولے بہم رسانیدہ است - او سبحانہ حسن خاتمہ ہم نصیب کند" —

راقم سطور یعنی صاحب می گوید کہ ذات میرزا مغتنم است - حق جل جلالہ دیر گاہ سلامت دارد - ہمائے توصیفش نہ مرغے است کہ بچنگ شاہین تقریر آید، و صحرائے تعریفش

نہ خطہ ایست کہ خنگ تیز گام تحریر طے نماید - کمال فضل از کلام 'یقین' کہ یکے از تلامذۂ چون شہنشاہ جہان معاف است' پیدا می شود - والا رتبۂ اقتدارش از حدیث 'درد مند کہ جا مگی خوار مائدۂ آن ماہ آسمان سخندانی است' هویدا می گردد - لآلیء منظومات فارسیش از لآلیء (بہ نہایت غلطانی و ثواقب طبع زاد اشعارش در غایت درخشانی است این چند ابیات نتائج طبع عالیش تیمناً بہ تحریر رسید :-

کبھی اس دل نے آزادی نہ جانی یہ بلبل تھا قفس کا آشیانی

کیوں (...) زاھد سجدہ کا تو کام لے
وہ صنم کب رام ہوتا ہے خدا کا نام لے

پھولے ھیں گل چمن میں صنم کا جمال دیکھ
لالہ بھل ھے داغ ترے مکھہ کا خال دیکھ
بلبل فدا ھوئی ھے ترے رخ پر اے صنم
سنبل ھے پیچ پیچ تری زلف و بال دیکھ

گذر گئے دین اور دنیا سے تس پر ترا گھر اور کئی منزل رھا ھے
غنیمت جان قاتل! 'جان مظہر' یہ مقتولوں میں تک بسمل رھا ھے

اُس گل کو بھیجنا ھے مجھے خط صبا کے ھات
اِس واسطے لگا ھوں چمن کی ھوا کے ھات
آزاد ھو رھا ھوں دو عالم کی قید سیں
بِکنا لگا ھے جب ستی مجھہ بے نوا کے ھات

'مظہر' چھپا کے رکھہ دل نازک کے تئیں مرے
یہ شیشہ بیچنا ھے کسی مہرزا کے ھات*

این چند اشعار آبدار' فتح علی خان و میر تقی' میر'
می نویسند:—

بہار آنے سے بلبل نے بگاڑا ھے مزاج اپنا
سماتی نہیں ھے پھولوں میں مگرپائی ھے راج اپنا
بہار آئی' کھلے باغ' بلبل پھول کر بیٹھی
دوانوں کو کہو اس وقت کرلیویں علاج اپنا
گلوں کے فرش پر مت بیٹھہ چونڈے کو پھلا بلبل
خزاں کے آؤ نے کی ھے خبر' رکھہ سر سے تاج اپنا

گئی آخر جلا کر گل کے ھا تھوں آشیان اپنا
نہ چھوڑا ھاے بلبل نے چمن میں کچھہ نشان اپنا
ھمارے سات سے یہ دل بھی بھاگا لیکے جان اپنا
ھم اُس کو جانتے تھے دوست اپنا مہربان اپنا
یہ حسرت رہ گئی کیا کیا مزوں سے زندگی کرتے
اگر ھو تا چمن اپنا' گل* اپنا' باغبان اپنا
مرا جلتا ھے دل اُس بلبل بےکس کی غربت پر
کہ گل کے آسرے پر جن نے چھوڑا آشیان اپنا

---

* برگ حنا اوپر لکھو احوال دل مرا
شاید کبھی تو جا کے لگے دلربا کے ھات
(تحفۃ الشعراء)

• گل اپنا گلبن —

کوئی آزردہ کرتا ہے سجن ایسے کو اے ظالم
یہ دولت خواہ اپنا ، مظہر اپنا ، جان جان اپنا

ہم نے کی ہے توبہ اور دھومیں مچاتی ہے بہار
ہائے کچھہ چلتا نہیں ، کیا مفت جاتی ہے بہار
لالۂ و گل نے ہماری خاک پر ڈالا ہے شور
کیا قیا مت ہے مؤوں کو بھی ستاتی ہے بہار
نرگس وگل کی دکھو دلیاں کھلی جاتی ہیں سب
پھیر ان خوابیدہ فتنے * کو جگاتی ہے بہار
ہم گرفتاروں کو اب کیا کام ہے گلشن میں لیک
جی نکل جا تا ہے جب سنتے ہیں اتی ہے بہار
شاخ گل ہلتی نہیں ، یہ بلبلوں کو باغ میں
ہات اپنے کے اشارت سے بلاتی ہے بہار

اتنی فرصت دے کہ رخصت ہوویں اے صیاد ہم
مدتوں اس باغ کے سایے میں تھے آباد ہم

الٰہی مت کسو کے پیش رنج انتظار آوے
ہمارا دیکھئے کیا حال ہو جب تک بہار آوے

زخمی تری نگہ کا اک پل جیا تو پھر کیا
صیاد کی بغل میں تک دم لیا تو پھر کیا

نہیں کچھہ غم کہ کیوں ملتا نہیں پیماں گسل میرا
میں روتا ہوں کا دل کی بیکسی پر ، ہائے دل میرا

---

* (ن) منسٹوں ۔

یہ دل کب عشق کے قابل رہا ہے   کہاں ہم کو دماغ دل رہا ہے

نہیں آتا کسی تکیے اُپر خواب   یہ سر پانوؤں سے تیرے ہل رہا ہے

خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو   یہی ایک شہر میں قاتل رہا ہے

گر گل کو گل کہوں تو ترے رو کو کیا کہوں
بولوں نگہ کو تیغ تو ابرو کو کیا کہوں

تجلي گر تری پست و بلند ان کو نہ دکھلاتی
فلک یوں چرخ کیوں کھاتا' زمیں کیوں فرش ہو جاتی
حنا تیرے کف پا گر نہ اس شوخی سے سہلاتی
یہ آنکھیں کیوں لہو روتیں انھوں کی نیند کیوں جاتی
اگر یہ سرد مہری تجھکو آسایش نہ سکھلاتی
تو کیوں کر آفتاب حسن کی گرمی میں نیند آتی
الہی درد و غم کی سر زمیں کا حال کیا ہوتا
محبت گر ہماری چشم تر سے مینہ نہ برساتی

توفیق دے کہ شور سے ایک دم تو چپ رہے
آ حرا مرا یہ دل ہے ' الہی جرس نہیں

جواں مارا گیا خوبوں کے اوپر میرزا ' مظہر '
بھلا تھا ' یا برا تھا ' زور کچھہ تھا ' خوب کام آیا

مرتا ہوں میرزائی گل دیکھہ ہر سحر
سورج کے ہات چونری و پنکھا صبا کے ہات

کسی کے خون کا پیاسا کسی کی جان کا دشمن
نہایت مندنہ لگایا ھے سجن نے بیڑۂ پاں کو

آتش کہو، شرارہ کہو، کوئلا کہو
مت اس ستارہ سوختے کو دل کہا کرو

خدا کو اب تجھے سونپا ارے دل یہیں تک تھی ہماری زندگانی *

شیخ شرف الدین "مضمون"

شاعریست زود رس، و سخن پر وریست معنی رس ـ مضمون

---

* جنوں سوں اس قدر روئیں کہ رسوا ہوگئیں آخر
ڈبایا ھائے ان آنکھوں نیں آخر خانمان اپنا
قفس کے بیچ کیا حسرت ستی بلبل یہ کہتی تھی
کہ پھر بھی دیکھنا قسمت ہوئیگا بوستان اپنا
اری شیریں خدا سوں ڈر، خبر لے عاشق اپنے کی
کیا فرھاد نے تیشے سوں سر لوھو لہان اپنا
یہ بلبل بے اجازت باغبان کی گل سے ملتی ھے
مجھے معلوم ہوتا ھے کہ جی دیگی ندھان اپنا
کہیں دینے سیں جی کے، وصل ھونا ھات لگتا ھے
دیا برباد پروانے نے ناحق دو دمان اپنا
یہ کہہ کے باغ سے رخصت ھوی بلبل کہ یا قسمت
لکھایوں تھا کہ چھوڑے فصل گل میں آشیان اپنا

خداوندا اٹھا لے ھجر کے درمیاں سوں پردے
ھمیں صیاد کے اب دام میں ڈالا ھمیں پر دے

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

شیرینش شرف بر نبات می دارد، و کلام شکرینش مذاق جان را لذت خاص می بخشد - اصلاح سخن از میرزا 'مظہر' وسراج الدین علی خان 'آرزو' می گرفت' و گاهے بتفنن گوهر سخن بسلک نظم می سفت - چنانچه دلیل کم گوئی خود می گوید :

رد دل سے جس طرح بهسا ر اُٹھتا ہے کراہ
اِس طرح ایک شعر 'مضمون' بھی کہے ہے گاہ گاہ

فتح علی خان در ترجمه او می طرازد که " با وصف برودت پیری و فرط ضعف و ناتوانی ها' مردے بوده بغایت گرم جوش و چسپان اختلاط- هر گاه دندانش از نزله ریختند' خان ' آرزو' از مزاح " شاعر بیدانه " می گفت " انتهیٰ - دیوانش بجمیع

(بقیۂ حاشیۂ صفحہ ۲۵۳)

رات کو یوں گھر بسا مجھ بر منیں وو گلبدن
ماہ جس کے باغ میں یک چاندنی کا پھول ہے

چمکتے دانت دیکھے یار کے مسّی لگانے میں
جڑی ہیں قطبیاں الماس کی نیلم کے خانے میں

دھرے سیپارۂ گل آج آگے عندلیبوں کے
چمن کے بیچ گویا پھول ہیں تھرے شہیدوں کے

علی کے نانو کی تسبیح ورد کر منگا هزار شکر کہ دانا امام پایا ہے

علی کے نام اوپر وار جانا اسی بارہ پلی سیں پار جانا

(تحفة الشعراد)

اصناف ' قریب سہ صد بیت بملاحظہ در آمد' از سخن معلوم میشود کہ از اولاد حضرت شیخ فرید گنج شکر قدس سرہ است ' چنانچہ خود می گوید :—

اب شیریں سے دے 'مضموں' کو میٹھا
کہ ہے فرزند وہ گنج شکر کا

ونیز در جائے می نویسد :—

کریں کیوں نہ شکر لبوں کو مرید
کہ بابا ہمارا ہے دادا فرید

این چند ابیات از دیوان 'مضمون' بر آوردہ ' بساحل قرطاس می نگارد :—

بہت گل رخاں کا ہوا رنگ زرد　　سجن! جب سے تم لال چیرا سجا

اُس گلبدن کو جب سے ہم سوں کیا (...)
(...) ہوا میرا تب سے رقیب سالا
خوبوں کو جانتا تھا گرمی کریں گے مجھہ سے
دل سرد ہوگیا ہے جب سے پڑا ہے پالا

آیا نہ ہو وہ غیر کے گھر سے بسا ہوا
تو لاکھہ .... تھا جامہ جسا ہوا

ہوا مطلوب مجھہ معلوم اس کا　　کہ وو کاہل بہت ہے دل سوں جی کا
دراز اس زلف کی ہوئے عمر یارب　　کدھی ہووے نہ اُس کا بال بیکا
پڑا ہے جب سے اُس کے لبوں کا شور　　ہوا ہے رنگ یوسف تب سوں پھیکا
کہا طفلاں کی خاطر ریختہ کو　　وگرنہ شعر کہتا فارسی کا

صفا کر دل کے تئیں اپنے تو 'مضموں'　　کہ ہے معشوق عاشق ....

بکے ہے اس قدر واعظ شب و روز　　لگا ہے بھوت گویا اُس کو بڑ کا

کرو، یا مت کرو اب باغباں! گلزار کا در وا
پھنسے ہم دام میں صیاد کے رکھتے نہیں پروا

نہیں چلا افسوں کسی کا جن اُپر　　ریختہ اُس کو ہوا جادو :مرا

کیاجو مجھ ستی بیگانہ اُس کو　　رقیبوں کا مگر لگتا ہے ....

نہ دیتا غیر کو نزدیک آنے　　اگر ہوتا وو لڑکا دور اندیش

یہ دوانہ دل نہ سمجھا جو سزا چاہو سو دیو
اے پری رویاں نہیں میں ہرگز اب اُس کا کفیل

کیفی ہو کر جو مجھ سے رہا ہے وو شوخ روٹھ
جب پوچھتا ہوں بات تو کہتا ہے چل نکل

(...) جنس سے 'مضموں' کا ہے بازار گرم
جو کوئی شاعر کہاتا ہے سو اب کھولے دوکان

وو ہے سونا جو ہو وے خوب کس میں
وو ہے دلبر جو ہووے اپنے بس میں

کوئی اس جنس کا دہلی میں خریدار نہیں
دل تو حاضر ہے ولیکن کہیں دلدار نہیں
وہی دلدار خوش آیا ہے جو ہووے بانکا
خوب لگتی نہیں وو تیغ جو خمدار نہیں

بچا زاہد تو اِن سیں دین و ایمان
نہ رہنے دیں گے یہ لڑکے ہیں شیطان

نہ دانا ہے نہ پانی وہاں بجز اشک
عجب دیکھا ہوں میں نے شہر رمضاں

اس گدا کا دل لیا دلی میں چھین کوئی کہے جاکر* محمد شاہ سوں
شرم سے سب پانی ہو جاویں رقیب گر مرا یوسف ملے آ چاہ سوں

کہتا ہوں ریختہ میں مانند شمع' لیکن
لغزش زباں کرے ہے صاحب سخن کے آگو

اس دھاں بیچ سخن رکھتا ہوں جب کہ اس بات کو اثبات کرو

چلا کشتی میں آگے سے جو وو محبوب جاتا ہے
کبھی آنکھیں بھر آتی ہیں' کبھی جی ڈوب جاتا ہے
یہ میرا اشک قاصد کی طرح یکدم نہیں تھمتا
کسی بیتاب کا گویا لئے مکتوب جاتا ہے
سجن یہ خوبرو تجھہ سیں چھپاویں کیوں نہ پھر آنکھیں
جو کوئی خورشید کو دیکھے سو ہو محجوب جاتا ہے
کہو کیوں کر زلیخا کی نہ ہووے آنکھوں کا گھر روشن
جہاں یوسف سا نور دیدۂ یعقوب جاتا ہے
گدا ہوکر کیا مت کر اتی تعریف لڑکوں کی
کہ ان باتوں ستی 'مضموں' ترا اسلوب جاتا ہے

---

* جا کہو کوئی

این ریختہ بجنسہ در دیوان 'یقین' بنظر در آمد، اما مقطع چنین بود :-

'یقین' ہوکر کیا مت کراتی تعریف لڑکوں کی
کہ اُن باتوں ستی مضمون سا محبوب جاتا ہے

این ریختہ از روز مرۂ 'یقین' ندید؛ بنا بران در اشعار مضمون' تحریر گردید - و نیز میر محمد تقی 'میر' ہم ہمین ریختہ را بنام 'مضمون' می نویسد' خالی از تصرف کاتب نیست :-

جس دن سے تو چمن پر آ ھنس گیا ہے لڑکے
اس دن سے دل کلی کا ... تڑکے
دل کے دھوئیں سے میرے انکھیاں تمھاری چونکیں
اس سوختے کی بو سے جیسے غزال بھڑکے
رسوائی ہووے' جاویں ہوش و حواس اس کے
زاھد آکر جو بیٹھے یک پہر پاس اُس کے

وہ شوخ طفل دل کو جو کر گیا ہے لٹو
شاید کدھی پھر آوے رکھتا ہوں آس اس کی

تجھے خورشید رو کرتے ہیں سجدہ
اگر ثانی ہے یوسف کا تو توں ہے
نہ جا موزی رقیبوں کے تو گھر شب
کہتے ہیں ماہ عقرب میں زبوں ہے
نہیں ہے چین تجھ بن دل کو میرے
تمھاری جان کی ہم کو قسم ہے

نہ کر طفلاں سے اُلفت اے نمازی   کہ یہ دیں گے تجھے شیطان بازو

جب سے چاها هے ترا چاہ ذقن   آب چشموں سے مرے جاری هے
سبز جامے سے میرے من کو هرا   دل کی هرنی کا وو شکاری هے
یار کے قول کو نہیں هے قرار   اس ستی دل کو بے قراری هے

این چند ابیات میرتقی 'میر' و فتح‌علی‌خان بقلم می‌آرند:-

ایک تو تها هی وہ مہ رو خود پسند
هوگیا دیکهہ آرسی کے تئیں دو چند

هنسی تیری پیارے پهلجهڑی هے
یهی غنچوں کے دل میں گلجهڑی هے

گرفتاری سے اس سرکش کو آزادی نہیں هرگز
موے سے بهی نہ نکلے گا یہ طوق گردن اے قمری

کہا هے یاد مجهکو بعد مدت   مگر اُن طفل نے اب سدہ سنبهالی
نظر آتا نہیں وو ماہ رو کیوں   گذرتا هے مجهے یہ چاند خالی

کرے هے دار هی کامل کو سر تاج   هوا منصور سے نکتہ یہ حل آج

گر حرف حق زباں سے هماری کبهو سنے
احوال اپنا دیکهہ کے حلاج سر دهنے
سبزی یہ خط کی دیکهہ کے پیارے عجب نہیں
هوکر کے مست بهنگ بهی تنکے اگر چنے

مہ رونے بوجه پکڑا مشکل هوا هے جینا
یارو خدا کرے خیر بهاری هے یہ مہینا

جو دو پیالے سحر کو پھر کے اور دو شام کو لے گا
وہ بخدمت اپنے میں جیوں خورشید چاروں جام کو لے گا

مرا پیغام وصل اے قاصد کہو سب سے اسے جدا کر کے

اگر پاؤں تو مضموں کو رکھوں باندھ
کروں کیا جو نہیں لگتا مرے ہاتھ

خط آ گیا ہے اس کے ' مری ہوئی سفید ریش
کرتا ہے اب تلک بھی وہ ملنے میں شام و صبح

کیا سمجھ باندھا ہے بلبل نے چمن میں آشیاں
ایک تو گل بے وفا ہے تس پہ جور باغباں

میکدے میں گر سراسر فعل نا معقول ہے
مدرسہ دیکھو تو وہاں بھی فاعل و مفعول ہے

ناحق ستم کسی پر وہ شوخ کد کرے ہے
دیتا ہے تانگ اس کو جو فعل بد کرے ہے

چھوتے سینوں سے یوں ہوا معلوم
تیری آنکھوں کے ۔ نگ دو پتلی ہیں

نہیں ہیں ہونٹھ تیرے پان سے سرخ
ہوا ہے خون میرا ا کے لبریز

مضمون شکر کر کہ ترا اسم سن رقیب
غصے سے بہوت ہو گیا لیکن جلا تو ہے

میر محمد تقی "میر" می‌نویسد که "شاعر مند کورہ بجائے"
اسم " نام " موزون کردہ بود ' اسم اصلاح خان صاحب است' وچه
اصلاح - زیرا که اهل دعوت اسم می خوانند نه نام - فا فهم - راقم
سطور گوید که هر کسے استاد بجہت اصلاح دادن و نقص گرفتن
مقرر می کنند' و این خود معلوم که سخن صاف و شستہ بےاصلاح
استاد از زبان سرزند ' پس درین صورت تحریر این امر خالی
از خوردہ چینی نیست - چنانچه حضرت شیخ سعدی شیرازی
قدس سرہ درباب هشتم گلستان می‌فرماید " متکلم را تا کسے
عیب نگیرد سخنش اصلاح نه پذیرد —

بلبلو شور چمن میں نه کرو کون سنتا ہے تمھاری فریاد

میر محمد تقی " میر "

اکبر آبادی ' میر میدان سخنوری ' و شهنشاه اقلیم معنی
پروری است - اشعهٔ آفتاب کمالش در منیع الفاظ بےنہایت
درخشانی پیدا ' و لمعهٔ ماهتاب معنیش بشب عبارت بکمال
تابانی هویدا - شهپر کلکش به تسخیر ... می پر دازد و '
وشهباز طبعش بچنگ فکر رسا به نخچیر (...) مضامین رنگین
می‌سازد - هزاران معنی بیگانه غلام جنابش(...) پر فرحت میدهد
کمیابش نقطهٔ طبع زادش چون در رخ عزیز و محترم ' و حرف
رقم زدقلمش مثال زرسفیده رائج عالم- حقاکه (...) و نازک خیالی

---

* (ن) مسطور —

سر تاج شاعران این عصر و گل سرسبد ... حرف گیران می نهد ؛ و برین کمال غریب او تذکرۂ نکات‌الشعراء من تصنیف میر گواهي می‌دهد - تار پود اشعار آبدارش چنین قماش دارد :—

کب تلک داغ دکھاے گی اسیري مجکو
مر گئے سات کے میرے تو گرفتار کئی

وهی چالاکیاں هاتوں کی‌هیں جو اول تهیں
اور گریباں میں مرے رہ گئی هیں تار کئی

اضطراب و قلق و ضعف سےمیں کیوں کہ جیوں
جان واحد هے مری اور هیں آزار کئی

کیوں نہ هوں خستہ جگر میں کہ نگا هوں سے تری
تیر هیں پار کئی وار هیں سوفار کئی

صحرا میں سیل اشک مرا جابجا پهرا
مجنوں بهی اس کی موج میں مدت بہا پهرا

طالع سعید دیکهہ کے دولت هوئی نصیب
سر پر مرے کروڑ برس تک هما پهرا

آنکهیاں برنگ نقش قدم هوگئیں سفید
نامے کے انتظار میں قاصد بهلا پهرا

فتح علي خان این یک بیت میر می نویسد :—

بهلا تم نقد دل لے کر همیں دشمن گنواتے هو
کبهو کچهہ هم بهی کرلیں گے حساب دوستاں در دل

این قدر اشعار خود میر محمد تقی 'میر' در اختتام تذکرۂ 'نکات الشعراء' (من تصنیف خود) می‌نویسد، اگرچه دل نخواست که این همه را بقید قلم آرد ' و این قدر درد سر بیجا

بنظارگیان دهد، لیکن چون التزام نموده که اشعار تذکرتین هم بر طرازم مانع آمد، لاچار آن کل را نقل برداشته می شود - بعضے اشعار خوب دارد ازوست :—

صید کے قابل ہے دل صد پارہ اُس نخچیر کا
جس کے ہر ٹکڑے میں ہو پیوستہ پیکاں تیر کا

جو ترے کوچے میں آیا پھر یہیں گاڑھا اُسے
تشنۂ خوں میں تو ہوں اس خاک دامن گیر کا

کس طرح سے مانئے یاراں! کہ یہ عاشق نہیں
رنگ اُڑا جاتا ہے ٹک چہرہ تو دیکھو 'میر' کا

———

شب درد و غم سے عرصہ مرے جیو پہ تنگ تھا
آیا شب فراق تھی، یا روز جنگ تھا

مت کر عجب جو 'میر' ترے غم میں مر گیا
جینے کا اُس مریض کے کوئی بھی ڈھنگ تھا

———

جو اس شور سے 'میر' روتا رہے گا   تو ہم سایہ کوئی کیونکہ سوتا رہے گا

عید آئندہ تک رہے گا گلا   ہو چکی عید، تو گلے نہ ملا

آنکھوں میں جیو مرا ہے ادھر یار دیکھنا
عاشق کا اپنے آخری دیدار دیکھنا

———

ہونا نہ چار چشم دل اس ظلم پیشہ سے
ہشیار، زینہار، خبردار دیکھنا!

———

تجھہ سے ہر آن مرے پاس کا آنا ہی گیا
کیاگلا کیجیےغرض اب وہ زمانا ہی گیا

ہم اسیروں کو بھلا کیا، جو بہار آئی نسیم !
عمر گذری کہ وہ گلزار کا جانا ہی گیا
جی گیا، میر، کا اس لیت و لعل میں لیکن
نہ گیا ظلم ہی تجھ سے، نہ بہانا ہی گیا

بھری تھی آگ تیرے درد دل میں 'میر' ایسی تو
کہ کہتے ہی سجن کے روبرو قاصد کا منہ آیا

کف جاناں سے ممکن نہیں رہائی 'میر' کوئی ہووے
اچنبھا ہے جو اُس کے ہات سے رنگ حنا چھوٹا

اب وہ جگر طپش سے تڑپتا ہے تشنہ لب
مدت تلک جو 'میر' کا لوہو پیا کیا

دل میں بھرا زبسکہ خیال شراب تھا
مانند آئینے کے مرے گھر میں آب تھا
تک دیکھ آنکھیں کھول کے اُس دم کی حسرتیں
جس دم یہ سوجھے گی کہ یہ عالم بھی خواب تھا

جو اے قاصد وہ پوچھے 'میر' بھی ایدھر کو چلتا تھا
تو کہیو، جب چلا ہوں میں، تب اُس کا دم نکلتا تھا
نہ گئی تسبیح اُس کی نزع میں بھی 'میر' سے ہرگز
اُسی کے نام کی سمرن تھی جب منکا یہ ڈھلتا تھا

اب تو جاتا ہی ہے کعبے کو تو بتخانے سے
جلد پھریو، تجھے اے 'میر' خدا کو سونپا

ترے عشق سے آگے سودا ہوا تھا   پر اتنا میں ظالم نہ رسوا ہوا تھا
خزاں! التماس، یہ نہ کوئی بچا تھی   یہ غنچہ چمن میں ابھی وا ہوا تھا

کہاں آتے میسر مجھ کو، تجھ سے خود نما آتنے
یہ حسن اتفاق، آئینہ تیرے روبرو تھوتا
طراوت تھی چمن میں سرو کو یہ اشک قمری سے
ایدھر آنکھیں مندیں اُس کی کہ اودھر آب جو کھوتا(؟)

شب زخم سینہ اوپر چھڑکا تھا میں نمک کو
ناسور تو کہاں تھا ظالم بڑا مزا تھا
آنکھیں مری کھلیں جب جیو 'میر' کا گیا تب
دیکھے سے تجکو ورنہ میرا بھی جیو چلا تھا

ہم تو کہا تھا تیرے تئیں آؤ سمجھ نہ ظلم کر
آخر کار بے وفا جیو گیا نہ 'میر' کا

قابو خزاں سے ضعف کا گلشن میں بن گیا
دوش ہوا پہ رنگ گل یاسمن گیا
برگشتہ بخت دیکھ کہ قاصد، سفر میں سے
بھیجا تھا اس کے پاس سو میرے وطن گیا

مرگیا تیشہ سنگسار کیا نخل ماتم مرا یہ پھل لایا

دیر و حرم میں کیونکہ قدم رکھ سکوں میں 'میر'
ایدھر تو مجھ سے بت پھرے اودھر خدا پھرا

جب کہ تابوت مرا لاے شہادت سے اٹھا
شعلۂ آہ دل گرم محبت سے اٹھا
عمر گذری مجھے بیمار ہی رہتے، ہے بجا
دل عزیزوں کا اگر میری عیادت سے اُٹھا

یک پارہ جیب کا بھی بجا میں نہیں سیا
وحشت میں کوئی سیا سو کہیں کا کہیں سیا

دل پہنچا ہلاکت کو نپٹ کھینچ کسالا
اے یار مرے سلمہ اللہ تعالی
جس گھر میں ترے جلوے سے ہو چاندنی کا فرش
وہاں چادر مہتاب ہے مکڑی کا سا جالا
کچھ میں نہیں اس دل کی پریشانی کا باعث
برہم ہی مرے ہاتھ لگا تھا یہ رسالا

پل میں جہاں کو دیکھتے میرے ڈبو چکا
اک وقت میں یہ دیدہ بھی طوفان رو چکا
افسوس میرے مردے پر اتنا نہ کر کہ اب
پچھتاؤنا عبث ہے جو ہونا تھا ہو چکا
ایک چشمک پیالہ ہے ساقی! بہار عمر
جھپکی لگی کہ دور یہ آخر ہی ہو چکا
ہر صبح حادثے سے یہ کہتا ہے آسماں
دے جام خوں کا 'میر' کو گر منہ وو دھو چکا

میں بھی دنیا میں ہوں یک نالہ پریشاں یک جا
دل کے سو ٹکڑے مرے اور سبھی نالاں یک جا
سر سے باندھا ہے کفن عشق میں تیرے' یعنی
جمع ہم نے بھی کیا ہے سر و ساماں یک جا

گذرا بنائے چرخ سے نالہ پگاہ کا
خانہ خراب ہو جیو اس جیو کی چاہ کا

آنکھوں میں جی مرا ھے اِدھر دیکھتا نہیں
مرتا ھوں میں تو ھاے رے صرفہ نگاہ کا
یک قطرہ خون ھوکے مژہ سے ٹپک پڑا
قصہ یہ کچھہ ھوا دل غفراں پناہ کا
ظالم زمیں سے لوٹتا دامن سنبھال کے پھن
ھوگا کسیں میں ھاتھہ کسی داد خواہ کا

کیا طرح ھے آشنا گاھے گہے نا آشنا
یا تو بیگانہ ھی رھئے ھوجیے یا آشنا
پاے مال صد جفا ناحق نہ ھو اے عندلیب
سبزۂ بیگانہ بھی تھا اس چمن کا آشنا
بلبلیں رو رو کے یوں کہتی تھیں ھوتا کاشکے
یک مژہ رنگ قراری اس چمن کا آشنا
گو گل و لالہ کہاں سنبل سمن اور نسترن
خاک سے یکساں ھوے ھیں ھاے کیا کیا آشنا

کیا دن تھے وے کہ یہاں بھی دل آرمیدہ تھا
رو آشیان طائر رنگ پریدہ تھا
قاصد جو وھاں سے آیا تو شرمندہ میں ھوا
بیچارہ گریہ ناک و گریباں دریدہ تھا
حاصل نہ پوچھہ باغ شہادت کا بوالہوس
یہاں پھل ھر ایک درخت کا حلق بریدہ تھا
مت پوچھہ کس طرح سے کٹی رات ھجر کی
ھر نالہ میری جان کو تیغ کشیدہ تھا

خواہ مجھ سے لڑ گیا اب خواہ اُس سے مل گیا
کیا کہوں اے ہمنشیں میں تجسے، حاصل دل گیا

نکیلے یہ تھی کہاں کی ادا کھپ گئی جیو میں تیری بانکی ادا
کہ میں مل کے 'میر' اب سمجھے بے ادائی تھی آسماں کی ادا

سنو ہو! چل ہی بجھوں گا کہ ہو رہا ہوں میں
چراغ مضطرب الحال صبح گاہی کا

گرچہ سرداروں کا ہے امیری کا مزا
چھوڑ لذات کو اور لے تو فقیری کا مزا
اے کہ آزاد ہے تک چکھہ نمک مرغ کباب
تا تو جانے کہ یہ ہوتا ہے اسیری کا مزا

موند رکھنا چشم کا ہستی میں عین دید ہے
کچھہ نہیں آتا نظر جب آنکھہ کھولے ہے حباب
مت ڈھلک مژگاں سے میرے اے سرشک آبدار
مفت ہی جاتی رہے گی تیری موتی کی سی آب

مکھہ خورشید تجھہ کو اے محبوب! عرق شرم میں گیا ہے ڈوب
میر، شاعر بھی زور کوئی تھا دیکھتے ہو نہ بات کا اسلوب

این بیت کہ بالا مذکور شد گویا از زبان ما است :—

دست صیاد تلک بھی میں نہ پہنچا جیتا
بے قراری نے لیا مجکو تہ دام بہت

سہل سوجھیں تجھے دشواریاں عاشق کی آہ
حسرتیں کتنی گرہ تھیں رمق ایک جان کے بیچ

حال گلزار زمانہ کا ہے مانا بشفق
رنگ کچھ اور ہی ہو جاے ہر ایک آن کے بیچ
تاک کے چھائوں میں جیوں مست پڑے سوتے ہیں
ایندتی ہیں نگہیں سایۂ مژگان کے بیچ

نکلے گی میری قبر سے آواز میرے بعد
اُبھریں گے دل سے عشق! ترے راز میرے بعد
بن گل ہواے آہ میں تو جا کے لوتیو
صحن چمن میں اے پر پرواز میرے بعد

میرے سنگ مزار پر فرہاد رکھ کے تیشہ کہے ہے "یااستاد"

اودھر تلک ہے عرش کے مشکل سے تک گذر
اے آہ پھر اثر تو ہے برچھی کی چوٹ پر
ہم تو اسیر کنج قفس ہو کے مر چلے
اے اشتیاق سیر چمن! تیری کیا خبر

پاس رہنے کا نہیں ایک بھی تار آخر کار
ہات سے جاے گا سر رشتۂ کار آخر کار

نہ ہو ہرزہ درا اتنا خموشی اے جرس بہتر
نہیں اس قافلے میں اہل دل' ضبط نفس بہتر
نہ ہونا ہی بھلا تھا سامنے مجھ چشم گریاں کے
نظر اے ابر آپی نہ آوے گا ' برس بہتر

دیکھوں میں اپنی آنکھوں سے آوے مجھے قرار
اے انتظار تجکو کسی کا ہو انتظار

ساقی تو ایک بار تو توبہ توڑا مری
توبہ کروں جو پھر میں تو توبہ ہزار بار

کر رحم ٹک، کب لگ ستم مجھہ پر جفا کار اس قدر
ایک سینہ، خنجر سیکڑوں، ایک جان وآزار اس قدر
بھاگے مری صورت سے وہ، میں عاشق اُس کی شکل پر
میں اُس کا خواہاں یہاں تلک وہ مجھہ سے بیزار اس قدر

دل دماغ اور جگر یہ سب ایکبار کام آئے فراق میں اے یار
ق
کیوں نہ ہو فتح ضعف اعضا پر مر گئے اس قشون کے سردار

مجھہ کو پوچھا بھی نہ، یہ کون ہے غم ناک ہنوز
ہو چکی حشر، میں روتا ہوں تہ خاک ہنوز
اشک کی لغزش مستانہ پہ مت کیجو نظر
دامن دیدۂ گریاں ہے مرا پاک ہنوز

باقی نہیں ہے دل میں، یہ غم ہے بجا ہنوز
ٹپکے ہے خون دمبدم آنکھوں سے تا ہنوز
احوال نامہ بر سے مرا سن کے کہہ اٹھا
جیتا ہے وہ ستم زدہ مہجور کیا ہنوز
بارہا چل چکی تلوار تری چال پہ شوخ
تو نہیں چھوڑتا اس چال کی رفتار ہنوز
منتظر قتل کے وعدہ کا ہوں، اپنے یعنی
جیتا مرنے کو رہا ہے یہ گنہ گار ہنوز

اے ابر تر تو اور کسی سمت کو برس
اس ملک میں ہماری ہیں یہ چشم تر ہی بس

حرماں تو دیکھہ، پھول بکھیرے تھی کل صبا
ایک برگ گل گرا نہ، جہاں تھا مرا قفس

مر گیا میں ملا نہ یار افسوس — آہ افسوس صد ہزار افسوس
یوں گنواتا ہے دل کوئی، مجھکو — یہی آتا ہے یار یار افسوس

آج کل کیا ہم کو * بتلاتے ہو گستاخی معاف
راستی یہ ہے کہ سب وعدے تمہارے ہیں خلاف
پاؤں پر سے اپنے میرا سر اُٹھانے مت جھکو
تیغ باندھی ہے میاں تم نے کمر سے خوش غلاف

سب پہ روشن ہے کہ شب مجلس میں جب آتی ہے شمع
تجھہ بھبوکے سے کو بیٹھا دیکھہ بجھہ جاتی ہے شمع

بالیں پہ میرے گھر سے تو آوے گا جب تلک
کر جاوں گا سفر ہی میں دنیا سے تب تلک
اتنا دن اور دل سے تپش، کرلے کاوشیں
یہ مجملہ تمام ہی ہے آج شب تلک

نقاش! کیوں کہ کھینچ چکا تو شبیہ یار
ڈھینڈھوں ہوں ایک ناز ہی اُس کا میں اب تلک

فصل خزاں میں سیر کی ہم نے بھی جائے گل
چھانی چمن کی خاک نہ تھا نقش پائے گل
اڑہ تھی † عندلیب کی آواز دل خراش
جو ہی نکل گیا جو کہا اُن نے ہائے گل

گل کی جفا بھی دیکھی، دیکھی وفائے بلبل
یک مشت پر پڑے ہیں گلشن میں جائے بلبل

* (ن) کاہے کو — † (ھ) الٰہ رہی

کیا بلبل اسیر ہے بے بال و پر کہ ہم
گل کب رکھے ہے ٹکڑے جگر اس قدر کہ ہم
جیتے ہیں تو دکھا دینگے دعوائے عندلیب
گل بن خزاں میں ابکی وہ رہتی ہے مرکہ ہم

گرچہ آوارہ جیوں صبا ہوں ہم لیک لگ چلنے کو بلا ہیں ہم
آستاں پر ترے گزر گئی عمر اسی دروازے کے گدا ہیں ہم
تیرے کوچے میں تا بمرگ رکھا۔ کشتۂ منت وفا ہیں ہم

ہم چشم ہے ہر آبلہ پا کا مرا اشک از بسکہ تری راہ کو آنکھوں سے چلا ہوں
دامن نہ جھٹک ہاتھ سے میرے کہ ستم گر
ہوں خاک سر راہ، کوئی دم میں ہوا ہوں
آتے ہیں مجھے خوب یہ دونوں ہنر عشق
رونے کے تئیں آندھی ہوں، کڑھنے کو بلا ہوں

گر تک ہو درد آئینے کو چرخ زشت میں
اِن صورتوں کو صرف کرے خاک و خشت میں

تو گلی میں اُس کی جا آ، ولے اے صبا نہ چنداں
کہ گرے ہوے پھر اکھڑیں دل چاک درد مندداں
ترے تیر ناز کے جو یہ ہدف ہوے ہیں ظالم
مگر آہنی ترے ہیں جگر نیاز مندداں

کوئی نہیں جہاں میں جو اندوہگیں نہیں
اس غم کدے میں آہ دل خوش کہیں نہیں
آگو تو لعل نو خط خوباں کے دم نہ مار
ہر چند اے مسیح وہ باتیں رہیں نہیں۔

سن گوش دل سے اب تو سمجھہ بے خبر کہیں
مذکور ہو چکا ہے مرا حال ہر کہیں
کیا فائدہ سراغ سے بلبل کے باغباں!
اطراف باغ ہوں گے پڑے مشت پر کہیں

کیا میں نے رو کر فشار گریباں   وگ ابر تھا تار تار گریباں

دیکھیں تو تیری کب تک یہ کج ادائیاں ہیں
اب ہم نے بھی کسی سے آنکھیں لڑائیاں ہیں
تک سن کے سو برس کی ناموس خامشی کھو'
دو چار دن کی باتیں اب منہ پر آئیاں ہیں

مرے آگو نہ شاعر نام پاویں   قیامت کو مگر عرصے میں آویں

نہ ایک یعقوب رویا اس الم میں
کنواں اندھا ہوا یوسف کے غم میں

تری زلف سیہ کی یاد میں آنسو ٹپکتے ہیں
اندھیری رات ہے' برسات ہے' جگنو چمکتے ہیں

ہام حکم شراب کرتا ہوں   محتسب کو کباب کرتا ہوں
تک تو رہ اے بنائے ہستی تو   تجھکو کیسا خراب کرتا ہوں

ملنے لگے ہو دیر دیر دیکھئے کیا ہے کیا نہیں
تم تو کرو ہو صاحبی بندے میں کچھہ رہا نہیں
بوے گل اور رنگ گل' دونوں ہیں دلکش اے نسیم!
لیک بقدر یک نگاہ دیکھئے تو وفا نہیں

ایسے محروم گئے ہم تو گرفتار چمن
کہ ہوے قید میں دیوار بدیوار چمن
سینے پر داغ کا احوال میں پوچھوں ہوں نسیم!
یہ بھی تختہ کبھی ہووے گا سزاوار چمن
خون ٹپکے ہے پڑا نوک سے ہر ایک کے ہنوز
کس ستم دیدہ کے مژگان ہیں یہ خار چمن

عاشق ہے یا مریض ہے پوچھو تو 'میر' سے
پاتا ہوں زرد روز بروز اس جواں کو میں
میں وہ پژمردہ سبزہ ہوں کہ ہوکر خاک سے سرزد

یکایک آگیا اس آسماں کی پائمالی میں
مرے اُستاد کو فردوس اعلیٰ میں ملے جاگہ
نہ سکھلایا بغیر از عشق مجکو خرد سالی میں

آہ اور اشک ہی سدا ہے یہاں روز برسات کی ہوا ہے یہاں
جس جگہ ہو زمین تفتہ سمجھہ کہ کوئی دل جلا گڑا ہے یہاں

یہ غلط کہ میں پیا ہوں قدح شراب تجھہ بن
نہ گلے سے میرے اُترا کبھی قطرہ آب تجھہ بن
یہ ہے بستی عاشقوں کی کبھی سیر کرنے چل تو
کہ محلے کے محلے پڑے ہیں خراب تجھہ بن
میں لہو پیوں ہوں غم میں عوض شراب ساقی!
شب تیغ ہوگئی ہے شب ماہتاب تجھہ بن
کٹی عمر میری ساری' جیسے شمع باد کے بیچ
یہی رونا' جلنا' گھلنا' یہی اضطراب تجھہ بن

نسیم مصر گر آئی سواد شہر کنعاں کو
کہ پھر جھونی یہاں سے لے گئی دلہاے حرماں کو
کوئی کانٹا سر رہ کا ہماری خاک پر بس ہے
گل و گلزار کیا درکار ہے گور غریباں کو
زباں نوحہ گر ہوں میں' قضا نے کیا ملایا تھا
مری طینت میں یارب سودۂ دلہاے نالاں کو
گل و سنبل ہیں نیرنگ قضا ' مت سرسری گذرے
کہ بگڑے زلف و رخ کیا کیا بناتے اس گلستاں کو
کریں بال ملک فرش رہ اُس ساعت کے* محشر میں
لہو ڈوبا کفن لاویں شہید ناز خوباں کو
صداے آہ جیو کے پار ہوتی ہے تیر سے شاید
کسی بے درد نے کھینچا' کسی کے دل سے پیکاں کو
کیا سیر اس خرابے کی† بہت اب چل کے سو رہئے
کسی دیوار کے سایے میں منہ پر لے کے داماں کو

کیا ہے گر بد نامی و حالت تباہی بھی نہ ہو
عشق کیسا جس میں اتنی روسیاہی بھی نہ ہو

جی‡ سے جہاں میں ہر$ سحر تیری کروں ہوں جستجو
خانہ بخانہ' در بدر' کوچہ بکوچہ' کو بکو

آنکھوں سے دل تلک ہیں چنے خوان آرزو
نومیدیاں ہیں کتنی ہی مہمان آرزو

---

* (ن) کہ   † (ن) کا
‡ (ن) جب $ (ن) ہے

اس مجھلے کی سیر کروں کب قلک، کہ ہے
دست ہزار حسرت و دامان آرزو

دل پر خوں ہے یہاں تجکو گماں ہے شیشہ
شیخ کیوں مست ہوا ہے تو ' کہاں ہے شیشہ
شیشہ بازی تو تک ایک دیکھئے آ آنکھوں کی
ہر مژہ پر مرے اشکوں سے رواں ہے شیشہ
جا کے پوچھا جو میں کل کارگہ مینا موں
دل کی صورت کا بھی اے شیشہ گراں ہے شیشہ؟
کہنے لاگے کہ کدھر بھکا پھرے ہے اے مست
ہر طرح کا جو تو دیکھے کہ یہاں ہے شیشہ
دل ہی سارے تھے یہ اک وقت میں جو کرکے گداز
شکل شیشے کی بنائے ہیں کہاں ہے شیشہ

جو ہوشیار ہو سو آج ہو شراب زدہ
زمین میکدہ یکدست ہیگی آب زدہ
بنے یہ کیونکہ ملے تو ہی یا ہمیں سمجھیں
ہم اضطراب زدہ اور تو حجاب زدہ

کہتے ہیں اُڑ بھی گئے جل کے پر پروانہ
کچھہ سنے * سو خفتگان تم † خبر پروا نہ
سعی اتنی تو ضروری ہے اُٹھے بزم سلگ
اے جگر تفتگی بے اثر پروا نہ!

---

* (ن) سنی ۔ † (ن) نے ۔

بزم دنیا کی تو دلسوزی سئی ہوئی ' میر ' !
کس طرح شام یہاں ہو سحر پروانہ

اس اسیری کے نہ کوئی اے صبا پالے پڑے
یک نظر گل دیکھنے کے بھی ہمیں لالے پڑے

حسن کو بھی عشق نے آخر کیا حلقہ بگوش
رفتہ رفتہ دل بروں کے کان میں بالے پڑے

اس واسطے کا نہیوں ہوں کہ ہے آہ نپٹ سرد
یہ باؤ کلیجے کے کبھی پار نہ ہووے

کرے ہے خندۂ دنداں نما تو میں بھی روونگا
چمکتی زور ہے بجلی ' مقرر آج باراں ہے

چمن پر نوحۂ و زاری سے ہے کس گل کا یہ ماتم
جو شبنم ہے تو گریاں ہے جو بلبل ہے تو نالاں ہے

الم سے یہاں تئیں میں مشق ناتوانی کی
کہ میری جان نے تن پر مرے گرانی کی

چمن کا نام سنا تھا ولیے نہ دیکھا ہائے
جہاں میں ہم نے قفس ہی میں زندگانی کی

سمجھے ہے نہ پروانہ ' نہ تھامے ہے زباں شمع
وہ سوختنی ہے تو یہ گردن زدنی ہے

لیتا ہی نکلتا ہے مرا لخت جگر اشک
آنسو نہیں گویا کہ یہ ہیرے کی کنی ہے

اے ' میر ' جگر ٹکڑے ہوا دل کی تپش سے
شاید کہ مرے جیو پہ اب آن بنی ہے

گرم هیں شور سے تجھہ حسن کے بازار کئی
رشک سے جلتے هیں یوسف کے خریدار کئی
اپنے کوچے میں نکلیو تو سنبھالے دامن
یاد گار مژۂ 'میر' هیں وهاں خار کئی

صبح سے بن علاج تو خوش هے　　تیرا بیمار آج تو خوش هے
'میر' پھر کبھو سر گذشت اپنی　　بارے یہ کچھہ مزاج تو خوش هے

مرهی جاویں گے' بہت هجر میں نا شاد رهے
بھول تو گئے هو همیں پر یہ تمھیں یاد رهے
هم سے دیوانے پھریں شہر میں سبحان اللہ
دشت میں قیس پھرے' کوہ میں فرهاد رهے

مرے درد دل کا تو یہ جوش هے
کہ عالم جوان سیہ پوش هے
کیا * رو برو اُس کے کیوں آئینہ
کہ بیہوش † اُس کا دم اور هوش هے

اچنبا هے اگر چپکا رهوں مجھہ پر عتاب آوے
و گر قصہ کہوں اپنا تو سنتے اُس کو خواب آوے
لپیٹتا هے دل سوزاں کو اپنے 'میر' نے خط میں
الٰہی نامہ بر کو اس کے لے جانے کی تاب آوے

اس دشت میں اے سیل سنبھل هی کے قدم رکھہ
هر سمت کوں یہاں دفن مری تشنہ لبی هے

(ن) گیا — 　　 † (ن) بیہوشی —

یہاں تو چھوڑ دیتے کر کے خاک راہ کے صدقے
مجھے محفوظ رکھا اپنے میں اللہ کے صدقے

کیا خط لکھوں میں گریے سے فرصت نہیں رہی
لکھتا ہوں تو پھرے ہے دعا بہت بہی بہی

ملوں کیونکہ ہمرنگ ہو تجھ سے ظالم!
ترا رنگ شعلہ ، مرا رنگ کا ہی

اب خدا مغفرت کرے اُس کو صبر مرحوم تھا عجب کوئی

سبھوں کے خط لئے پوشیدہ قاصد آج جاتا ہے
چلا ہے یار کے کوچے کو اور مجھ سے چھپاتا ہے

ہو گئی شہر شہر رسوائی اے مری موت تو نہیں * آئی
'میر' جب سے گیا ہے دل تب سے میں تو کچھ ہو گیا ہوں سودائی

بارے نسیم! ضعف سے کل ہم اسیر تھے
سناتے میں جیو † کے گلستاں تلک گئے
صد کارواں وفا ہے کوئی پوچھتا نہیں
گویا متاع دل کے خریدار مر گئے

تمام اُس کے قد میں سناں کی طرح ہے نکھلی نہت اُس جواں کی طرح ہے
اڑے خاک گاہے، رہے گاہ ویراں خراب اور پریشاں یہاں کی طرح ہے
تعلق کرو 'میر' اُس پر جو چاہو مری جان! یہ کچھ جہاں کی طرح ہے

آتش کے شعلے سر سے ہمارے گذر گئے بس اے تپ فراق کہ گرمی سے مر گئے

---

* (ن) بھلی † (ن) جئوں

ناصح نہ روئیں کیونکہ محبت کے جیو کو ہم
اے خانماں خراب ہمارے تو گھر گئے

ہنگامہ میری نعش پہ، تیری گلی میں ہے
لے جائیں گے جنازہ کشاں یہاں سے کب مجھے

کاتب! کہاں دماغ جواب شکوہ تانئے
بس ہے یہ ایک حرف کہ مشتاق جانئے
شب خواب کا لباس ہے عریاں تنی میں یہ
جب سوئیے تو چادر مہتاب تانئے

کب فلک جیو رکے خفا ہووے   آہ کریئے کہ تک ہوا ہووے
بے کلی مارے ڈالتی ہے نسیم   دیکھئے اب کے سال کیا ہووے

ہے یہ بازار جنوں، منڈی ہے دیوانوں کی
یہاں دکانیں ہیں کئی چاک گریبانوں کی
خانقہ کا تو نہ کر قصد تک اے خانہ خراب!
یہی ایک رہ گئی ہے بستی مسلمانوں کی
کیونکہ کہئے کہ اثر گریۂ مجنوں میں نہ تھا
گرد نم ناک ہے اب تک بھی بیابانوں کی

نہیں وسواس جیو گنوانے کے   ہائے رے ذوق دل لگانے کے
میری تغییر حال پر مت جا   اتفاقات ہیں زمانے کے

غافل میں رہا تجھ سے نپٹ نا پہچانی
اے عمر گذشتہ میں تری قدر نہ جانی
مدت سے ہیں یک مشت پر آوارہ چمن میں
نکلی ہے یہ کس کی ہوس بال فشانی

یہ جان اگر بیٹھ رہوگے کبھی دیکھے
رہ گئی ہے کسی موے پریشاں کی نشانی
بھاتی ہے مجھے ایک طلب بوسہ میں یہ آن
لکنت سے اُلجھہ جا کے تجھے بات نہ آنی

بسکہ ہے گردوں دوں پرورِ دنی   ہوے پیوند زمیں یہ کشتنی *

بزم میں سے اب تو چل اے رشک صبح!
شمع کے منہ پر تو پھر گئی مردنی

اس ستم دیدہ کی صحبت سے جگر لوہو ہے
آب ہو جاے کہ یہ دل خلۂ پہلو ہے

دھر بھی 'میر' طرفہ مقتل ہے   جو ہے سو کوئی دم کو فیصل ہے
روز کہتے ہیں ملنے کو خوباں   لیکن اب تک تو روز اول ہے
ق
ہجر باعث ہے بدگمانی کا   غیرت عشق ہے تو کب کل ہے
مر گیا کوہکن اسی غم سے   آنکھہ اوجھل پہاڑ اوجھل ہے

خنجر بکف وو جب سے سفاک ہوگیا ہے
ملک اِن ستم زدوں کا سب پاک ہوگیا ہے
دیوار کہنہ ہے یہ، مت بیٹھہ اِس کے سائے
اُٹھہ چل کہ آسماں سب کاواک ہوگیا ہے
زیر فلک بھلا تو رووے ہے آپ کو 'میر'
کس کس طرح کا عالم یہاں خاک ہوگیا ہے.

ساقی گھر چاروں اور آیا ہے   دے بھی سے ابر زور آیا ہے

---

* (ن) رفتنی

ذوق تیرے وصال کا میرے ننگے سر تا بہ گور آیا ہے

کل اُس سے ہم سے بارے ملاقات ہو گئی
دو دو بچن کے ہونے میں اک بات ہو گئی

کن کن مصیبتوں سے ہوئی صبح شام ہجر
سو زلفیں ہی بناتے اُسے رات ہو گئی

گردش نگاہ مست کی موقوف ساقیا
مسجد تو شیخ جیو کی خرابات ہو گئی

کتنا خلاف وعدہ ہوا ہوگا وہ کہ یہاں
نومیدی اور امید مساوات ہو گئی

اپنے تو ہونٹھ بھی نہ ہلے اُس کے روبرو
رنجش کی وجہ 'میر' وہ کیا بات ہو گئی

چل قلم غم کی رقم کوئی حکایت کیجے
ہر سر حرف پہ فریاد نہایت کیجے

قصد اگر امتحان ہے پیارے اب تلک نیم جان ہے پیارے
سجدہ کرتے ہی سر کٹتے ہیں جہاں سو ترا آستان ہے پیارے
'میر'! عمداً بھی کوئی مرتا ہے جان ہے تو جہان ہے پیارے

رباعیات

تجھ رہ سے محال ہے اُٹھانا مجھکو خبطی کہے کوئی یا سیانا مجھکو
سر میرا لگا ہے نقش پا سے تیرے سجدے کو خدا کے بھی بجانا مجھکو

مسجد میں تو شیخ کو خروشاں دیکھا
مے خانہ میں جوش بادہ نوشاں دیکھا

ایک گوشۂ عافیت جہاں میں ہم نے
دیکھا تو محلۂ خموشاں دیکھا

کاہیکو کوئی خراب خواری ہوتا کاہیکو کسی پہ جان بھاری ہوتا
دل خواہ ملاپ ہوتا تو تو ملتے اے کاشکے عشق اختیاری ہوتا

جگ میں جوں شمع پاؤں جل کر رکھنا یا بن کے بگولا ہات مل کو رکھنا
آیا ہے قمار خانۂ عشق میں تو سربازی ہے یہاں قدم سنبھل کر رکھنا

کیا کرئے بیان مصیبت اپنی پیارے دن عمر کے موری غم میں گذرے سارے
رنج و ضعف و بلا، مصیبت، محنت پنہاہی نہ میں تواں دکھوں کے مارے

پیغمبر حق نے حق دکھایا اُس کا معراج ہے کمترین پایا اُس کا
سایہ جو نہ تھا اُسے، یہ باعث ہیگا کل حشر کو ہوگا سب پر سایا اُس کا

دل تجھ پہ جلے نہ کیونکہ میرا بیتاب
یہاں مجکو توقع ہے کہ لاتا ہے جواب
وھاں اُن نے شراب پی کے مستی میں 'میر'
کر کھائے بھی نامہ بر کبوتر کے کباب

محمد میر "میر"

تخلص۔ از قافیہ سنجان شیریں گفتار است، سخن را عذوبت می گوید، این شعر در ہر دو تذکرہ مسطور است :—

شہرۂ حسن سے از بسکہ وہ محجوب ہوا
اپنے چہرے سے جگھڑتا ہے کہ کیوں خوب ہوا

میرزا معزالدین "معز"

تخلص۔ مخاطب بموسوی خان، شاعر مضبوط فارسی است۔

فقیر ترجمه اش را از تذکرهٔ " سروآزاد " بجنس نقل می نماید
که" موسوی خان میرزا معزالدین محمد از اجلهٔ سادات قم ' و چراغ
دودمان امام هفتم است- وصبیه زادهٔ میر محمد زمان مشهدی
که سر آمد علماء مشهد مقدس بود - موسوی خان از عنفوان
شعور دامن سعی اکتساب علوم برزد ' و اوائل کتب در وطن
خود تحصیل کرد- ودر ریعان شباب باپدر خود میرزافخرا برهم
زاده بدارالسلطنة ' صفاهان ' شتافت - و ده سال در حلقهٔ
درس آقا حسین خان ساری تلمذ نمود ' و جادهٔ عقلیات
و نقلیات نور دیده ' خود با قصی حدود کمال رسانید ' و در
سنة اثنتین و ثمانین و الف تشریف به هندوستان آورد ' و خلد
مکان بواسطهٔ جوهر ذاتی و نسبتی مورد الطاف ساخت وبتزویج
صبیهٔ شاه نواز خان صفوی و سلف ساختن باخود فرق عزتش
بر افراخت - اول بدیوانی صوبهٔ عظیم آباد پتنه مامور گردید -
اما صحبتش با بزرگ امید خان ناظم تپه پس امیرالامراشایسته
خان برنیامد - چه بزرگ امیدخان از جلالت خاندان خود دماغ
بر فلک داشت - و میرزا رشتهٔ سلفیت بادشاه ' و علاوهٔ فضل
و کمال سربه تبعیت ناظم فرود نمی آورد ' آخر ناچاقی صحبت
ایشان بسمع بادشاه رسید- میر حضور طلب شد ' و در سنة تسع
و تسعین و الف بخطاب " موسوی خان " ودیوانی تن سرفرازی
یافت - و بعد یک سال بدیوانی مجموع ممالک دکن کامیابی
اندوخت - سال تولد میر سنة خمسین و الف ا ست وسال انتقال
که در ولایت دکن اتفاق افتاد ' سنة احدی و مائة والف "- انتهی-

راقم الحروف صاحب می گوید - (تاریخ)

موسوی خان یگانهٔ عالم　　رخصت هستی بسوے عقبیٰ بر

سال فوتش ز ھا تف غیبی　　شد ندا " آن معز فطرت مرد

اول ' فطرت ' تخلص می کرد - آخر ' موسوی ' قرار داد و خطاب 'خانی' هم برین تخلص گرفت. دیوان فارسیش متداو است - این بیت ریخته میر محمد تقی ' میر ' بنام او نوشته خالی از لطافت نیست :—

از زلف سیاہ تو بدل دھوم پڑی ھے

در گلشن آئینہ گھٹا جھوم پڑی ھے

راے اننه رام ' مخلص"

تخلص - مخلص شاهدان سخن بود' و این غزالان سیه مست را بفصاحت کلام رام می نمود - مدتے بوکالت نواب اعتماد الدولہ مرحوم امتیاز می داشت' و اصلاح سخن بخدمت میرزا ' بیدل و خان 'آرزو' می گرفت. شعر فارسیش که خیلے عذوبت می دارد بر السنهٔ عوام و خواص جاری است - فقیر را هم چند اوراق اشعار فارسیش بهم رسیده بود' حقا که معنی تلاشي فراوان نمود' و لآلی گران بہاے الفاظ شسته بسلک نظم کشیده—

یوں پکارے ھے کھڑا گلشن میں سرو از بیکسی

پہنچیو قمری کہ کیا آزاد جاتی ھے بہار

پھول پر نرگس کے گویا دانۂ شبنم نہیں

عاشقوں کے خیال پر انکھیاں پھراتي ھے بہار

میر محمد تقی 'میر' این بیت او می نویسد :-

دھوم آؤنے کی کس کے گلزار میں پڑی ھے

ھار ارگجے کا یا کہ نرگس لیے کھڑي ھے

میر محمد محسن* 'محسن'

تخلص - برادر زادۂ میر محمد تقی میر و ذله بر فضل آن معنی پژوہ بے نظیر است - ابیات او از ھر دو تذکرہ می طرازد :-

مرا رنگ رو اس قدر زرد ھے	کہ یہاں زعفراں زار بھی گرد ھے
طپش! تشنہ لب تڑپے ھے غالباً	دھڑاکے کا دل میں مرے درد ھے
اگر شیخ دوزخ میں گرمی ھے زور	مرے پاس بھی یک دم سردھے

یوسف مصر! بیچتا ھے کوئی	تجھہ سے دلبر عزیز دولھا کو
حرف تیرے عزیز لب کا شوخ	زندہ کرتا ھے نام عیسیٰ کو

دورے گئے وہ کوہکن و قیس کے جو تھے

مہرے جنوں کا اب تو زمانے میں شور ھے

'محسن' تمام عمر مري روتے ھی کٹی

اس غمکدے میں آہ کہیں بھی سرور ھے

اس کے کوچے میں ھے کچھہ نالۂ شب کا چرچا

دیکھیو کوئی میاں میرا تو مذکور نہیں

طبع نازک کو مرے ھات میں رکھیو کہ میں

قیس و فرہاد سا دھقانی و مزدور نہیں

(*) حسن

بہتوں کا عاشقی میں یہاں کال ہوگیا ہے
اے دل ابھی سے تیرا یہ حال ہوگیا ہے
تک راہ پر تو آؤ اب سیر کو 'محسن'
مانند نقش پا کے پامال ہوگیا ہے

تعزیت دار حسرت دل ہے یہ جو گریے کا جامۂ آبی ہے
دل پر آبلہ مرا 'محسن' رشک آئینۂ حبابی ہے

تنک ابرو ہلے، عاشق اُلٹ گئے تجھے تلوار سے اے شوخ جس دم

کیا جانئے وہ شوخ کدھر ہے کدھر نہیں
ہم کو تو تن بدن کی بھی اپنے خبر نہیں
اُس دشت پر خطر کا میں باشندہ ہوں جہاں
آدم کا ذکر کیا ہے، ملک کا گزر نہیں
دل دینے پر ہو جیو، تو کرو خانماں خراب
یہ عاشقی ہے شیخ جی خالا کا گھر نہیں

مر گیا پوچھی نہ پر تم نے مری زحمت دل
جیو کی جیو میں ہی رہی ہاے مری حسرت دل
مجھ تہی دست کنے کیا تھا کوئی دن آگے
داغ پیسے سے جو ہاتوں پہ ہیں سب دولت دل
کیا حساب اپنے جفاؤں کا جو میں کھینچوں ہوں
میں گرفتار بلا میں جو ہوا بابت دل

دل مرا وابستۂ زنجیر زلف یار ہے
ہے تو دیوانہ، پہ اپنے کام میں ہشیار ہے

اور یہ عاجز تمہارا کچھہ نہیں رکھتا مگر
جان بر لب آمدہ حاضر هے گر درکار هے

اے دیدہ! خاندان تو اپنا ڈبو چکا
اب روتا تو هے کیا ' جو کچھہ هونا تھا هو چکا
' محسن' نہ روؤں میں' توبھلا کہہ' کہ کیا کروں
ایک دل بساط میں تھا سو اس کو بھی کھوچکا

تک آکے دیکھہ' نہیں کچھہ بھی حال آنکھوں میں
پھرے هے اس پہ بھی تیرا خیال آنکھوں میں
نہ پوچھہ دختر رز کی تو مجھسے کیفیت
لئے هی جاتی هے دل یہ چھنال آنکھوں میں

جاں بہ لب هوں میں' نکل جاے نہ یہ جان کہیں
دل میں حسرت هی رهی جاتی هے آجان کہیں!
کب تلک نزع کی حالت میں رهوں میں تجھہ بن
هو بھی اے مردن دشوار! اب آسان کہیں

جس دن تری گلی سے میں عزم سفر کیا
هر یک قدم پہ راہ میں پتھر جگر کیا
بت خانے کی شکست و درستی کعبہ هاے!
یہ سب کیا ' پہ شیخ نے دل میں نہ گھر کیا

(رباعی)

جب تخم محبت هم نیں دل میں بویا
دین و دنیا سے هات اپنا دھویا
اس عشق کا هووے خانہ ویران یارب!
دونوں عالم سے اِن نے هم کو کھویا

میر " میران "

تخلص- خلف‌الصدق ' نواب علی مردان ' است- خطاب سید
نوازش خان می داشت ' و اکثر گاه طبع معنی رس خود را
بتسخیر مضامین می گماشت - میر محمد تقی ' میر ' می‌نویسد
که ' بهید' تخلص اوست- و فتح علی خان او را بتخلص 'میران '
درحرف میم تحریر نمودہ' ظاهرا میرزا فرمودہ- سیدعبدالولی
صاحب سلمه‌الله تعالی با میر نوازش خان 'بهید' تخلص
که تاحین تحریر این مزخرفات در اورنگ آباد قیام می دارد
و احوالش بحروف‌الها گذشت ' ظن افتاد باین هم همین تخلص
قرار دادہ باشد - والله اعلم - احوالش کما ینبغی بسمع فقیر
نرسیدہ' و این اشعار طبع زادش از تذکرۂ ' میر ' وفتح‌علی‌خان
تحریر می گردید :—

آہ اگر باغ میں وہ سرو خراماں گذرے
اشک قمری کا گلستان میں طوفاں گذرے
بسکہ ہے آتش غم تیز' و رونے میں مرے
ناوک ناز ترا دل ستی* سوزاں گذرے

نواب* ذوالفقارالدوله خواجم قلي خان " موزن "
طبع موزون‌داشت' وچندےبه نظامت برهانپور می پرداخت-

* (ن) سے نہ

† خواجم قلی خان بهادر قائم جنگ ' موزون ' تخلص-
پسر نذر بین ترکمان دیوان بیگی سبحان قلی خان بهادر
بتقریب ایلچی‌گري سبحان قلی‌خان به‌هندوستان آمدہ' بنوازشات

(بقیه حاشیه بر صفحهٔ ۲۹۰)

شعر فارسی خوب می گفت - غزلیاتش که در جواب غزلیات نظام‌الدوله ' شہید ' طرح نمودہ بنظر در آمد ' خوش محاورہ است - و اشعار او از قبیل ریختہ بسمع فقیر بجز این بیت نہ رسید :—

آیا ہے رشک حور نہ جانوں کریگا کیا
برپا کیا فتور نہ جانوں کریگا کیا

این یک بیت صاحبان ہر دو تذکرہ نوشتہ اند :—

موزوں‌ نے کہ عشق میں پھر اب قدم رکھا
ہے مصلحت سے دور نہ جانوں کریگا کیا

(بقیہ حاشیہ بر صفحۂ گذشتہ)

بادشاہی خوش دل شت یوسف نیک پسر خود را کہ بخطاب مبارز خان سرافراز گردید ' در حضور گذاشتہ بولایت توران مراجعت کرد و از پیشتر بیشتر دخیل کار ہاے سلطنت گشت - امرایان از راہ حسد و عداوت متفق شدہ اورا بقتل آوردند - دران ہنگام یکسالہ عمر داشت' والدہ اش در ہندوستان آورد - چون بہ سن تمیز رسید' در زمان بادشاہ محمد فرخ سیر بمنصب سر بلندي یافتہ با برادر بوگی بشیربوگ‌خان خود کہ قلعہ دار قلعہ ' دہار ' شدہ بود آمد - بعد از چند سال کہ برادرش از قلعہ داري تغیر شد' برفاقت رکن السلطنت آصف جاہ بدکن رسید - درین جا بعارضۂ جلو نے در گذشت - بعد فوتش رکن‌السلطنت آصف جاہ از روی قدردانی بمنصب بلند و خدمات عمدہ سر افراز فرمود - بصفت شجاعت‌موصوف است دماغ عالی‌دارد - از طبع رسا فکر شعر می‌نمایدودیوانے ترتیب دادہ - این غزلیات از وست (ہندی اشعار درج نہیں ہیں؛ تحفۃالشعراء) —

میر رحم علی "موزون"

از شعرای هند است، در فن ریختہ خوش بیان —

زرد ہوتے بن نہ دیکھا ہم سٹی کچھہ روے تھے
پھل یہی پایا جہاں میں تجھہ زنخ کو سیو کر

اگرچہ خوش کمر 'موزوں' بہت ہیں فدا ہے جیو میرا اُس میاں پر

رام نراین "موزون"

تخلص - از شاہ جہان آباد است، احوال و اشعارش بفقیر نرسیدہ، مگر این یک بیت بزبانی سید عبدالولی صاحب سلمہ اللہ تعالی در حیدرآباد شنیدہ، بخزانۂ حافظہ موجود بود، نوشتہ شد :—

کچھہ گرانی نہیں مجھہ کو وو ستم گار کے سات
دل پگھل جو ہے بہا اشک سبکبار کے سات

محمد مزمل "مزمل"

تخلص - شاعریست ممتاز، و عیسی نفسی است سحر پرداز - فتح علی خان در احوالش می طرازد کہ "معاصر میان 'آبرو' بود، در سخن تلاش معنی تازہ می نمود" - گویند در اواخر عمر جنون بر مزاجش طاری شد، و اختلالے در حواسش ساری - آخر باستغناے نوکری و ترک ملازمت ارباب دول پرداختہ در شاہ جہان آباد زاویۂ خمول ساخت ؛ بعد چندے نواے "ارجعی" شنید، ورخت بسراے خاموشان کشید - انتہی - این اشعار آبدار از 'مزمل' است :—

چاؤ انکھیاں سے نکل کر وو گئی جاگتی تھی سات جن کے سو گئی

قرض حسنہ لے کے شبنم سے انجھو پھول کلیاں جھاڑ پر رو دھو گئی
من ہرن میرا 'مزمل' رم کیا دشمنوں کے من کی جیسی ہوگئی

آنکھہ لاگی سو گیا سونا نہ تھا ہوگیا وہ کام جو ہونا نہ تھا

این ریختہ شہرۂ عوام میدارد' اما نکتہ چیناں خوردہ بین حرف بر بیت اول کہ مذکور شد می نہند —

بول میٹھے اس شکر لب کے تمام زہر تھا پن صرف متلونا نہ تھا
کیوں کماں ابرو سے مل رسوا ہوا چلہ‌کش کو کیا مگر کونا نہ تھا
میں کہا تھا تو 'مزمل' دل نہ دے نقد یہ دل را یگاں کھونا نہ تھا

طبیب عشق سے پوچھا زلیخا نے علاج اپنا
کہا بہتر ہے تم پر سورۂ یوسف کا دم کرنا
نظر موں ہیں تمہاری داؤ گھاتیں من ہرن میرے
شکار اوروں سے جا جا کھیلنا اور ہم سے رم کرنا
نہیں اشراف زادوں کا طریقہ ان جویاروں میں
لٹا کر مال' پڑھ کر فاتحہ ' اخلاص کم کرنا

فتح علی خان در تذکرۂ خود این بیت بنام اومی نویسد : —
راز دل آنکھوں نے سب ظاہر کیا ہائے کسیا رودیا رونا نہ تھا

میر مرتضی " مہدی "

از شاگردان سید عبدالولی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بود' وتلاش مضامین تازہ می نمود - برائے میر دولت بفوج پیوست کہ در سنۃ اربع و سبعین و مأیۃ والف در جنگ مرہٹہ شربت شہادت چشید - محرر الحروف "محمد مہدی شہید شد" (۱۱۷۴) تاریخ یافت - این قدر شاہدان اشعار شبد دستخط او پردہ از رخ می‌کشایند : —

جب سے تیرے حسن نے گلشن میں بھڑ دی کیا
گل نے اپنا اب تلک چاک گریباں نہیں سیا
چار داغوں سے جلا ہے لالہ ایسا آگ میں
ہیں ہزاروں داغ مجھہ دل پر، سرا ہیں یہ ہیا
تجھہ رنگیلے لب کے یک بوسے کی خواہش بیچ دل
رات، دن جلتا ہی رہتا، لعل کا جیسا دیا
تار، داغ دل ہمارا، آب آنکھوں کا سرشک
عشق کی دولت سے ہم نے خوب کچھہ کھایا پیا
بوجھتے ہیں چشم گر فرش تجمل خاکسار
نقش قالی سے نہیں کمتر ہے موج بوریا
چار دن بچھڑا سجن، ہم پر قیامت آگئی
'مہندی' حیرت ہے کہ تنہا خضر ابتک کیوں جیا

ہر کسی مکھہ کا تاب دیدہ ہوا یوں جو آئینہ آب دیدہ ہوا

گرم جوشی ستی خورشید لقا گھر سے نکل
ہوگئی صبح دم سرد کے بھر تے بھر تے
کرے ہے آج چشم عندلیباں روشن آئینہ
ہوا ہے اس کے عکس روے رنگ گلشن آئینہ
گذر جاوے گا وہ تیر نگہ شیشہ ستی اس کے
پھر آیا ہے! گر چہ جوہروں سے جوشن آئینہ
ان گلر خوں سے یارو ہم نبہہ کیوں نبھائیں
بانکی بھواں چھرا گر، برچھی کریں نگا ہیں

میر مہدی " متین "

تخلص - مولدش برھان پور است ' و والدش میر محمد 'امین' مقرب دربار شاھی است - صاحب سخن و شاگرد میرزا 'بیدل' بود-'متین' ھم طالب علم جید و خلیق و کم سخن وخوش فکر و متلاشی مضامین رنگین است' اصلاح سخن از شاہ 'سراج' می کرد-این چند ابیات از طبع زاد اوست:—

روز اول سے مجھے ورد زباں ھے شیشہ
بات شیشہ ھے ' سخن شیشہ ' فغاں ھے شیشہ

اس بسنتی پوش قاتل پر چھوک لو ھو کا رنگ
عاشقو لازم ھے اب بھگوے کا سر وا کیجئے
عرس کو مجنوں کے ھرنوں نے کیا ھے اتفاق
وحشیو لازم ھے تم بھی اپنے ساماں سے چلو
جان جاتا ھے مرا افسوس کوئی کہتا نہیں
آنسوو بیٹھے ھو کیا ' آنکھوں کے ایواں سے چلو

گل شاخ پر صبا سے ھلتے نہیں چمن میں
گلرو کے نیم بسمل سب تلملا رھے ھیں

میر منو " مراد "

تخلص - برھان‌پوری است - والدش محمد فخرالدین قاضی نصیرآباد بود - از چندے برحمت‌حق پیوست - ' مراد ' مذکور الحال برفاقت نجف علی‌خان بسر می‌برد - اگرچہ درکتب فارسی دستگاھے نیست ' امافکر صاف می دارد - ازوست :—

اپنا دامن اشک پر خوں سیتی افشاں کیجئے
بیٹھی صحرا میں اور سیر گلستاں کیجئے

خوب نہیں دیوانگی میں شہریت کا بود وباش
مصلحت یوں ہے کہ اب مسکن بیاباں کیجئے

کیجئے پیدا اگر رتبہ نسیم صبح کا
بے تکلف سیر باغ کوے جاناں کیجئے

آخرش ملک عدم کو یہاں سے جانا ہے ضرور
بے فکر کیا بیٹھی ' چلنے کا ساماں کیجئے

میر عبد القادر " مہربان "

تخلص - صیاد غزالان سخن و جامع غرائب هر فن است - رنگین خیالے ' فصیح زبان ' حاوی کمالات ' در صغرسن همتاے این معنی رس بچشم نرسیده ' و شیرین مقالے عذب البیان باین جودت ذهن از بدو شعور فقیر بعالم شهود سر نکشیده - این قا آشنا مزاج طرح ارتباط بخدمت او گرم می دارد ' و آن شهنشاه اقلیم نازک خیالی اکثر گاه به غریب خانهٔ نظر به تخلص خود کرده و رعایت هم‌مکتبی منظور داشته ' تشریف شریف می آرد - درین‌ولا تذکرهٔ شعراے کبیشران با ستصواب فقیر می طرازد ' و بجهة تنقیح احوال انیها یک‌دمی پردازد نسبش به هشت و دو واسطه به حضرت امام علی موسی رضا علیه‌التحیة والثنا می‌رسد - اصلش از نیشاپور و بعدازان اجدادش در کنتور که قصبه ایست از مضافات صوبهٔ اوده

توطن گزیدند - قاضی محمود کنتوری از اجلۂ سادات آن دیار و اعاظم خلفاے حضرت شاہ بدیع‌الدین مدار بود ' و احوالش در ' اخبارالاخیار ' و لطائف اشرفی وغیرہ کتب معتبرہ مندرج از اجداد اوست - والد ' مہربان ' سید شریف‌الدین خان بدامادی حضرت شاہ نظام‌الدین نگرامی قدس سرہ کہ از مشاہیر مشایخ دکن بود و عروس جمعیت در آغوش کشید - قبل ازین گاہ گاھے بمقتضاے موزونیت طبع یک دو بیت در سلک نظم می کشید ' و ' شرافت ' تخلص دارد - و احوالش انشاالله تعالی می آید - ولادت ' مہربان ' در سنہ خمسین و مایة و الف در اورنگ‌آباد واقع شدہ ' کتب درسیہ را قریب تحصیل نمود کلام‌الله را در اندک ' مدت یاد گرفت ' و فن شعر و انشا از جناب آفتاب روشن کلامی میر غلام علی ' آزاد ' بلگرامی اقتباس می نماید - و بتلمذ میر صاحب ' آزاد ' سر افتخار باوج می نشاند - چنانچہ در مطلع غزلے کہ مطلع دیوان اوست می گوید :—

سایہ گستر باد یارب بر دل ناشاد ما
قبلۂ ما ' پیر ما ' استاد ما ' آزاد ما

در اکثر علوم غریبہ چنانچہ نجوم ' و جفر ' و تکسیر وغیرہ مناسبتے دارد - از مریدان حضرت سید الکاملین میر فخرالدین است ' و از جناب مبارک ایشان بہرہا اندوخت - دریں ولا بفضاء روضۂ شاہ غریب برہان‌الدین مقلد است و سوال تعلقہ مذکورہ ' ازین دفتر صدارت کہ بنام والد فقیر مقرر است دستخط شدہ - اگرچہ شعر ریختہ بسیار کم گفتہ '

اما زبان فارسی و کبت بیشتر ورزیده و مشق سخن درین السنۂ ثلاثه خوب رسانیده - بزبان ترکی هم آشنا است و درین زمین هم گاهے موزون می کند - اوّل تخلص خود ' رنگین ' می نمود - روزے در مجلس غزلے خواند که مطلعش اینست :—

خمارم بر نتابد منت صهبا کشیدن ها
ز فیض چشم یارم سرخوش بے خود طپیدن ها

بعضے یاران که غزل مذکور را از زبان میر ضیاءالدین حسین خان که او هم ' رنگین ' تخلص می کرد ' و احوالش انشاء الله تعالیٰ می آید ' شنیده بود ' اثبات سرقه بر ' مهربان ' گردند - ' مهربان ' با آن مجمع یاران بخانۂ خان ' رنگین ' رفته برائے دفع سرقه مباحثه پیش آمد ' خان ' رنگین ' گفت که من این غزل بنام خود نخواندم ' منشاء این همه شبه اشتراک تخلص است - بعد از انقضاے این مجلس خان ' رنگین ' رقعۂ نوشته درخواست ترک تخلص ' رنگین ' نمودند آن رقعه اینست (رقعۂ منظوم)

برادرا ز تو چشم عنایتے دارم ز بارگاه تو امید رأفتے دارم

که یک تخلص رنگین من بمن بگذار
ز اشتراک تخلص دل من است فگار
ترا که قدرت چندین هزار مضمون است
ز آب و تاب کلام تو جمله مشحون است
اگر تو خواسته باشی تخلصت بسیار
که لفظها بجناب تو می دوند هزار

شنیده ام که در ایام سابق استادان
نموده اند عنایت تمامی دیوان
عجب نیست ز اشفاق عام آن مخدوم
که از تخلص من بر کشی تو دست کرم
همین بس است مرا از تو رحمت و الطاف
دل مرا کن از این دغدغه سراپا صاف

ازان روز تخلص خود ایثار گزید ' و در تحریف و تبدیل مقاطع غزلها که دران ' رنگین ' تخلص داشت' تعب فراوان کشید - بعد ازان میر صاحب ' آزاد ' از راه مہربانیها ' مہربان ' تخلص عنایت کرده که بالفعل مروج است - ودر بعض بحور که تخلص ' مہربان ' نمی گنجد ' تخلص ' ایثار ' بحال داشته - کلیاتش در نظم و نثر قریب سی هزار بیت بدین تفصیل :- دیوان غزل قریب پنج هزار بیت ' وقائع کربلا که درو ' غمگین ' تخلص می کند ' قریب ده هزار بیت - قصائد قریب دو هزار بیت - مناقب مرتضوی مسمیٰ به " خلاصة المناقب " قریب سیزده هزار بیت - در کبت تخلص ' سیامی ' می کند ' و اکثر کتب کبت از اساتذه خوانده است ' و رنگ سخن چنین می نماید :—

دل خوں بن کوئی سنگیں دلوں کے پاس آتا ہے
کوئی کافر بجز سیندور بت خانے میں جاتا ہے

شعلہ رویوں کی بھویں ہر وقت رہتی ہیں سجی
کیا کمانیں ہیں کہ آتش میں بھی نہیں چھوٹی کجی

جان کندن سے نہ ہووے کیوں کر اُسے حاصل نجات
جس کے حق میں 'مہرباں' فرماوے وو قاتل نجی

خدا محشر میں لیوے داد قاتل سے میرے یکن
سبب جس دل کے میں مارا گیا اُس سے خدا سمجھے

اشارت تو کہاں مستوں کے فہم (صرف ؟) میں آوے
کہاں فریاد خاموشاں وو چشم سرمہ سا سمجھے

ہوے پر بال و پر بھی باغ میں رہنے نہیں دیتا
خدا جانے عداوت کیا ہے تجھہ کو باغباں ہم سے

ترش رو کو نہیں ہے زیر خاک بھی جائے ثبات
تخم انبلی (املی) کا نکلتا ہے زمیں سے جھاڑ سات

آہ کیوں کر کریں شکستہ دلاں ٹوتی اُنگلی بھی کہیں چٹکتی ہے

محمد ماہ "محرم"

تخلص - المخاطب بمحمد معظم خان، خلف الصدق نواب شجاعت خان بہادر شہید، نبیرہ حضرت شاہ نظام الدین نگرامی قدس سرہ کہ از مشاہیر مشائخ دکن بودند - والدش در عہد نواب آصف جاہ بمنصب پنج ہزاری و خطاب شجاعت خان بہادر و صوبہ داری ژاژ (؟) علم امتیاز افراشت، و بکمال تہور و شجاعت و عزت منزلت بنظامت آن دیار تا مدت بسیار پرداخت - آخر در جنگ "راکھو" کہ غنیم صوبۂ مرقومہ بود، بدرجۂ شہادت رسیدہ، فوز در دو جہانی حاصل ساخت - الحال برادر کلاں خان محرم بخطاب پدری مخاطب

شدہ بعز و امتیاز و سر انجام خدمات حضور می گذارند۔ خان محرم جوانیست بسلامت سلیقہ و ذکاء ذهن موصوف، و بتهکین و متانت و فراست و درایت معروف۔ در اندک مدت مشق شعر بجائے رسانیدہ، اگرچہ کم گفتہ، اما هرچہ گفتہ خوب گفتہ۔ مشق شعر ریختہ بسیار کم می کند، اکثر متوجہ شعر فارسی است۔ این قدر احوال بموجب گفتۂ میر 'مہربان' بقلم آمد، این چند بیت طبع زاد اوست :—

شاخ کی مینا کو کس شوخی سے لاتی ہے بہار
گل پہ شبنم، نہیں ہے اس کو مے پلاتی ہے بہار

نزاکت بسکہ رکھتا ہے وہ دلدار جہاں آرا
صفائے آئینہ ہے باز اس کے عکس عالی کا
بجا ہے گا جو کوئی فرش راہ گلرخاں ہووے
ملے جیوں خار اس کو ہر گل نازک نہالی کا

بہار آوے تو بلبل کو قفس میں قید مت کرنا
تو ایسا ظلم اس بیکس پہ اے صیاد مت کیجو

شیخ احمد "مضطر"

تخلص۔ شاعریست رنگین بیان، و سخنوریست شیرین بیان۔ در همین زمین خجستہ آئین نشو و نما کردہ، بہ تجارت مشغول است۔ و بہ عبور کتب فارسیہ و تحصیل استعداد و مشق شعر مصروف۔ این دو سہ بیت ازانست :—

عبث ہم کو سجن وعدہ قیامت کا بتاتا ہے
اسی دنیا میں ہر کوئی کسی کے کام آتا ہے

جو عرض حال کرتا ہوں، جواب تیغ ہے جب تب
تمہیں یارو کہیں اس بات کا کچھ انت پاتا ہے

محمد جان "مقدس"

ساکن روضۂ مقدسۂ حضرت شاہ برہان الدین غریب، و صاحب تلاشہاے عجیب است - سابق مشق سخن ریختہ و فارسی باصلاح میر 'مہربان' .... وحدت طبیع گوے سبقت از ہم وطنان می ربود، خداے تعالیٰ او را توفیق مشق نصیب سازد، ازوست :-

دل میں، عزلت میں می وحدت کو پیدا کیجئے
خم میں رکھہ یہ دانۂ انگور صہبا کیجئے
تجھہ قدم کی خاک ہو دل میں یہی ہے آرزو
دیدۂ عالم میں سبزے کی طرح جا کیجئے

میرزا محمد بیگ "میرزا"

تخلص - سحر پردازیست معنی یاب، و سخن طرازیست نزاکت مآب - تا حالت تحریر بہ ہمین گل زمین خجستہ آئین تشریف می دارد، و گل دستۂ سخنہاے رنگین نزد اصحاب بلاغت باین رنگ می آرد :-

مرا غم نامہ اے قاصد سجن کے ہات رو دیجو
یہی مضمون ہے اس کا کہ انجواں سوں لکھو دیجو
میں نقد دل کو اپنے سر بمہر داغ دیتا ہوں
توں اتنا کرکے لے جا یار کے کوچے میں کھو دیجو
'مرزا' کو آج حاجت قاصد نہیں رہی
پیغام بھیجتا ہے نگاہ رسا کے ہات

تیر ہو دل میں مرے بوند لگی ساون کی
سانس ھی ایک لگی آس پیا آون کی
جان جاتا ہے چلا' جان دکھانا دیدار
کوئی اس وقت خبر دو مرے من بھاون کی

مہر علی "مہر"

تخلص - شاعریست رنگین خیال و خوش فکریست شیرین مقال - از صغر سن مشق شعر می کند و اصلاح سخن از میرزا محمدی بیگ 'میرزا' تخلص می گیرد - روزے اتفاقیہ بفقیر خانہ تشریف آورد' و اشعار خود بسیار خواند و دو سہ بیت طبع زاد خود از دست خود بہ بیاض تحریر نمود - معلوم شد کہ سودائے سرشار دارد و عندلیب کلکش چنین ترانہ سر می کند :-

خسروی میں عشق کی بے داد ہے   جان شیریں جو دیا فرہاد ہے
قید میں کیا کم ہے پابند چمن   سرو کو کیونکر کہوں آزاد ہے
حشر تک ہرگز نہ بھولینگے کبھو   ظلم تیرا ہم کو ظالم یاد ہے

خاک ہونا کیمیائے عشق کی تدبیر ہے
پارۂ بے تابی دل مارنا اکسیر ہے
آبرو پائی شجاعت میں عطائے فقر سے
موج نقش بوریائے جوہر شمشیر ہے
(..................) کہ تجھ بن باغ میں
ہے گریباں چاک گل' غنچہ نپٹ دل گیر ہے

و الفاظ نو آئین پیراستگی گزیدہ - شرین و لا با مصور را سے
'تصویر' بواسطۂ غلام محمد خان 'انور' رابطۂ اخلاص پیدا کردہ
گاہ گاہے بغریب خانہ قدم رنجہ می فرماید' عزیز کسے است'
حق تعالے سلامت دارد - ازوست:—

دن بدن کیوں زرد رو اور نا تواں ہوتی ہے یہ
کچھہ دوا کر باغباں اس نرگس بیمار کی

لٹ پٹا جاتی ہے اس کے وصف میں میری زبان
شوخ جب آتا ہے سرپر سج کے چیرہ لٹ پٹا

ظاہر میں عشق و حسن میں اتنا ہی فرق ہے
تم نے جفا و جور کئے' میں دعا دیا

نہیں آرام تم بن ہم سری کے دل شکستوں کو
کبھو تو یاد کر نا شوخ اپنے خوار و خستوں کو

گہ ناز' گہ عتاب' کبھے جنگ' گہ غضب
دلبر ہے ان دنوں میں دل آزار بے طرح

دل کو خوش آئیں یہ دلبر کی ادائیں بھولیاں
غیر کو دشنام دے' کہتا ہے ہم پر بولیاں
غنچۂ گل خوں میں آغشتہ ہوئے گلشن میں صبح
فندقیں منہدی کی انگشتوں سے جب تم کھولیاں

داغ دل دے کر یہ بلبل کی نہ عرضیں مانیاں
شوخ لالہ کن سے سیکھے ہو یہ نا فرمانیاں

کوئی اگر پر درد تیرے پاس آ زاری کرے
تجھسے غم خواری نہ ہووے پر اور آزاری کرے

دیکھہ چشم مہر سے اے باغباں وقت خزاں
عندلیباں پھر کہاں اور یہ بہاراں پھر کہاں

سوز دل سے آہ کی بھڑکی اُٹھاؤں تو سہی
خرقۂ پشمینۂ زاہد جلاؤں تو سہی

ریش قاضی آفسر، میدا ھے جیوں بال ھما
ریش زاہد تخت طاوسی بناؤں تو سہی
ترش روی سے ہوی زاہد کو کہا نسی آ خوش
اس بہانے اس کو میں دارو پلاؤں تو سہی

پڑہ نماز بارہا، ہروقت رندوں کو نہ چھیڑ
تجکو اے زاہد پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ
میکدے کی راہ اے زاہد نہ جا، جائیے خضاب
رند داڑھی کو ترے دیویں گے لاڈی مے لتھیڑ

یہ دل دیوانہ آہوں کے تراقے جب جڑے
ہوے زمیں کا شق جگر اور آسماں آڑا پڑے
قید میں جو کوئی سو ہیں آزاد اور آزاد قید
قمریاں پرواز میں اور سرو کیچڑ میں گڑے

الف خان "مبتلا"

جوانے است صالح، سپاہی وضع، فصیح زبان، بلند کوشی می‌کند و تخمیر معانی را بناوک فکر رسا می‌زند - آثار سعادت از جبینش ہویدا، و نور نجابت از لمعان انوار او پیدا است - گویا رسام قدر نقش ہستیش را از آب و رنگ غربت و انکسار آراستگی بخشیدہ، و شاہد زیبای سخنش از زیور معانی تازہ

پارۂ دل کو جگر پیتے ہیں ہم خون جگر
مجھ بغیر از کون اس مستی سے می خواری کرے

میر منصور "منصور"

تخلص - در آوان سبق به قلعه داری اسیر مامور بود - الحال لباس فقر اختیار کرده در برهان پور بسر می برد - خسر افق می‌شود، این دو شعر از انست:—

هم نے جانے تھے کہ دلدار ہمارا ہووے گا
یہ نہ جانے تھے کہ وہ غیر کا پیارا ہووے گا
رمز کرتے ہیں رقیباں مجھے معلوم ہوا
ان کی قدرت نہیں دلبر کا اشارا ہووے گا

سید شاہ میر "میر"

تخلص - باشندۂ دارالسرور برهان پور، در غزل و رباعی وقطعه بند و مرثیه و دو هره وکبت و علم موسیقی مهارت تمام می دارد - بزبان سلطان‌الدین 'شوریده' تخلص که احوالش هم انشاالله تعالیٰ می آید، معلوم شد که درین‌ولا "بره بچار" نام کتابے تصنیف کرده است و عالی تلاشی فراوان نموده، از وست:—

درخت انبہ پر کویل پکاری   میں یوں جانا کہ پے نے بانگ ماری
شکل محراب میں بھواں پی کی   سر نگوں ہوئے اے دل دوگانہ کر

پنگھٹ پہ چل کے دیکھ بہار ہجوم حسن
چنچل چلی ہے مکھ کھولے، سر پر گھڑا اُٹھا

لاله موهن لعل " مہتاب "

تخلص - فکر سخن خوب می کند، و اکثر گاه طبع را بہ طرف ریختہ مصروف می دارد، این افہوزج مزاج اوست :-

آب آنکھوں سے کم ہوا رو رو　　چشمۂ آفتاب کی سوگند
دل سے وسواس دور کر، آ مل　　تجکو تیرے جناب کی سوگند

فقیر هم درین زمین ریختۂ یازده بیت می دارد، این دو سہ ابیات ازانست :—

تشنہ لب ہوں شراب کی سوگند　　جل گیا جی کباب کی سوگند
ہر گھڑی تو قسم نہ کھا جھوٹی　　تجکو دل کی کتاب کی سوگند
کیا جھلک ہے سجن کے چہرے پر　　'زرزری' کے جناب (؟) کی سوگند
بے سخن ہوں ترا دهن دیکھے　　یار حاضر جواب کی سوگند
دور کر اب حجاب کو اپنے　　چادر ماهتاب کی سوگند
دل 'صاحب' ہے کیا پریشاں آج　　زلف کے پیچ وتاب کی سوگند

" مشہور "

از شعرای نا مشہور است، و گلدستہ بند چنین گلہای سرور :-

کرتے ہیں ہمن اشک کے دریا کی سدا سیر
کیا کام مجھے موتی سے گوہر کی قسم ہے
'مشہور' مجھے یاد سیں اس غنچہ دهن کے
دل خون ہوا لالۂ احمر کی قسم ہے

"مشتاق"

بر حواشی اطلاع دست نداد —

عجب دلبر چھبیلا ہے مرا وہ | ہر ایک رنگ میں رنگیلا ہے مرا وہ
دو جگ کے جملہ خوباں کا ہے سالار | سبھوں میں وہ نکیلا ہے مرا وہ

محمد منعم "منعم"

تخلص - متوطن برہان پور، خوش نویس ہفت قلم است ؛ و در فارسی مہارت خوب دارد ، و اکثر اوقات بغریب خانہ تشریف می آرد - و این چند ابیات از و نوشتہ می شود:—

تجھ حسن کے ہیں قرباں یوسف جمال والے
مہتاب گال والے ، ابرو ہلال والے
گردش سے تجھ نین کی ، ساتوں فلک ہیں حیراں
خورشید ڈھال والے جاہ و جلال والے

"محمود"

نہ آج کل تھیں پرم پیا کا ہمارے من میں کیا ہے تہارا
سکھی ازل سوں رہے ہیں لکھا لوہسیں پیا کے پیا ہمارا

لوگاں کہیں پتھر سے کچھ سخت نہیں و لیکن
جو کوئی پیا سے بچھڑا وہ سخت ہے پتھر سے
"محمود" تجھ میں دستا پورا ہنر وفا کا
ہے کیا عجب جو بھاوے توں پیو کو اس مہر سے

" ملک "

تن میں فدا کروں اُس هشیار ساقی اوپر
یک قطرہ مے چکھا کر جن بے خبر کیا ہے

میر مقصود علی " مقصود "

تخلص - مولودی ' با فقیر ربط تمام می دارد ' و اکثر اوقات
بغریب خانه می آید - مشق شعر تازہ می کند ' از وست :-

دیکھے سے چشم یار میں یوں کیف کی بہار
رهتا نہیں ہے هوش کسی هوشیار کا

باب النون

محمد شاکر "ناجی"

تخلص ۔ از شعراے شاہ جہان آباد است - شعرش آب و رنگ تازہ' و معنیش نزاکت بے اندازہ می دارد۔ صریر کلکش چنین است :-

لا کر عطر شب کو چاندنی میں گر نکل بیٹھے
عجب نیں ماہ سے تا ماہی تلک عالم سبھی مہکے

بدر نے پایا ہے تجھ مہ رو کی خوبی کا کمال
آسماں اوپر نہ لایا تاب آخر کہہ گیا
ملک دل کی لوٹ میں سکتا نہیں ہے حرف غیر
شوخ تھا اپنی غرض کو سب کی باتیں سہہ گیا

گل کا چھپتا بس نہ تھا جس پر ہوا تھا قتل عام
آج یہ خونخوار نے سج اور نکالی الحفیظ

این ابیاتش کہ بقلم می آیند از انتخاب میر محمد تقی 'میر' و فتح علی خان است :-

روا کب ہے مجھہ اوپر تیغ کو ہر دم علم کرنا
مری تقصیر بھی کچھہ کی ہے ثابت' یہ ستم کرنا

بلند آواز سے گھڑیال کہتا ھے کہ اے غافل
گئی یہ بھی گھڑی تجھہ عمر سے اور توں نہیں چیتتا

نسکیں حسن دیکھہ کر پی کا رنگ گل کا لگا مجھے پھیکا

دیکھہ ھم صحبت کی دولت سے نہ رکھہ چشم کرم
لب صدف کے تر نہیں ھو چند ھے گوھر میں آب

گر سلیماں کا تخت دیں، مت لے کہ سب آخر کو جاے گا برباد

تری نگاہ کي کثرت سے اے کمان ابرو
ھمارے سینے میں تودا ھوا ھے تیروں کا

پیالہ پیوے ھے سو نہوڑوں سے کھولے ھے لب ھزار زوروں سے

کرے کرم اے مہرباں پھر ھم کہاں اور تم کہاں
نہیں دیکھہ سکتا آسماں پھر ھم کہاں اور تم کہاں

تکلیف کھینچے حد سے زیادہ رکھے جو فیض
گو نام کو ھما ھے پہ کھاوے کیا اپے ھاڑ

ملنے کو نو خطاں کے واعظ برا کہے ھے
مجہول ھیں یہ باتیں ھم خوب جانتے ھیں

عید ھوتی ھے جو کوئی افطار کرتا جس کے گھر
اب بتادیں طے کا روزہ دیکھہ کر مہمان کو

آج تو 'ناجی' سجن سے کر توں اپنا عرض حال
مرنے جینے کا نہ کر وسواس ھونی ھو سو ھو

غم نہیں گر دلبری سے دل کو لےجاتا ھے وہ
پاس میرے تب تو آتا ھے جو دل پاتا ھے وہ

کیا فردا کا وعدہ سرو قد نے
قیامت کا جو دن سنتے تھے کل ہے

ہوا جب آئینے میں جلوہ گر تب میں لیا بوسہ
جو آیا اپنے قابو میں تو پھر سونہہ دیکھنا کیا ہے

موجی ہے اپنے دل کا مچھلی ندے کہے سے
اور اب مخالفوں نے وہ بات ہی ڈبودی *

نہ جانا یہ کہ اُس پر کئی سوے ہیں
عبث کرنے گیا میں گور پر گور (؟)

نرگس کے تئیں میں ہرگز لاتا نہیں نظر میں
دیکھے ہیں میں نیں آخر پیارے تمہاری آنکھیں

دیکھہ دلبر! تری کمر کی طرف
پھر گیا مانی اپنے گھر کی طرف

حشر میں پا کباز ہے 'ناجی'
بدعمل جائیں گے سقر کی طرف

مجھہ کو باتوں میں لگا معلوم نہیں کیا کہہ گیا
لے چلا جب دل کے تئیں سونہہ دیکھتا میں رہ گیا
ڈوب گئے کئی ملک جب کھولی لب دریا پہ زلف
حیف 'ناجی' کو نہ پوچھا کس لہر میں بہ گیا

اغنیا کے در پہ تو مقدور جب تک ہو نہ جا
سخت حاجت ہو تو جا ' لاچارگی ہے جا ضرور

---

* (ن) ہے ڈبوئی —

چاهئے اشراف کو مفلس هو مجلس میں نہ جا
گو کہ وہ دبلا نہ هو پر بوجھتے هیں سب حقیر

جہاں دل بند هو 'ناجی' کا وهاں آوے خلل کرنے
رقیب لا ولد ناصح گویا لڑکوں کا باوا ھے

هر نگہ ظالم کی نہیں فتنے سے خالی الحفیظ
کیا قیامت ھے یہ تیغ پرتگالی الحفیظ
باغ میں غنچوں کے دل تڑپے هیں اور جھڑتے هیں گل
دیکھہ تیری رنگ وبو کہتا ھے مالی الحفیظ
خون کا پیاسا تھا میرا جن کھلاے تجکو پان
کیا بلا لاویگی تیرے لب کی لالی الحفیظ

صبح دم جب جا چمن میں تم نے زلفیں کھولیاں
لے چلی باد صبا خوشبو کی بھر بھر جھولیاں
جامہ زیبوں سے ڈرو صیاد هیں اس دور کے
لے گئے دل گھیر نیچے دامن اونچی چولیاں

کیوں منڈاتا ھے زلف کو پیارے
دیکھہ تجکو کہیں گے سب مورکھہ

میر عبدالرسول " نثار "

تخلص - مطرح مضامین رنگین ' و موجد خیالات شیرین است - نخل هستی او در چمنستان اکبرآباد زینت طراوت پذیرفتہ ' و شمع استعدادش فروغ از تجلی انوار تربیت میر محمد تقی ' میر ' گرفتہ —

جونے یعقوب! یوسف دیکھنا منظور آنکھوں سے
تو اتنا پھوٹ کر مت رو کہ جاوے نور آنکھوں سے

ٹک دیکھہ تو چمن کا کیسا ھے رنگ تجھہ بن
مونہہ سے اُڑا ھے گل کے گلشن میں رنگ تجھہ بن
ہر سمت صد تمنا تڑپھیں ھیں خاک و خون میں
ھے صحن خانہ میرا میدان جنگ تجھہ بن
یہاں گل رکھے پھرے ھے دستار پر تو اپنی
وھاں عاشقوں کے سر پر پڑتے ھیں سنگ تجھہ بن

اکثر ھیں دل فگار ولیکن نہ اس قدر
کتنے ھیں بیقرار ولیکن نہ اس قدر
میں وو ھوں جس کے رشک سے گل نے کیا حذر
ٹکڑے جگر ھزار ولیکن نہ اس قدر

ھات سے ان جامہ زیبوں کے نکل جاویں گے ھم
یہ گریباں دامن صحرا کو دکھلا ویں گے ھم

یہ عزم کس مریض پہ بیہ خشم کس پہ شوخ
ایک میں ھوں مضطرب سو تو نبض طپیدہ ھوں
قاصد تو مقتضا نہیں غیرت کا خط لئے
مشتاق پر فشانی رنگ پریدہ ھوں
طوفان خلق ھووے گا اشک ستم زدہ
ایسا نہ ھووے یار کہ میں آبدیدہ ھوں

نواب نظام الدولہ بہادر ناصر جنگ شہید " ناصر"

تخلص - طبع موزون می داشت ' دیوان اشعار فارسیش سیر ضخامت قریب شش ہزار بیت از دستخط خاص بنظر رسیدہ' معنی تلاشی عالی نمودہ است - می گویند کہ تصویر را خوب می کشید و کبت را بنہایت استواری می گفت ' و در علم موسیقی و سنگیت علم استادی می افراخت ' و زبان سنسکرت بہ نیکو وجہ می شناخت - احوالش مستغنی از توصیف قلم قطع اللسان است و گاہے فکر ریختہ ہم می کرد ' اما کمتر گفتہ -

شہادت نواب قریب قلعہ چنچی بفاصلۂ بست کروہ از پہلچری بتاریخ ہفدہم محرم آخر شب سنہ اربع و ستین ومایۃ و الف رو داد ' واقعۂ جان گسل او مشہور آفاق است - حضرت میر صاحب قبلہ مدظلہ العالی در " سرو آزاد" مفصلاً برنگاشتہ و تاریخ شہادت چنین یافتہ اند - (تاریخ)

نواب عدل گستر عالی جناب رفت
فرصت نداد تیغ حوادث شتاب رفت
در ہفدہم ز ماہ محرم شہید شد
تاریخ گفت - نوحہ گری آفتاب رفت

نمونۂ مزاجش اینست :—

یار خورشید جہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
ذرے ذرے میں عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھ
مجھے بھاری گلے والا گویا خوش نہیں آتا
کھٹکتا ہے کلیجے میں وو ہی باریک سُر والا

این شعر بنام دیگرے ہم شنیدہ شد واللہ اعلم -

گالی نہ کہو کوئی مرے دلبر کو حسد سے
مجھہ دل کی کلی بیچ دعا کی یہ مثنی ہے

چشم بد دور خوش نین سارے
اپنے 'ناصر' کو پیار کرتے ہیں

میرزا محمد خان "نثار"

المخاطب توارث خان ' بن دیانت خان ' بن امامت خان مرحوم ۔ سر آرا آرائے قلمرو معانی و انجمن پیرائے محافل سخندانی است ۔ نکتہ سنجے در امرائے زمان باین جودت ذهن و رسائے طبع بنظر امعان نرسید ' و معنی تلاشے ذی شان باین حسن خلق و دلجوئی مسموع نشد ۔ ذاتش از ارکان عہدۂ 'اورنگ آباد ' است و مزاجش در سخن فہمی نسبت تامہ می دارد ۔ بیشتر مجلس مراختہ در دولت خانۂ او تقرر یافتہ بود ' الحال از چندے برهم خورد ۔ اصلاح سخن بخدمت شاہ ' سراج ' می کرد ' چنانچہ در مثنوی خود کہ جملہ سی صد و هفتاد بیت متضمن بر سوز و گداز خود خواهد بود ' اکثر جا دو سہ ابیات مثنوی بوستان خیال تصنیف شاہ ' سراج ' آوردہ است ' و صریح حرف استادیش بیان نمودہ ' جائے می گوید :—

مجھے بیت استاد کی یاد تھی ۔ نہ یہ بیت تھی بلکہ فریاد تھی
مرے پر عجب طرح کے درد ہیں ۔ کہ سب درد اسی درد کے گرد میں

فقیر را با خان موصوف یک ملاقات دست داد ' بتواضع تمام پیش آمد ۔ غرض عزیز خوش محاورہ و خوش خلق است

حق سبحانہ سلامت دارد' این چند ابیات از بیاض مشارٌالیہ بقلم آمد :—

کیا آستیں چڑھا کر آتا ہے شوخ ہم پر
یہ بانکپن کی طرزیں کس نے سکھائیاں ہیں
یرقاں ہوا ہے پیدا نرگس کو ہر چمن میں
آنکھوں سیں جب سیں تیری آنکھیں ملائیاں ہیں
جی کا نثار کرنا نہیں کام ہر کسی کا
یہ کوہ کن کی باتیں ہم نے نبھائیاں ہیں

ہے جی میں وصف اُس کا کس کس مزے سے کہئے
جس لب کا نام لیتے شیریں دہن ہوا ہے
ہاتوں اُپر کیا ہوں اُن کے 'نثار' جی کو
اس واسطے حنائی میرا کفن ہوا ہے

اگر شہرہ تمہارے حسن کا جا مصر میں پہنچے
زلیخا چاہ سیں یوسف کی شاید باز آجارے
شب تاریک میں گر عزم ہووے سیر کا تم کو
تعجب نیں ہے لے کر چاند مشعل ہات میں آوے

کیا ہے مجکو محبت نے دلربا کی اسیر
پڑی ہے دل کے گلے بیچ زلف کی زنجیر

اگر اول نہ آدم دانۂ گندم کے تئیں کھاتا
تو دل ان گندمی رنگت کی الفت میں نہ لے جاتا
نہ ہوتے شور و نالے میں مرے آنسو اگر جاری
نہ صحرا سبز ہو جاتا نہ دریا جوش میں آتا

مانند گل چمن میں گریباں دریدہ ہوں
جیوں عندلیب درد جدائی کشیدہ ہوں

دکھایا چشم ساقی نے کرشمہ جب ستی مجکو
نہیں ہوں معتقد ان زاہدوں کی میں کرامت کا

ترے زلفوں کے سائے نیں دوا نہ کردیا سب کو
گریباں چاک کرتا ہاتہہ میں ہر شانہ آتا ہے

ظلم ہے اس لالہ رو بن جنبش باد نسم
اس جلے دل کو سرے بھڑکے لگاتی ہے بہار

غم کی قمری سرو پر ہر آہ کی کرتی ہے شور
آبجو لوہو کی میری چشم سوں جاری ہے زور

رات کو دیکھا تھا میں نے خواب میں مار سیاہ
صبح تیری زلف دیکھا اس کی یہ تعبیر ہے

مصحف رخ پر نہیں ہے خط کی سبزی کا نسود
متن اوپر حسن کے یہ حاشیہ تفسیر ہے

مسکرا خنجر کو لے چھاتی چڑھا ہے پر جفا
عاشقوں کے ذبح کرنے کی یہی تکبیر ہے

بلبل دل سات میکش رات وو گلفام تھا
سرو مینا، باس ئے ' مجلس چمن' گل جام تھا
تم موے گلرو کے ہاتھوں ' ہم موے گلشن کے ہات
روح بلبل سے ہماری روح کا پیغام تھا

رام نہیں ہوتا مرا آہو نین دن بدن افزود وو کرتا ہے رم

بغیر جام و ساقی اس ہوا میں کیا قیامت ہے
ترشح ابر کا ہووے، سبزہ ہووے، اور بجلیاں کڑکیں

جان جاناں آملا ہم سیں جدا ہو آن میں
جان آیا یہ ہمارے اس دل بے جان میں
اشک دریا سے ہمارے ناخدا ڈرتا رہے
ہے تباہی نوح کی کشتی کو اس طوفان میں
دل کہیں اور پھیرتے ہیں دانۂ تسبیح کو
ہے خلل ان زاہدوں کے سر بسر ایمان میں
قوت جاں ہے ہے، غذائے روح ہمکو راگ ہے
اے 'نثار' اب آرزو ہے ہم رہیں ملتان میں

موسم ہجر میں یہ تازہ بہار آئی ہے
دل مرا داغ کے گلشن کا تماشائی ہے
بسکہ روتا ہوں ترے ہجر میں اے گوہر حسن
مردم چشم مرا مردم دریائی ہے

ہماری جان کا دفتر ہوا سابق سے ابتر تر
نہ کر نامے کو آنسو سے دوبارہ اے کبوتر تر
میں پوچھا شوخ کو کس قسم کا پتھر ہے دل تیرا
کہا اُس سنگدل نے سخت رو ہو کر مجھے مر مر

بہار آنے سے گلشن میں کیا مچی ہے دھوم
کیا ہے قمری و بلبل نے سرو وگل پہ ہجوم

گھٹا غم ہے، بجلی ہے ہر آہ میری برستا ہے آنکھوں ستی ابر نیساں

نہ خبر ہے دل کو جہان کی' مئے بیخودی سیں وو مست ہے
کہ خیال چشم صنم اسے قدح شراب الست ہے

نثار' آتش عشق سیں جو جلا ہے فرشتوں کو ہے الحذر اُس کے غم میں
کروں نالۂ درد جب میں زمیں پر تو ساتوں فلک سوز غم سے جلاؤں

قفس سے ہم اسیروں کو جدا صیاد مت کیجو
ہوے ہیں ان دنوں بے بال و پر آزاد مت کیجو
نہ بھولیجو تو احساں اس طرح کے خواب شیریں کا
گلہ محشر میں خسرو کا ارے فرہاد مت کیجو
خجالت مجکو ہووے گی نہ نکلا گر کبھی لوہو
مجھے ہے ناتوانی' ذبح اے جلاد مت کیجو
جلا کر خانماں اپنا رہے ہیں آ کے گلشن میں
ہمارے حال پر اے باغباں بیداد مت کیجو
وصیت ہے گذر کیجو مزار جاں نثاراں پر
ارے قاتل ہماری روح کو ناشاد مت کیجو

دام میں کر ذبح جلدی تا نہ ہوئیں آزاد ہم
آرزو رکھتے ہیں گلشن میں مریں صیاد ہم
ہم اگر ہوتے تو لے آنکھوں سیں آتے جوے شیر
اس طرح تیشہ نہ لیتے ہات میں فرہاد ہم

کیا سیہ بختوں کو نسبت سبز بختوں سیں نثار
ہم رہے محروم اور پاؤں تلک پہنچی حنا

حضرت مجنوں سے مت تمثیل دو فرہاد کو
قیس سا نہیں' کو بکو پھرتے ہیں ایسے سرچڑے

هنستے ہو طفل ! دیکھہ عبث مو سفید پر
گر پیر میں ہوا تو مرا عشق ہے جواں

غافل تو اس کی یاد سیں ایک پل نہوئیو
انکھیں اگرچہ سوئیں' تو اے دل نہ سوئیو
محشر میں اس نشاں سیں پاویں گے ہم تمہیں
دامن سیں اپنے خون ہمارا نہ دھوئیو

نیاز مند خاں " نیاز "

تخلص - ولد میر فقیراللہ خاں است ' طبع موزوں می‌دارد '
و دم از شاگردی مرزا مہدی بیگ " مرزا " تخلص می زند -
این چند ابیات آبدار از طبع زاد اوست :-

سراپا جل گیا گلشن سیں نافرماں کی فرقت سیں
مرے سینے کے داغوں کو گل لالہ سے کیا نسبت

رنگ آنسو' خامہ مژگاں سیتی دل کے صفحہ پر
کھینچ کر تصویر تیری ہوگئے بہزاد ہم
یک نگہ بھی آسماں پر نا کیا اے سنگ دل
جوں بگولا اڑگئے تجھہ یاد میں برباد ہم

پھول کو مت توڑ گلچیں رحم کر بہر خدا
فرقت گل کا الم تو بلبل محزوں سے پوچھہ

مست چشم دلربا کس طرح آوے ہوش میں
کیا گذر ہے ناصحوں کو بزم نوشا نوش میں

غفلت دشمن سے ہرگز مت ہو غافل یک گھڑی
جس قدر ہے خواب، رم ہے اس قدر خرگوش میں

مرا دل ہجر سے صد چاک ہوکر
تمہاری زلف کا شانہ ہوا ہے
اگر وہ شوخ اپنے ہات کی مہندی نہ دکھلاتا
نہ گل کا رنگ خوں پاتا، نہ مرجاں سرخ ہوجاتا

باغ میں جب مست آوے خوشخرام اے عندلیب
گل پیالہ، بادہ شبنم، سرو مینا کیجئے
کیا ہوا گر مہر خاموشی کئے ہیں لب پہ ہم
گر فغاں کیجے تو یک دم حشر برپا کیجئے

فقیر ہم درین زمین ریختہ نہ بیت می دارد، این دو سہ ابیات ازانست :-

اب چمن میں جاکے بلبل طور غوغا کیجئے
یاد کر قد گل بدن کا حشر برپا کیجئے
یاد آوے گا چھتی کا درد شیریں لب کو دیکھ
کوہ سا دل ہو تو فرہاد عشق پیدا کیجئے
اے دوانو! کیا نفع ہے تم کو ایسے حال میں
ہات لڑکوں کے بکا اپنے کو رسوا کیجئے

میر نجف علی ”ندرت“

تخلص - ولد میر جمال الدین علی بن فدویت خان بن امانت خان مرحوم - بجودت ذہن و رسائی طبع علم یکتائی می افرازد، و مشق سخن ریختہ بجناب عارف الدین خان 'عاجز'

تخلص می نماید - وزارت خان 'نثار' مصرع طبع زادش را تضمین می کند و می گوید :-

کئے ہم گوہر غلطاں 'نثار' مصرع 'ندرت'
خجل ہے ابر نیسانی ہمارے چشم گریاں سیں

این چند ابیات ازانست :-

جلایا برق کا سینہ ہماری آہ سوزاں نے
خجل کی ابر نیسانی کو میری چشم گریاں نے

اشک کے پانی سے اپنے مونھہ کے تئیں دھو کر اٹھے
ہم ڈکھاروں پاس جو بیٹھے سو وہ رو کر اٹھے

"نصرتی"

شاعرے بود فصیح البیان' و از زمرۂ دکن زایان شیرین زبان- با حاکم کرناٹک قرابت قریبہ داشت' و ہر چہ پیدا می کرد' نصف آن برائے خرچ فقرا می گماشت - اشعار او اکثر مضامین تازہ دارد' و معانی بیگانہ را بالفاظ آشنا می سازد - اگرچہ الفاظش بطور دکھنیان بر زبانہا گران می آید' اما خالی از لطفے و لذتے نیست - نقلیست کہ روزے شاہ میر نام فقیرے نزد 'نصرتی' آمدہ سوال کرد' 'نصرتی' چیزے باو داد - فقیر پرسید کہ شعرے از اشعار خود 'بخوان' نصرتی' این بیت را کہ ہمان روز بفکر آوردہ بود' خواند :-

نہ بولا ہے نہ بولے گا کدی کو زمیں کی زلف میں بولا ندی کو

فقیر بداہۃً بجواب او خواند :-

نہیں ظاہر کئے چیتی موے کو زمین کی (...) بولا ہوں کرے کو

' قصوری ' بہم بر آمد [illegible] میر [illegible] روز بہ چاہ
آویخت - این چند بیت بوقت تحریر این مزخرفات بدست آمد '
نوشتہ شد :—

نادان سیں نصیحت کے بچن بول نکو
پانی منے کھاری تو شکر گھول نکو

تجھہ عشق کے دریا منے جن تیر گیا ہے
وہ گوہر مقصود گماں کر سو لیا ہے

میر محمد ماہ " ناطق "

تخلص - از اولاد حضرت غوث الصمدانی محبوب سبحانی
قدس سرہ العزیز - عندلیب رنگین گفتار ' و طوطی ' ناطق '
ذدر یار است - اشعار نمکین و مضامین شیرین دارد ' این چند
ابیات رقمزدۂ کلکش بدست افتادہ ' درین جا التقاط یافت :—

آیا تھا مست رات کو وہ مے پیا ہوا
آنچل زری کا ناز سیں مکھہ پر لیا ہوا

رات ساری سخت درد و غم کا سب اسباب تھا
ہجر تھا ' میں تھا ' الم تھا ' اور دل بیتاب تھا
ناطق اس حسرت سے افلاطوں موا یوناں کے بیچ
قدر داں اہل ہنر کا دہر میں نایاب تھا

بس اے مشاطہ کہاں لگ سخن شرط و شروط
عیش و عشرت کی گھڑی قول و قسم میں گذری
کچھہ سر مو نہ ہوا بھید کمر کا معلوم
خوب تھا خوب کہ یہ بات بھرم میں گذری

پوچھو خال کو کچھہ اور نزدیک اس زنخداں کے
یہ سلطان ' جش پیاسا ہو آیا چاہ زمزم پر
نجات حشر کی 'ناطق' جو ہم اُمید رکھتے ہیں
بھروسا سب طرح سے ہے جناب غوث اعظم پر

میرزا عتیق اللہ " نجات "

تخلص - سلسلۂ نسبش بسیدانی که از اکابر اولیاے سلف بود ' منتهی شود - والد ' نجات ' حاجی محمد ' سامی ' بعد فراغ از حج توطن روضۂ متبرکۂ حضرت شاہ برهان الدین غریب قدس سرہ گزیدہ چندے بصلوہ حوالئی مقبرۂ خلدمکان و چندے بتولیت درگاہ شاہ جلال الدین گنج روان قدس سرہ که واقع روضۂ متبرکۂ مرقومه است بسر بردہ' ' نجات' کمر سیاحت براے تحصیل علوم بر بسته ' چندے در بندر سورت و پارۂ در ' احمدآباد ' گجرات کسب علم نمودہ ' کتب درسی اکثر خواندہ' چندے رفاقت خواجۂ نعمت الله خان و حیدرجنگ اوقات بسربردہ ' آخردست بیعت بدامن حضرت شاہ یسین نذریاری بردہ ' بلباس رنگین فقیرانه سرمایۂ دولت دو جہان اندوخت - غرۂ شوال سنه خمس و سبعین و مایة و الف بعالم بقا شتافت - دیوان فارسی جمع نمودہ' اما باغلاق بسیار و خود تراشی تمام گفته شعر ریخته فکر میکرد - تاریخ وفات اورا ' میر صاحب مخدوم میر اولاد محمد صاحب ' کامیاب ' سلمه الله تعالیٰ که ذکر ایشان گذشت ' قطعۂ چنین موزون کردند : —

تاریخ: فقیر و شاعر خوش میرزا شفیق اللہ
کہ بود مسکن او در دکن بہ خندہ آباد
نمود رحلت جان کاہ از جہان فنا
بہ گلستان ارم چشم خویش را بکشاد
بہ حسن تعمیہ مہر چنین سخن سنجے
کہ شد سیاہ ز فرط غمش جہان مداد
شکست کلک دل خویش زد رقم تاریخ
نجات یافت ز دام زما نہٴ صیاد
(۱۱۷۵)

راقم الحروف گوید - تاریخ :—

قانون شناس شعر و سخن سنج بے بدل
از دار بے بقا شدہ در گلشن جنان
تاریخ فوت او بہ صد آہ و فغان دلم
گفتا نجات یافتہ زین بے وفا جہان

نقش سخن چنین می بندد:—

سب رزالے ہوے غنی تک لے چرخ ایسوں کو مال دیتا ہے
پر پیکان تیر آہ کرے دل بے تاب بسکہ آب ہوا
گھر بسے تیرے ہات سے میں گیا خانۂ آئینہ خراب ہوا
منعم آخر چکھا وہ دنیا پر بے خرو مائل شراب ہوا

شیخ نورالدین "نادر"

تخلص - در علم بھاکا و محاورۂ فرس ممتاز ' مان است ' و با راقم سطور گرم جوشیہاے فراوان می دارد - از ان جا کہ طبع موزون افتادہ ' فکر شعر ہم می کند - اما مزاجش بطرف

ریختہ کم می آید، از وست: —

ہوا اس شمع رو سے آشنا دل   لگی آتش، اُٹھا شعلہ، جلا دل

محمد علی "نیاز"

تخلص - مردے است مہذب و صاف تقریر، اوقات را در 'حیدرآباد' بسر می برد، و با محرر حروف ارتباط خاص می داشت، و اکثر گاہ بغریب خانہ می آمد-ازوست :—

عنقا بھی اُس نگاہ ہما گیر کا ہے صید
ہفت آسمان جس کی ہیں جالی شکار کی

باب السین

میرزا محمد رفیع ' " سودا "

تخلص - صیاد غزالان سخن ' و سرامد نکته سنجان این فن است - شاهین زبان ناقص بیان را که پارۂ لحمے بیش نیست ' چه جرأت که بہ هواے توصیف آن هماے اوج نازک خیالی ' چنانکه باید ' بال کشاید - و شبدیز قلم دو زبان را که بیش از گیاهے نئے ' چه قدرت که در میدان تعریف آن فارس مضمار خوش مقالی جولان نماید - خلعت رنگین سخن طرازی بقامتش دوخته اند ' و طوطیان هندستان شکر بیانی ازان آئینه دل آموخته - گویا نزاکت مضامین دلچسپ چون حسن بیوسف بذاتش حسن اختتام پزیرفته ' و این زبان کج مج ریخته در زمانش بیمن اقبال آن نکته پرداز درجۂ علویت کرده (............) ازان ملک الملوک مملکت فن و شهنشاه قلمرو سخن ' امروز بکوس انا ولا غیری .... جویاے معنی بلند و غواص لالی دل پسند - الحال .... صوبۂ دکن .... بانگ نغمات دهد ' بطورش خوش نما - کلیاتش متضمن بر قصائد و مثنوی و .... مخمس و ترجیع بند ' و قطعه ' و رباعی ' و مرثیه قریب دو هزار بیت بنظر راقم رسیده .... ازان دریافت

باید کرد که چه لآسه لی گران بہا بسلک نظم کشیده .... که در همه اقسام سخن ممتاز اقران برآید و موزونے بسمع نرسید که در پلهٔ میزان اقتدار کامل بسیار نماید - اگر صریر کلکش را همدم اعجاز مسیحا انگارم بجا، که دل مردگان را حلول جان تازه ازان متصور - و اگر چشمهٔ خضر در ظلمات الفاظ زوایش پندارم روا، که حیات سخن نام صاحب ازو ممکن - حقا که هر نقطهٔ نقش پذیر قلمش مثال سیاهی مردم بر بیاض دیده جا دادنی است، و هر یک بیت طبع زادش چون مصرعین ابرو بر چشم نهادنی - قصیدهٔ او قریب شصت بیت در مدح نواب سیف الدوله بهادر و در تمهید هجو بعضے شعراے دهلی بنظر در آمد، تمهید خوبے دارد - و قصیدهٔ که در مدح بسنت جان خواجه سراے سرکار فردوس آرامگاه محمد شاه بادشاه غفرالله تعالیٰ گفته، این ست :-

(قصیده) کل حرص نام شخصے 'سودا' په مهرباں هو
بولا نصیب تیرے سب دولت جہاں هو
گر اشرفی روپے کی خواهش هو تیرے دل میں
ظاهر ترے په هر جا گنجینهٔ نہاں هو
لعل و گوهر کی هووے تجهکو اگر تمنا
مصرف کے بیچ تیرے اشیاے بحر و کاں هو
عمده تو اس قدر هو سرکار بیچ، تیرے
[illegible]

جاہ و جلال یہاں تک دیوے تجھے زمانہ

جب ہو تری سواری صد فیل پر نشاں ہو

گر ملک چاہتا ہے تو تحت بیچ تیرے

ہندوستاں سے لے کر اور تا بہ اصفہاں ہو

آگے تو کیا کہوں میں دل چاہتا ہے' تیرا

قبضے میں لے زمیں سے اور تا بآسماں ہو

سن کر یہ حرف 'سودا' بولا کہ قدر و رتبہ

کب اشرفی روپے کی نزدیک عاقلاں ہو

یہ تو بڑے ہیں اتنے آفاق میں کہ جن کو

کیسے سے دور کیجے کام اپنا تب رواں ہو

لعل و گُہر جو پوچھو پتھر ہیں اور پانی

رتبہ نہ اُن کو پیش ارباب ہمتاں ہو

عمدہ تو وہ کوئی ہے نزدیک فہم جس کے

اہل کمال آگے دنیا میں عزوشاں ہو

نام نکو سے بہتر دنیا میں کیا نشاں ہے

وہ بھی نشاں ہے کوئی جو فیل پر رواں ہو

ملکوں کی سر زمیں سے حاصل یہی ہو آخر

دو مشت خاک جس میں اک مشت استخواں ہو

ارض و سما کا ہونا قبضے کے بیچ اپنے

یہ دعوی خدائی کیونکر تجھے گماں ہو

جو کچھ کہا ہے تو نے یہ تجکو سب مبارک

میں اور میرے سر پر ظل بسنت جاں ہو

دیکھے سے جس کا جلوہ' پاکیزہ طینتوں کی

آنکھوں کو امن ہووے دل کے تئیں اماں ہو

جو مرتبہ جہاں میں ہے بے نیازیوں کا
سمجھے ہے وہ جو کوئی اس کا مزاج داں ہو
یہ وضع لا اُبالی رکھتا ہے وو کہ جس کا

(مطلع)

اشعار میں غزل کے ممکن نہیں بیاں ہو
بلبل کو گاہ سن کر انعام بوستاں ہو
پھولوں کی بو سے گاہے گلشن میں سرگراں ہو
لاکھوں دے جس جگہ میں وو گرگ کو خریدے
بکتا ہو یک نگہ کو یوسف تو وہاں گراں ہو
جس قدر مرتبہ میں ہو بے دماغی اُس کی
پرواز اعتنا کی قدرت کہاں کہ یہاں ہو
رخصت نہ دیوے خاطر یہاں گوشۂ نگہ کو
عالم کا گو کہ اس میں برباد خانماں ہو
گر معدلت پر آوے وو گلشن جہاں میں
آنکھوں میں باغباں کے بلبل کا آشیاں ہو
مشت حباب جو سے مرغ ہوا نہ چھوٹے
شبنم کے دانوں میں سے دانے کا گر زیاں ہو
جب ناتواں کی اُس کو منظور پرورش ہو
مور اُس کے سایہ نیچے آوے تو پہلواں ہو
خورشید اُس کی خو کا ذرہ جو ہو معاتب
ہیبت سے دن بدن وو جوں بدر ناتواں ہو
میدان میں کھڑا ہو استاد میں وہ اپنے
حلقہ بگوش اس کے ہر چند وہاں کماں ہو

بندہ ہوں لیک اس کے سیفِ تیز کی وفا کا
بیٹھے ہے خاک خوں میں اُس سے جدا جہاں ہو
جوہر تو کیا بتاؤں شمشیر کا میں اُس کی
جس کی برش سے اس سے دانا کو امتحاں ہو
کرتا ہوں ذکر اُس کا جس سے وو یوں کہے ہے
چپ رہ کسی کے جی کوں یوہیں کہیں اماں ہو
سن کر وو شخص بولا ہم بھی ملیں گے اُس سے
یا سود دل ہو اس میں یا جان کا زیاں ہو
یہ حرف اُس کے منہ سے نکلا تو سن کے 'سودا'
کہنے لگا غلط ہے اے یار یہ کہاں ہو
گہ دل میں' گاہ جی میں' گہ چشم میں بسے ہے
ملنا ہو تب معین اُس کا اگر مکاں ہو
ہووے بھی گر معین اُس کا مکاں تو کس کے
وہاں چھوٹنے کا ناداں دل کے تئیں گماں ہو
مجلس کے داب سے وہاں یہ دور ہے کہ ' وارد
پروانہ بے اجازت نزدیک شمعداں ہو
ایسا ہوں ایک میں ہی جا کر حضور اُس کے
مطلع اگر پڑھوں یہ 'دل اُس کا شاد ماں ہو

(مطلع)

صحن چمن میں گلگوں گر تیرے زیر راں ہو
ہر گل پیادہ ہوکر وہاں " طرقّوا " کناں ہو

ٹک چھیڑئے روش پر اُس کو تو آپ جو تک
جس جس طرف وہ پلٹے اُس اُس طرف رواں ہو
انداز چھیڑنے کا یہ کچھہ ہے جو کہا میں
تک وہم دانتنے کا دل کے جو درمیاں ہو
اس سرعتوں سے تڑپے تندگی سے اُس کے اوپر
عرصہ یہ شش جہت کا دام کبوتراں ہو
کہتا ہے وہ جو دیکھے اُس پر سوار تجکو
یا رب ہمیشہ جگ میں یہ اسپ ' یہ جواں ہو
شان و شکوہ تیرے ہاتھی کا کیا کہوں میں
چرخی ' بجا ہے اُس کی گر چرخ آسماں ہو
ہے سر بلند اتنا یہ بھی عجب نہیں ہے
آ نکس یہ ماہ نو کے گر دست پیل باں ہو
مستک پہ رنگ اُس کے جس طرح جلوہ گر ہے
گو سانجھ لا کھہ پھولے یہ لطف پر کہاں ہو
دانتوں کے بیچ اُس کے ہے جس قدر بھسو ندا
وصف ضخامت اُس کا کیجے تو کیا بیاں ہو
اس دانت سے تو ہم اُس دانت تک جو گذرے
پہنچے نہ ایک دن میں تاشب نہ درمیاں ہو
ابر سیہ متکتا آرے ہے جس طرح سے
مستی میں حسن اُس کے چلنے کا یوں عیاں ہو
اس قد و قامت اوپر یہ حسن ہے کہ اس کی
زنجیر پا بجا ہے گر زلف مہوشاں ہو

مائل نہ جھول سابر کبھی کہ ہوں میں اُسکی
اصلا کہیں جو اس میں شوخی ہو یا تکان ہو

کج باگ یک مہاوت چھیڑے تو یوں چلے ہے
عاشق کہ وصل کی شب جس طرح سے رواں ہو

ھاتھی میں یہ چھلاوا کب ہے سوائے اُس کے
تشبیہ یاب جس سے رفتار خوش قداں ہو

رکھے خدا جہاں میں اس کو بہت وگرنہ
تشبیہ یہ مسلم کب نزد شاعراں ہو

جس وقت تہان پر سے کھولے اسے مہاوت
ہمت سے تیرے اُس کو خطرہ یہ ہر زماں ہو

دیویں گے بخش مجکو ناحق کہیں صلے میں
یا رب حضور جاوؤں تو وھاں نہ مدح خواں ہو

اور دیکھئے تو سچ ہے خطرہ یہ اس کے جی کا
کس طرح سے کہو تو اُس کو نہ یہ گماں ہو

ادنیٰ جو مرتبہ ہے ہمت تری کب اس کو
پہنچے یہ وہم حاتم جب تک نہ نردباں ہو

آب ہم سے تیرے گر بخشش گہر پر
یک قطرہ جوش مارے تو بحر بیکراں ہو

خورشید دست سایل ہو جاوے آسماں پر
تیرا علوے ہمت جس وقت زرفشاں ہو

لیکن نہ سمجھیو یہ اس گفتگو سے ہرگز
منظور مجکو تیری ہمت کا امتحاں ہو

کس واسطے کہ مجکو اتنا ہی چاہیے ہے
جامہ ہو ایک بر میں کھانے کو نیم ناں ہو
سو تو زیادہ اس سے تیرا کرم ہے مجھہ پر
کفران نعمت اوپر قادر نہ یہ زباں ہو
اتنی ہی آرزو ہے کچھہ عمر ہو جو باقی
مصرف جہاں میں اس کا تیرے قدم کی یہاں ہو
کب جا سکے ہے کوئی دروازے تیرے آکر
بیٹھے جو در پہ تیرے وہ سنگ آستاں ہو
تا مہر و مہ فلک پر یارب رہے درخشاں
یہ آستان دولت مسجود دو جہاں ہو

قصیدہ کہ در هجو اسپ گفتہ و مضامین عالی خرچ نمودہ ' اینست :—

قصیدہ

ہے چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار
رکھتا نہیں ہے دست عناں کا بیک قرار
جن کے طویلے بیچ کوئی دن کی بات ہے
هرگز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار
اب دیکھتا ہوں میں کہ زمانے کے ہات سے
موچی سے کفش پا کو گتھاتے* ہیں وے اودھار
تنہا وہی نہ دھر سے عالم خراب ہے
خسّت سے اکثروں نے اتھایا ہے ننگ و عار
ہینگے چنانچہ ایک ہمارے بھی مہرباں
پاوے سزا جو ان کا کوئی نام لے نہار

* (ن) تکاتے

نوکر ہیں سو روپے کے دیانت کی راہ سوں
گھوڑا رکھے ہیں ایک سو اتنا خراب و خوار
نہ دانہ و نہ کاہ نہ تیمار و نے سئیس
رکھتا ہو جیسے اسپ گلی طفل شیر خوار
مانند نقش نعل زمیں سے بجز فنا
ہرگز نہ اٹھہ سکے وو اگر بیٹھے ایک بار
اس مرتبے کو بھونک سے پہنچا ہے اس کا حال
کرتا ہے راکب اس کا جو بازار میں گذار
قصاب پونچھتا ہے مجھے کب کرو گے یاد
امید وار ہم بھی ہیں کہتے یہی * چمار
جس دن سے اس قصائی کے کھونٹے بندھا ہے وو
گذرے ہے اس نمط اسے ہر لیل و ہر نہار
ہر رات اختروں کے تئیں دانہ بوجھہ کر
دیکھے ہے آسماں کی طرف ہو کے بے قرار
خط شعاع کو وہ سمجھہ دستۂ گیاہ
ہر دم زمیں پہ آپ کو ٹپکے ہے بار بار
تنکا اگر پڑا کہیں دیکھے ہے گھاس کا
چھو کے کو آنکھیں موند کے دیتا ہے وہ پسار
دیکھے ہے جب وہ توبرہ و تھان کی طرف
کھودے ہے اپنی سُم سے کنویں تاپیں مار مار
فاقوں سے ہنہنانے کی طاقت نہیں رہی
گھوڑی کو دیکھتا ہے تو پادے ہے بار بار

* (ن) ہیں یوں

نہ استخواں نہ گوشت ' نہ کچھ اس کے پیٹ میں
دھونکے ہے دم کو اپنے کہ جیوں کھال کو لوہار
پیدا ہوئی ہے تس پہ اگن باؤ اس قدر
ہرگز دروغ اس کو تو مت جان زینہار
گذرے وو جس طرف کو کبھو ' اُس طرف نسیم
باد سموم ہووے ' وہیں گر کرے گذار
سمجھا نہ جائے یہ کہ وو ابلق ہے یا سرنگ
خارشت سے زبسکہ ہے مجروح بے شمار
ہر زخم پر زبسکہ بھنکتی ہیں مکھیاں
کھتے ہیں اُس کے رنگ کو مگسی اس اعتبار
یہ حال اُس کا دیکھ غرض یوں کہے ہے خلق
چنگل سے موذی کے تو چھوڑا اِس کو کردگار
لے جاویں چور یا مرے یا ہو کہیں یہ گُم
اس تیں بات سے کوئی جلدی ہو آشکار
تنہا نہ اُس کے غم سے ہے دل تنگ زین کا
خوگیر کا بھی سینہ جو دیکھا تو ہے فگار
القصہ ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور
آیا یہ دل میں جائیے گھوڑے پہ ہو سوار
رہتے تھے گھر کے پاس قضا را وہ آشنا
مشہور تھا جنوں کنے وہ اسپ نابکار
خدمت میں اُن کے میں نے کیا جاکے التماس
گھوڑا مجھے سواری کو دو اپنا مستعار

فرمایا تب اُنھوں نے کہ اے مہربان من
ایسے ہزار گھوڑے کروں تم اُپر نثار
لیکن کسو کے چڑھنے کے لائق نہیں یہ اسپ
یہ واقعی ہے اِس کو نہ جانوگے انکسار
صورت کا جس کے دیکھنا ہیگا گدھے کو ننگ
سیرت سے جس کی نت ہے سگ خشمگیں کو عار
بد رنگ جیسے لید و بد بو ہے جیوں پشاب
بد یمن اس قدر کہ کرے اصطبل اُجاڑ
مانند میخچوں کے اکڈزن ہے تھان پر
لا جنب وہ زمیں سے ہے جیوں میخ استوار
حشری ہے اِس قدر کہ قیامت کو اُس اُپر
دجال اپنے منہ کو سیاہ کرکے ہو سوار
اتنا وہ سر نگوں ہے کہ سب اُڑگئے ہیں دانت
جبڑے پہ بس کہ ٹھوکروں کی نت پڑے ہے مار
ہے پیر اس قدر کہ جو بتلاوے اُس کی سن
پہلے وو لے کے ریگ بیاباں کرے شمار
لیکن مجھے ز روے تواریخ یاد ہے
شیطان اُسی پہ نکلا تھا جنت سے ہو سوار
کم رو ہے اس قدر کہ اگر اُس کے نعل کا
لوہا منگا کے تیغ بناوے کبھو لوہار
ہے دل کو یہ یقین کہ وو تیغ روز جنگ
رستم کے ہات سے نہ چلے وقت کارزار

مانند اسپ خانۂ شطرنج اپنے پاؤں
جز دست غیر کے نہیں چلتا ہے زینہار

مٹھا تو اس قدر ہے وہ جو کچھ کہ تم سنا
لیکن اب ایک دن کی حقیقت کہوں میں یار

دلی میں آن پہنچا تھا جس دن کہ مرہٹہ
مجھ سے کہا نقیب نے آکر ہے وقت کار

مدت سے کوڑیوں کو اُڑایا ہے گھر میں بیٹھ
ہو کر سوار اب کرو میداں میں کارزار

ناچار ہو کے تب تو بندھایا میں اُس پہ زین
ھتیار باندہ کر میں ہوا اُس اُپر سوار

جس شکل سے سوار تھا اُس دن میں کیا کہوں
دشمن کو بھی خدا نہ کرے یوں ذلیل و خوار

چابک تھے دونوں ہاتھوں میں' پکڑے تھا منہ میں باگ
تک تک سے پاشنے کے مرے پانوں تھے فگار

آگے سے توبرہ اُسے دکھلائے تھا سئیس
پیچھے نقیب ہانکے تھا لاٹھی سے مار مار

ہرگز وو اس طرح بھی نہ لاتا تھا رو براہ
ہلتا نہ تھا زمیں سے مانند کوہسار

اس مضحکے کو دیکھ ہوے جمع خاص و عام
اکثر مدبروں میں سے کہتے تھے یوں پکار

پہیے اسے لگاؤ کہ تا ہووے یہ رواں
یا بادبان باندہ پون کے دو اختیار

میں کیا کہوں غرض کہ ہر ایک اُسکی شکل دیکھہ
تیغ زباں سے کاٹ کے کرتا تھا گل نثار
کہتا تھا کوئی ہے بز کوھی نہیں یہ اسپ
کہتا تھا کوئی ہے گا ولایت کا یہ حمار
پونچھے تھا کوئی مجھہ سے ہوا تجھہ سے کیا گناہ
کُتوال نے گدھے پہ تجھے کیوں کیا سوار
ایک شخص نے جواب اس اجماع سے دیا*
مرکب† نہ یہ گدھا نہ یہ راکب گناہ گار
سمجھوں ہوں میں تو یہ کہ سپاھی کے بھیس میں
ڈاین چلی ہے سیر کو ہو ترس‡ پر سوار
اس مخمصے میں تھا ہی کہ ناگاہ ایک روز
فتنے کو آسماں نے کیا مجھہ سے پھر دو چار
دھوبی کُمہار کے گدھے اس دن ہوے تھے گم
اس ماجرے کو سن کیا دونوں نے وھاں گذار
ہر ایک نے اس دو اپنی گدھے کا خیال کر
پکڑے تھا دھوبی کان تو کھینچے تھا دم کمہار
دریاے کشمکش ہوا اس آن موجزن
تھا عنقریب ڈوبیے خفت سے ایک بار
بد پشمی اس کی دیکھہ کے کر خرس کا خیال
لڑکے ہوے تھے جمع تماشے کو بے شمار

---

* (ن) کہنے لگا یہ آکے اُس اجماع میں ایک شخص

† (ن) گھوڑا ‡ (ن) چرخ

رکھتا تھا کوئی لاکے سپاری کو منہ کے بیچ
سو اس کے تن سے کوئی اکھاڑے تھا بار بار
کہتا تھا کوئی مجھہ سے کہ تو مجکو بھی چڑھا
دوں گا تکا تجھے میں بھی نوچندی ایتوار
کُتّے ھی بھونکتے تھے کھڑے اُس کے گرد و پیش
ساتھہ اُس سمند خرس نما کے ھو چشم چار
اس وقت میں نے اپنی مصیبت پہ کر نظر
کہنے لگا خدا سے یہہ رو رو کے زار زار
جھگڑوں میں دھوبیوں سیں دہ لڑکوں کودوں جواب
کتوں کو ھانکوں یا مروں میں اپنا پیٹ مار
بارے دعا مری ہوئی اُس وقت مستجاب
وھاں سے پھر نسط کیا جنگ گاہ تک گزاز
دست دعا اُٹھا کے میں پھر وقت جنگ کے
کہنے لگا جناب الہی میں یوں پکار
پہلے ھی گولا چھوتتے اس گھوڑے کے لگے
ایسا لگے یہہ تیر کہ ھووے جگہہ سے پار
یہہ کہہ کے حق ستی میں ھوا مستعد جنگ
اتنے میں مرھتہ بھی ھوا مجھہ سے آ دو چار
گھوڑا تھا بسکہ لاغر و پست و ضعیف و خشک
کرتا تھا یوں خفیف مجھے وقت کارزار
جاتا تھا جب ڈپٹ کے میں اس کو حریف پر
دوڑوں تھا اپنے پانوں سے جیوں طفل نے سوار

جب دیکھا میں کہ جنگ کی اب یوں بندھی ہے شکل
لے جوتیوں کو ہاتھ میں، گھوڑا بغل میں مار
دھر دھمکا وہاں سے لڑتا ہوا شہر کی طرف
القصہ گھر میں آن کے میں نے کیا قرار
گھوڑے مرے کی شکل یہ ہے تم نے جو سنی
اس پر بھی دل میں آئے تو اب ہوجئے سوار
سن کر تب ان سے میں نے یہ قصہ دیا جواب
اتنا بھی جھوٹ بولنا کیا ہے ضرور یار
گفتن ہمیں بس است کہ اسپ من ابلق است
سمجھوں گا دل میں اپنے اگر میں ہوں ہوشیار
'سودا' نے تب قصیدہ کہا سن یہ ماجرا
ہے نام اس قصیدے کا 'تضحیک روزگار'

'مثنوی' او در هجو حکیم 'غوث' قریب هشتاد بیت و واسوخت او قریب نود بیت که در عوام شهرت دارد، و چند مخمسات که بر غزل حضرت خواجه 'حافظ' قدس سره و ابوطالب 'کلیم' و میر محمد تقی 'میر' و عبدالحی 'تابان' و مخمسے در هجو شیخ علی 'حزین' تخلص جمله نوزده بند بے مقطع و دیگر رباعیات و قطعات در هجو مردم آن‌جا بنظر در آمد حقا که طرفه تلاش مضامین نموده و داد سخنوری داده، در جواب 'ندرت' می گوید: — (رباعی)

گر هجو پہ 'سودا' کی اسے رغبت ہے
ہونے دو کہ گیدی تئیں رجعت ہے
موزوں نہ کرے شعر کو اپنے بھڑوا
کرتا پھرے ہجو اوروں کی یہ 'ندرت' ہے

برین دو بیت "سودا" که بالا مذکور شد' دو بیت فارسی بیان آمد ' از آن جا که خالی از فائده نیست تر قیم یافت، که چون میان جعفر ' عاشق' تخلص در هجو میرزا تراب ' غبار ' تخلص پسر التفات خان ' ثقتہ ' که صاحب تلاش معانی دلچسپ و شاعر والا قدرت بود ' قصیدہ گفت- ' غبار ' بلندی حوصلگی را کار فرمودہ باین جواب اکتفا ساخت:—

(رباعی)

گویند که هجو کرد مارا 'جعفر' شیرین و لطیف همچو شیروشکر
صدشکر که آن چه عیب مابود غبار امروز برائے دیگرے گشته هنر

از رباعیات میرزا ' سودا' است این رباعی:—

مجکو هر چند نهیں شیعهٔ وسنی سے کام
پریه سمجها هوں که اس دور میں باره هیں امام
ان سوا هو جو کوئی ' هے وه امام تسبیح
جس تلک پهنچے سے موقوف هو الله کا نام

من انفاس نفیسه:—

قطره گرا تها جو که مرے اشک گرم سے
دریا میں هے هنوز پهپولا حباب کا
حیراں هوں کس طرح ستي اے برق تجهه کنے
نقشه هے تهیک دل کے مرے اضطراب کا
جهنم سے ڈراتا کیا هے میخواروں کو اے زاهد
که چوب خشک سے بهتر نهیں کچهه باب آتش کا
دماغ جهڑ گیا آخر ترا نه اے نمرود
هر ایک پشے کو دعویٰ هے یهاں خدائی کا
طلب نه چرخ سے کر نان راحت اے ' سودا'
پهرے هے آپ وه کاسه لئے گدائی کا

یونان سی زمیں کو ارسطو ڈبو چکا
لیکن * غبار میر کے دل سے نہ دھو چکا

سجن میں وات سن کر در پر کسی کے پاؤں کا کھٹکا
اٹھا یا سر کو بالیں سے تو پھر دیوار سے پٹکا

قابو میں نہوں میں آہ رے گر اب جیا تو پھر کیا
خنجر تلے کسو نے تک دم لیا تو پھر کیا
ملئے اگر بتاں سے ہے لطف زندگی کا
اے خضر آب حیواں تو نے پیا تو پھر کیا

اگرچہ تمکو نہ چھوڑیں گے بد گماں تنہا
کرو جو بندہ نوازی تو مہرباں تنہا

جس طرح چاہتا ہے دنیا میں زندگی کر
لیکن تو یاد رکھیو عاشق کبھو نہ ہوتا

جوئیں پڑی روتی ہیں، دیکھا میں گلستاں میں
تجھ قد سے خجل ہو کر شمشاد بہت رویا
آئینہ جو پانی میں ہے غرق یہ باعث ہے
تجھ سخت دلی آگے فولاد بہت رویا

کہاں ہے شیخ جو دیکھے مرے بت کے کرشمے کو
کہ ہر بندہ خدا کا کر لیا دل سے غلام اپنا

---

* کلیات میں یوں ہے :—
اے دیدہ خانماں تو ہمارا ڈبو سکا — لیکن غبار یار کے دل سے نہ دھو سکا
یہی صحیح معلوم ہوتا ہے —

دوستو سنتے ہو "سودا" کا خدا حافظ ہے
عشق کے ہات سے رہتا ہے یہ رنجور سدا

خاک کا پستر بڑی نعمت ہے سے کم نہیں
فیروزہ ہووے مرے تو دیتا ہے وہ جلا

جب مست چمن سے ہو چلا گھر کو وو لالا
غنچے نے صراحی لی اُٹھا گل نے پیالا
مانگا جو میں دل کو تو کہا بس یہی یک دل
جتنے ہی تو چاہے مرے کوچے سے اُٹھا لا
اے غنچہ سبب کیا ہے کہ آتے ہی چمن میں
گل جھاڑے ہے دامن تو نے بقچی کو سنبھالا

پہنچ چکا ہے سر زخم دل تلک یارو
کوئی سیو کوئی مرہم کرو ہوا سو ہوا

چھوٹا جو زلف سے تو پھنسا دام خط کے بیچ
یہ مرغ دل ہمیشہ گرفتار ہی رہا

بیداری مسجدوں کی خوشا حال زاہدا
ایک ہم ہیں روسیہ کہ خرابات و بنگ و خواب
کس نے چمن میں آن کے آنکھیں لڑائیاں
نرگس کا اُڑ گیا ہے مری طرح رنگ و خواب
کیا کیا کہوں جو مجھ سے ترے عشق نے لیا
صبر و حیا و دین و دل و عار و ننگ و خواب

جائے گل توڑے ہے گلچیں باغ میں اب چوب گل
کچھ نظر آتی ہے اے "سودا" بہار آنے کی طرح

میں دیکھتا ہوں جسے ' ہے وہ آپ ہی نالاں
تمھاری کیجئے کس پاس اے بتاں فریاد

کس کو گلگشت چمن کا ہے دماغ اے باغباں
کھینچ کر میرا گریباں یہاں لے آتی ہے بہار

بدتر ہے مے کے پینے سے رشوت کلال کی
کہہ محتسب سے دختر رز کی نہ کھائے بھاؤ

باغ میں جب مے گیا تھا تو خمار آلودہ
گل ہیں خمیازے میں' انگڑائی میں ہے تاک ہنوز

آشیاں کو مت اجاڑو کر کے فریاد و خروش
باغباں ظالم ابھی سویا ہے اے بلبل خموش

کس طرح دل میں چھپاؤں تجکو ہے سونے میں داغ
دال ہے یہ گھر کی بستی پر جو روشن ہو چراغ

دیکھوں ہوں یوں میں اس ستم ایجاد کی طرف
جوں صید وقت ذبح کے صیّاد کی طرف
نے دانہ ہم قیاس کیا ' نے لحاظ دام
دھس گئے قفس میں دیکھ کے صیاد کی طرف
ثابت نہ ہووے خون مرا روز باز پرس
بولیں گے اہل حشر سو جلاد کی طرف

لالۂ خودرو نہیں ہے ' خون نے فرہاد کے
جوش میں آکر لگادی کوہ کے دامن میں آگ
گر نہ ہو پانی دل اُس کا خوف سے اے شعلہ خو
لگ اُٹھے تیری نگاہ گرم سے درپن میں آگ

برج میں ہے دھوم ہوری کی و لیکن تجھ بغیر
یہ گلال اُڑتا نہیں ، بھڑکے ہے اب تن من میں آگ
ہو گیا * ہے رنگ یاقوتوں کا آتش کے نمط
حسرت لب سے تری ازبس لگی معدن میں آگ
کو بہار آئے ، کسے ، سودا ، بھلا لگتا ہے باغ
گل چمن میں یوں نظر آتے ہیں جیوں گلخن میں آگ

کرتی ہے مرے دل میں تری جلوہ گری رنگ
اِس شیشے میں ہر آن دکھاتی ہے پری رنگ
ہر مرغ کو پہچان کے تو نامے کو لینا
نامے کے کبوتر کا ہے میرے جگری رنگ

ہووے نہ ملک عشق سے کم رسم داغ دل
روشن رہے ہمیشہ الٰہی چراغ دل

ہے شرط درد یوں کہ بجز حکم عندلیب
کوئی کسی مزار پہ ہرگز نہ لائے گل
ہستی سے نیستی میں جو بہتر نہ ہو مزہ
ہنستا ہوا جہان سے ہرگز نہ جائے گل
، سودا ، کہا بہار میں وضع زمانہ دیکھ
اے وائے وائے بلبل و وے ہائے ہائے گل

جب قافلہ تھمے تو ہو بانگ جرس تمام
اشک آنکھ سے تھمے تو رکے نالہ سے یہ دل

پان کھا کھا کے آرسی کے بیچ اپنے ہونٹوں کو دیکھتا ہے لال

---

* کلیات میں یوں ہے : رنگ یاقوں کا دھکے اب انگارے کی طرح

دے ہے دولت فلک تمہیں لیکن — کس سے ہم نہیں یہ دیکھتے ایسا مال
لے مرے دل کو دے کے اپنا دل — سنگ کے مول یہ بکے ہے لال
میوۂ نخل امید سے 'سودا' — جتنا چاہے تو کھا پہ توڑ نہ ڈال

بھری ہے دل میں ترے اس قدر محبت غیر
کہ جا نہیں مرے کینے کو مہر تو معلوم
نہ زر، نہ زور، نہ طالع، نہ تیرے دل میں رحم
جو چاہے اُس سے یہ دل کامیاب ہو معلوم
خطا ہے زلف کو تیرے کہوں جو مشک ختن
سیاہ فام تو وہ ہے پر ایسی بو معلوم

مت گئے وو شور دل کے ہائے تب آئی بہار
ورنہ کیا کیا ہم بھی کرتے شہر و ویرانے میں دھوم

عاشق تو نامراد ہیں پر اس قدر کہ ہم
دل کو گنوا کے بیٹھ رہے صبر کر کہ ہم
دیکھیں تو کس کی چشم سے گرتے ہیں لخت دل
تو اس طرح سے روسکے اے ابر تر کہ ہم
کہتے ہو شیخ تم جو گنہ گار حق ہمیں
کعبہ کی آپ راہ میں چڑھتے ہیں خر کہ ہم *
خانہ پرورد چمن ہیں آخر اے صیاد ہم
اتنی رخصت دے کہ ہو لیں گل ستی آزاد ہم
ذبح تو کرتا ہے تک فرصت گلے لگنے کی دے
عید قرباں ہے تجھے دے لیں مبارک باد ہم

---

* یہ شعر کلیات میں نہیں ہے

قیس جس دم سے گیا ' اپنے قدم کے فیض سے
خانہ زنجیر رکھتے ہیں سدا آباد ہم

تجھہ عشق میں روز خوش نہ دیکھا دکھہ بھرتے ھی بھرتے مرگئے ھم

نہ دیکھا اِس سوا کچھہ لطف اے صبح چمن تیرا
دَل اِیدھر لےگئے گلچیں ' گئی روتی اُدھر شبنم

گُتھی نکلی ہیں لختِ دل کی تار اشک سے لڑیاں
یہ آنکھیں کیوں مرے جی کے گلے کی ھار ھو پڑیاں
گرہ لاکھوں ھی غنچے کی صبا یکدم میں کھولے ھے
نہ سلجھیں تجھہ سے اے آہ سحر اِس دل کی گلچھڑیاں
کھلاے گرچہ شانے سے تم اپنے زلف کے عقدے
نہ سمجھے یہ کسی دل میں ہزاروں ھیں گرہ پڑیاں

نہ غنچے گل کے کھلتے ہیں نہ نرگس کی کھلیں کلیاں
چمن میں لے کے خمیازہ کسی نے انکھڑیاں ملیاں
کہیں مہتاب نے دیکھا ھے اُس خورشید تاباں کو
پھرے ھے ڈھونڈتا ھر شب جہاں آباد کی گلیاں
تبسم یوں نمایاں ھے مسی آلودہ ہونٹھوں سے
نہ ہوئیں ابر سیہ میں اس طرح بجلی کی اچپلیاں
فرہاد و قیس دو گئے ' سودا ' کا ھے یہ حال
کیا کیا کیا ھے عشق نے خانہ خرابیاں

کس نے کیا خرام چمن میں کہ اب صبا
لاتی ھے بوئے ناز کی بھر بھر کے جھولیاں

نظر آتی ہیں بن ساقی چمن میں تاک کی چاہیں
روئیں آ باغباں باہم گلے میں ڈال کر باہیں *

بتاں کی دوستی سے مطمئن ہووے سو کافر ہے
یہ ظالم مار ڈالیں بات کے کہتے جسے چاہیں

نہ پہنچا منزل مقصود کو مجنوں بھی اے 'سودا'
سمجھہ کر جائیو لٹتی ہیں ملک عشق کی راہیں

نہ اپنا سوز ہم تجھے بیاں جیوں شمع کرتے ہیں
جو دل خالی کیا چاہیں تو آہیں سرد بھرتے ہیں

جگر اُن کا ہے جو تجھہ کو صنم کہہ یاد کرتے ہیں
میاں ہم تو مسلماں ہیں خدا بھی کہتے ڈرتے ہیں

کہے بولیں عقیق اور کہ نگیں لعل ٹھیرا ویں
یہ نا شاعر ترے ہونٹوں کو کیا کیا نام دھرتے ہیں

گلی میں اُس کی مت جا بوالہوس آ' ساں کہتے ہیں
قدم پڑتا نہیں اُس کو' میں وہاں سر سے گذرتے ہیں

نہ چارہ کر سکی کچھہ سوج دریا کی روانی کا
کہیں وارستگاں زنجیر جکڑے سے ٹھہرتے ہیں

کسی کی مرگ پر اے دل نہ کیجے چشم تر ہرگز
بہت سا روئیے اُن کو جو اِس جینے پہ مرتے ہیں

'سودا' خدا کے واسطے کر قصہ مختصر اپنی تو نیند اُڑگئی تیرے فسانے میں

فصل گل آخر ہے یارو دیکھہ لو نرگس کو تک
باغ میں مہماں ہے کوئی دن یہ بہار چمن

---

* کلیات میں نہیں ہے —

پھرنے لگے تو جیوں کف دریا بہا بہا
دامن اگر نچوڑیے اے ابر تر کہیں

سن کے یہ کہتا ہے میرے نالۂ جانکاہ کو
کیوں مجھے ایسا بنایا کیا کہوں اللہ کو

ہر آن آ مجھی کو ستاتے ہو ناصحو!
سمجھاکے تم اُسے بھی تو ایک بار کچھہ کہو

ریختہ اور بھی دنیا میں رہے اے 'سودا'
جھنے دیوے جو کبھو کاوش دوراں مجکو

دل تو ہے آفت طلب، پر کور ہوجاویں یہ چشم
جو بلا ملتی ہے ایسی اس کو دکھلاتے ہیں یہ

آمین رب العالمین

مے پیاکر جو ترقی ہو تری بخشش میں
تیغ ہمت کے تئیں سنگ فساں ہے شیشہ

چشم نمناک و دل پر میں رکھوں ہوں تم سے
جام کیدھر ہے مرے پاس، کہاں ہے شیشہ ؟

تنہا نہ ہمارا ہی مضحک ہے تو اے زاہد
گیدی تری ڈاڑھی پر ہنستا ہے سدا شانہ

حسن سے اس کے اسے دے ہے خبر آئینہ
درپے جان ہماری ہے مگر آئینہ

عکس پڑتا ہے ترے سیب ذقن کا اُس میں
حسن کے باغ سے پاتا ہے ثمر آئینہ

جس سمت نگہ کیجے اودھر نظر آتا ہے
لوہو سے ترے سر کے دیوار و در آلودہ

کوئی سسکتا ہے کوئی تڑپے کوئی بے حس ہے
آج دیکھے ترے کوچے کے گرفتار کئی
شیخ مجکو نہ ڈرا اپنی بڑی پگڑی سے
ایسے تو دیکھے ہیں میں گنبد دستار کئی
خوب دیکھا جہاں میں اہل جہاں بھی دیکھے
ایک زنداں ہے کہ جس میں ہیں گنہگار کئی

جھڑکی تو مدتوں سے مساوات ہوگئی
گالی کبھو نہ دی تھی سو اب بات ہوگئی
اب تو میں چھوڑنے کا نہیں اس کو ناصحا
ہونی جو کچھ تھی قبلۂ حاجات ہوگئی
گردش سے اس نگاہ کی لے محتسب خبر
دنیا تمام بزم خرابات ہوگئی
یارو وو شرم سے جو نہ بولا تو کیا ہوا
نظروں میں سو طرح کی حکایات ہوگئی

تو ہی کچھ اپنے سر پہ نہ یہاں خاک کرگئی
شبنم بھی اس چمن سے صبا چشم تر گئی
زاہد میں کہہ رہا کہ پی اس کے عوض شراب
آخر نہ اے گدھے تجھے افیون چڑ گئی
نظارہ باز بزم بتاں کا ہوں جب سے میں
تو ہی نظر پڑا مجھے جیدھر نظر گئی

اپنا جو شیشۂ دل منظور ہے تو یہ ہے
ثابت جو ہے تو یہ ہے گر چور ہے تو یہ ہے
کچھ بس نہیں ہے تجھ سے جز رو کے چپ ہو رہنا
قدرت جو ہے تو یہ ہے مقدور ہے تو یہ ہے
گردش سے آسماں کے نزدیک ہے سبھی کچھ
ہم سے تجھے ملانا ایک دور ہے تو یہ ہے
ہر آن اس سے کہنا 'سودا' سے تو نہ ملیو
بد وضعوں میں جہاں کے مشہور ہے تو یہ ہے

ہر شب شراب خوار ہمیشہ سیاہ مست
آشفتہ زلف لب ستی دستار کون ہے

ہرگز میں تجھے چھوڑ کے یوسف کو نہ دیکھوں
اس چشم کو ہم چشمیٔ یعقوب نہیں ہے
الفت میں ہماری بھی اثر چاہئے کچھ ہو
ہر چند وفا شیوۂ محبوب نہیں ہے

مری آنکھوں میں تو بستا مجھے پھر کیوں رلاتا ہے
سمجھ کر دیکھ تو اپنا بھی کوئی گھر ڈوباتا ہے
جسے قبلہ نما کہتے ہیں اس جگ میں یہاں ہوگا
سو یہ دل ہے کہ پھر پھر تجھ خم ابرو کو جاتا ہے
خوشی دو دل کو بھی یکجا نہ دیکھا میں زمانے سے
چمن میں گل اگر خنداں ہے تو بلبل بھی نالاں ہے

نہ کھینچو تیغ ہر یک دم تمہارے عشق سے گذرے
ملیں گے اور سے جا کر جو اپنا سر سلامت ہے

درد میرے استخواں کا کیا قدر دمساز ہے
اس قدر اے نے تری محزون کیوں آواز ہے
قد کو تیرے جس جگہ مشق خرام ناز ہے
اس جگہ شور قیامت فرش پا انداز ہے
خط کے آتے ہی ' چلے اکثر غلامی سے نکل
بندہ پرور دیکھئے آگے ہنوز آغاز ہے
شاعران ہند کا تو گرچہ پیغمبر نہیں
پر سخن کہنے میں اے ' سودا ' تجھے اعجاز ہے

عجب احوال کو 'سودا ' ستم تیرے سے پہنچا ہے
کوئی معشوق بھی عاشق پہ یہ بیداد کرتا ہے
بساں نے ترے ہاتھوں سے نالاں اس کو دیکھا ہے
کوئی تک منہہ لگاتا ہے تو وہ فریاد کرتا ہے

قاتل سے کیوں جھگڑتے ہو کیا مجھہ سے بیر ہے
جاے خطر نہیں ہے مرا زخم خیر ہے
چاہا کہ جیوں حباب میں دیکھوں یہ کائنات
کھولے نین تو اور ہی عالم میں سیر ہے
رکھتے ہیں ایک طرح کا ہم وصف ذات حق
وہ شخص کون سا ہے جو ' سودا ' بغیر ہے

نامے کا یک سمجھہ کر میرے جواب لکھو
انشاے ظاہری کے باطن میں مدعا ہے
آنکھوں کے گرد میرے مژگاں کی ہے یہ صورت
جیسے کنار دریا خس بہو کے آرہا ہے

اے لالچی تو کیسہ غیروں کا مت ٹٹولے
جو کچھہ تو چاہے یک شب سجھہ پاس آکے سولے

جیوں غنچہ تر چمن میں بند قبا جو کھولے
پھر گل سے اے پیارے بلبل کبھو نہ بولے

انصاف کچھہ بھی یارو ہے عشق کے نگر میں
دل غم سے پانی ہووے اور چشم موتی رولے

دھقان پسر وہ ہم سے کیوں صلح کب کرے ہے
بو نٹوں کے کھیت اوپر جب تک نہ جنگ ہولے

وہ تو پچی کا ہرگز ہم کو لکھے نہ نامہ
گذری میں جا کبوتر ایتنا ہے مول گولے

شیخ کی بانگ و صلواۃ اوپر تو اے ناداں نہ جا
خانۂ قصاب میں بھی روز و شب تکبیر ہے

اے ابر جا نہو مت کم رونے پر ہمارے
یہ چشم پھوے پھوے تالاب بھر رہیں گی

شیخ وو رشتہ ہے زنار ہمارا جن نے
چیر ڈالی ہے ترے سبحے کے ہر دانے کی

کسو نے حال سے میرے کبھی نہ تجسے بات
اگر کبھی بھی کسو نے تو اپنے مطلب کی

نہیں ہے رشتۂ تسبیح صورت زنار
قسم ہے شیخ تجھے اپنے دین و مذہب کی

جو کوئی شہر محبت میں بیچے خانۂ دل
بغیر داغ کے مہر قبالہ ہو نہ سکے

ہم اپنی جان تلک دے چکیں جو تو سنگئے
پر ایک آرزوے دل ہوا نہ ہو نہ سکے

ساقی پہنچ شتاب کہ تجھ بن نہیں سجھے
موج مئے دو آتشہ کم ذوالفقار سے
اُس کو یہ مثل دانہ انگور دیں گرہ
قطرہ بچے اُنہوں کے اگر زہر مار سے
' سودا ' جو مے پرست جہاں کے ہیں اُن سے تو
مت کر طلب شراب کی ' مر جا خمار سے

کعبے اگر نہ جاویں تب کیوں چڑھیں گدھے پر
رسوا جو شیخ جی ہیں اپنی حماقتوں سے
ہو خامہ اشک ریزاں پیش سخن کے کہتے
کاغذ کی چھاتی پھاتے میری حکایتوں سے

عجب واشد ہے غنچوں کو صبا سے دیکھ تو ظالم
نہ کھلوایا کبھو تیں اس طرح بند قبا ہم سے
جب اپنے بند قبا تم نے جان کھول دیے
صبا نے باغ میں جا گل کے کان کھول دیے
چمن میں کس کی مدارات تھی بتا تو نسیم!
کہ صبح غنچوں کے تئیں عطر دان کھول دیے

ساق سیمیں تری شب دیکھ کے گوری گوری
شرم سے شمع ہو ئی جاتی ہے تھوڑی تھوڑی
نیشکر نے کہیں تجھ لب سے کیا تھا دعویٰ
آج تک اُس کی پڑی کٹتی ہے پوری پوری

دیوانگی ہماری کیا کیا مچاتی دھومیں
زنجیر پڑ کے پاؤں کر اپنے گھر نہ لاتی

جفا و مہر جو خاطر میں اب ترے آوے
وھی ہے خوب مرے حق میں جو تجھے بھاوے
صبا تو دیکھہ کے کیجو گلی میں اُس کے گذر
مبادا پاؤں تلے دل کسی کا آجاوے

قطعہ بند

سودا چمن دھر سے یہ چشم نہ رکھیو
وو گل نظر آوے کہ جسے خار نہ ہووے
جز لخت دل اپنے تو نہ دیکھے گل بے خار
سو بھی کہ جو مژگاں پہ نمودار نہ ہووے

جس دن وو صنم سوار ہووے تا صید حرم شکار ہووے
جو اُٹھہ نہ سکے تری گلی سے رہنے دے کہ تا غبار ہووے
سوزن کی نہ چوب لیجو منت یوں پھٹیو کہ تار تار ہووے
ناصح تو قسم لے ہم سے' دل پر اپنا کبھو اختیار ہووے
کن زخموں میں زخم ہے کہ جب تک چھاتی کے نہ وار پار ہووے

معشوق کی الفت ہے بندہ گری عاشق کو
کس گل نے خریدا ہے بلبل کے تئیں زر دے
کب شمع مجالس کی فانوس میں چھپتی ہے
جو حسن ہو بازاری مت اُس کو بتھا پردے

گل پھینکے ہے عالم کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ بر انداز چمن کچھہ تو ادھر بھی

کی ہے میں جیوں کوہ، مدت سے خموشی اختیار
سخت رسوا ہو، کہے گر نا سزا بدگو مجھے

نہیں بے وجہ کوچے سے ترے اُٹھنا بگولے کا
ہماری خاک بھی جاتی ہے تیری راہ کے صدقے
عجب احوال میں تھے رات تم اے شیخ رحمت ہے
میں اس ریش دراز اور دامن کوتاہ کے صدقے
کبھو وو شب بھی اے پروانہ حق باہم دکھاویگا
تو بل بل شمع پرجاوے، میں ہوں اُس ماہ کے صدقے

پھر نظر تجکو نہ دیکھا کبھی ڈرتے ڈرتے
حسرتیں جی کی رہیں جی ہی میں مرتے مرتے
پھر گلگشت عدم سے جو کوئی پہنچا ہے
سمت اس باغ طے منزلیں کرتے کرتے

جوں شمع مجھے شرم ہے زنار کی اے شوخ
ما لا نہ جپوں رات کو بے اشک فشانی
جاکر میں کہا ڈھونڈھ ترا جس سے، کہا اُن نے
کچھ اور کہو، یہ تو ہے میری ہی زبانی

زاہد یہی ہے نعمت حق، جو ہے اکل و شرب
لیکن عجب مزا ہے شراب و کباب کا

تجھ حسن نے دیا نہ کبھو مفسدی کو چین
فتنہ نہ تیرے دور میں پھر نیند سو سکا

وو ہم نہیں جو کریں سیر بوستاں تنہا
بہشت ہو تو نہ مونہہ کیجے باغباں تنہا

کدھر کو چھوڑ گئے مجھ کو ھمرھاں تنہا
پھروں ھوں دشت میں جیوں گرد کارواں تنہا

صبا سے ھر سحر مجھ کو لہو کی باس آتی ھے
چمن میں آہ کس گلچیں نے بلبل کا دل توڑا

آخر نہ پھرے ھے وو سدا خانہ بخانہ
ایدھر بھی کبھو اُس کا گذر ھووے گا یارب

زلیخا سے کہو ٹک دیدۂ تحقیق تو کھولے
بہ از یوسف نظر آوے گی ھر انسان میں صورت

ھے جو خوش رو تماکھو والی کا دے ھے لونڈا مجھے دکھا کر گال*

تجھ مکھ پہ تا نثار کریں، ماہ و مہر کی
لبریز سیم و زر سے ھیں دونوں رکابیاں

جن نے سجدہ کیا، نہ آدم کو شیخ کا پوجتا ھے بایاں پاؤں

مجھ سا تجھے ھے ایک، مجھے تجھ سے ھیں کئی
جا تو دیکھ لے تو آپ کو آئینہ خانے میں

کس کی ملت میں کہوں آپ کو، بتلا اے شیخ
تو مجھے گبر کہے گبر مسلماں مجھ کو

مجھ میں اور یاروں میں ھے ربط سپند و آتش
اِن کی جوشش نے کیا ایسا گریزاں مجھ کو

شب تئیں یہ رو سیاہ خانہ بخانہ کو بکو
دیکھے ھے تجھ کو مثل ماہ خانہ بخانہ کو بکو

---

* کلیات میں یوں ھے :
واہ وا بے تماکو والے کے دے ھے تو دھا ھمیں دکھا کر گال

تجھہ کو فقط چراغ شام ڈھونڈتے نہیں ہے کو بکو
پھرتی ہے باد صبحگاہ خانہ بخانہ کو بکو

همت کہاں جو مذمت دو ناں نہ کیجئے
ایدھر ہو جن کی پشت اُدھر رو نہ کیجئے

میسر ہو اگر محراب تیری تیغ کے خم کی
طرف کعبے کے سجدہ پھر تو کس کافر کو بھاتا ہے

فلک گوشے میں تنہائی کے بھی آرام نیں دیتا
یہ ہم پر شمع کے فانوس میں جلنے سے روشن ہے

تصور میں ترے کہیو صبا، اُس لااُبالی سے
گلے لگ لگ میں رویا رات تصویر نہالی سے

تری تیغ نگہ کا اے فرنگی زادہ کشتہ ہوں
مجھے کچھ غسل دیں ظالم شراب پرتگالی سے

ہو گئے صاحب جوہر ذرا منہ دیکھہ فقیر
ہیں نمد پوش سدا آئینۂ فولادی

میر محمد تقی 'میر' و فتح علی خاں ین ابیات انتخاب
می نمایند :—

بے کس کوئی مرے تو جلے اُس پہ دل مرا
گویا ہے یہ چراغ غریبوں کی گور کا

ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا
پانی بھی پھر پیویں تو مزہ ہے شراب کا

آہ کس طرح تری راہ میں ٹھہروں کہ کوئی
سنگ رہ ہو نہ سکے عمر چلی جاتی کا

زباں ہے شکر میں قاصر شکستہ بالی کے
کہ جن نے دل سے مٹایا خلش رہائی کا

قطعہ

'سودا' قمار عشق میں شیریں سے کوہ کن
بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے پھر تو آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

نہ کھینچ اے شانہ ان زلفوں کو یہاں 'سودا' کا دل اٹکا
اسیر ناتواں ہے یہ نہ دے زنجیر کو جھٹکا
پرے رہ برق خار آشیاں میرے سے کہتا ہوں
اُڑے گا دھجیاں ہو کر ترا دامن جو یہاں اٹکا

'سودا' ہوے جو عاشق کیا پاس آبرو کا
سنتا ہے اے دوانے جب دل دیا تو پھر کیا

موج آتش ہے سیل آنکھوں کا شاید اس دل کا آبلہ پھوٹا
نہ جیا تیرے چشم کا مارا نہ تری زلف کا بندھا چھوٹا

پھرے ہے شیخ یہ کہتا کہ میں دنیا سے منہ موڑا
الٰہی اِن نے اب داڑھی سوا کس چیز کو چھوڑا

جو گذری ہم پہ مت اُس سے کہو ہوا سو ہوا
بلا کشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا
مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریباں گیر
مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

ترا دل مجھہ سے نہیں ملتا ہوا شل رہ نہیں سکتا
غرض ایسی مصیبت ہے کہ میں کچھہ کہہ نہیں سکتا
تیرے آگو مری آنکھوں سے آنسوں کیوں کہ چلتے ہیں
جو تو دریا پہ گزرے ہے تو پانی بہہ نہیں سکتا

تجھہ بن عجب معاش ہے 'سودا' کا ان دنوں
تو بھی تک اُس کو جاکے ستمگار دیکھنا
نے حرف ' و نے حکایت ' و نے شعر ' و نے سخن
نے سیر باغ ' و نے گل و گلزار دیکھنا
خاموش اپنے کُلبۂ احزاں میں روز و شب
تنہا پڑے ہوے در و دیوار دیکھنا
یا جاکے اُس گلی کوں جہاں تھا ترا گذار
لے صبح تا بشام کئی بار دیکھنا
تسکین دل نہ اس میں بھی پائی تو پھر شغل
پڑھنا یہ شعر گر کبھو اشعار دیکھنا
کہتے تھے ہم نہ دیکھہ سکیں تجھہ کو غیر پاس*
پر جو خدا دکھاے سو ناچار دیکھنا

کسی دیندار کافر کو خیال اتنا نہیں آتا -
سحر کیا ہوچکا 'سودا' کے جی پر شام کیا ہوگا

'سودا' سے یہ کہا میں دل اس طرح سیں کھونا
کہنے لگا کہ نادان کیا پوچھتا ہے ہونا

---

* (ن دوم) روز ہجر کو —

گل مرے مشہد پر کب پہنچے ہے وہ ابرو کمان
طرح غنچے کے کھلے جب تک نہ پیکاں تیر کا

'سودا' سے میں یہ پوچھا دل میں بھی دوں کسی کو
وہ کر کے بیان اپنا روداد بہت رویا

کیوں اسیری پر مری صیاد کو تھا اضطراب
کیا قفس آباد ہوگئے کون سے گلشن خراب

ہندو ہیں بت پرست، مسلماں خدا پرست
میں پوجتا ہوں اُس کو * جو ہو آشنا پرست

کل رخصت بہار تھی، شبنم صفت میں زور
رویا ہر ایک گل کے گلے لگ چمن کے بیچ

یا تبسم، یا نگہ، یا وعدہ، یا گاہے پیام
کچھ بھی اے خانہ خراب اس دل کے سمجھانے کی طرح

منعم! نہ مر بنائے عمارت کی فکر میں
یے سب حویلیاں تھیں جہاں تک ہے اب اُجاڑ
کتنا شگفتہ رو ہے کہ مانند آرسی
چھاتی کے جس کے رو برو کُھل جائے ہیں کواڑ

گزری جس غم سے مجھے زندگی دہ روزہ
رکھے اُس غم کو خدا شہر محرم سے دور
عقل نیں ایک دن آکر یہ کہا 'سودا' سے (قطعہ‌بند)
خواہ نزدیک ہمارے رہو خواہ ہم † سے دور

---

* (ن) پوجوں میں اس کسی کو —
† پاس یا ہم سے رہا کیجے یا (ن ک)

لیکن اتنا ہے کہ وہ کام نہ کریو پیارے
جس کا ثمرہ رکھے تم کوں * دل عالم سے دور

انداز قتل سے تو کرے ہے سجن ہنوز
میلا نہیں ہوا ہے ہمارا کفن ہنوز

کس کے ہیں زیر زمیں دیدۂ نمناک ہنوز
جا بجا سوت ہیں پانی کے تہ خاک ہنوز

'سودا' کا تو نے حال نہ دیکھا کہ کیا ہوا
آئینہ لے کے آپ کو دیکھے ہے تو ہنوز

اے لالہ! گو فلک نے دئے تجھہ کو چار داغ
چھاتی مری سراہ کہ یک دل ہزار داغ

کون کہتا ہے مت اوروں سے ملا کر، مجھہ سے مل
جس کے ملنے میں خوشی تیری ہو مل، پر مجھہ سے مل

رنگ گل بے طرح دہکے ہے بس اے ابر بہار
آشیاں میرا چھڑک! لگتی ہے اب گلشن کو آگ

قاتل کے دل سے آہ نہ نکلی ہوس تمام
ذرہ بھی ہم تڑپنے نہ پائے کہ بس تمام

تسلی اس دوانے کی نہ ہوئے جھولی کے پتھروں سے
اگر 'سودا' کو چھیڑا ہے تو لڑکو مول لو پھریاں

ظاہر میں دیکھنے کا کچھہ اسباب ہی نہیں
آوے مگر تو خواب میں سو خواب ہی نہیں

---

* جس کے باعث سے رہو تم (ن ک)

مجھکو نہیں ہے دل میں ترے راہ کیا کروں
پر بے اثر ہے عشق مرا آہ کیا کروں

کس کی ہیں یہ چمن میں صبا ! بد شرا بیاں
توتی پڑی ہیں غنچہ کی ساری گلابیاں

نہ پوج سنگ و گل اے شیخ اس صدا کو مان
مرے صنم کی پرستش کر آ خدا کو مان

نہ غنچے گل کے کھلتے ہیں نہ نرگس کی کھلی کلیاں
چمن میں لیکے خمیازہ کنھی نیں انکھڑیاں ملیاں

عاشق کی بھی کٹتی ہیں کیا خوب طرح راتیں
دو چار گھڑی رونا ' دو چار گھڑی باتیں

بلبل خاموش ہوں جیوں نقش دیوار چمن
نے قفس کے کام کا ہرگز نہ درکار چمن
نوک سے کانٹوں کے ٹپکے ہے لہو اے باغباں
کس دل آزردے کے دامن کش ہیں یہ خار چمن

جیو تک تو دے کے لوں جو تو ہو کارگر کہیں
اے آہ کیا کروں نہیں بکتا اثر کہیں
ہوتی نہیں ہے صبح نہ آتی ہے مجھکو نیند
جس کو پکارتا ہوں سو کہتا ہے مر کہیں
جادو بھری ہیں چشم مست آئینہ دیکھ تو
دھڑ کے ہے دل مرا کہ نہ پلٹے نظر کہیں

غیر کے پاس یہ اپنا ہی گماں ہے کہ نہیں
جلوہ گر یار مرا ورنہ کہاں ہے کہ نہیں

جرم ھے اس کی جفا کا کہ وفا کی تقصیر
کوئی تو بولو میاں منھہ میں زباں ھے کہ نہیں
دل کے ٹکڑوں کو بغل بیچ لئے پھرتا ہوں
کچھہ علاج ان کا بھی اے شیشہ گراں ھے کہ نہیں

اس درد دل سے موت ھو یا دل کو تاب ھو
قسمت میں جو لکھا ھے الٰہی شتاب ھو
اس کشمکش سے دام کے کیا کام تھا مجھے
اے الفت چمن ترا خانہ خراب ھو

بہار و باغ ھو ' مینا ھو ' جام صہبا ھو
ھوائے ابر ھو ' ساقی ھو ' اور دنیا ھو
روا ھے کہہ تو بھلا اے سپہر نا انصاف
ریائے زھد چھپے ' راز عشق رسوا ھو
جو مہرباں ھیں ' سودا ' کو مغتنم جانیں
سپاھی زادوں سے ملتا ھے دیکھئے کیا ھو

الٰہی ھے سکت نعم البدل کے تجکو دینے کی
مجھے اس کا عوض تو کچھہ نہ دے پر پھیر لے دل کو
بوئوں میں تخم گل کو جہاں وھاں زقوم ھو
پالوں جو عندلیب قفس میں تو بوم ھو
اپنے چمن کو فائدہ کیا تجھہ سے اے نسیم
یہ جا ھے وہ کہ یہاں دم عیسیٰ سموم ھو

کعبے کی زیارت کو اے شیخ میں پہنچوں گا
مستی سے مجھے بھولے جس دن رہ میخانہ

مت ھنس مرے رونے پر آسمان میں کہتا ھوں
ٹپکے ھے ابھی کوئی قطرہ اثر آلودہ

نسیم بھی ترے کوچے میں اور * صبا بھی ھے
ھماری خاک سے پوچھو تو کچھہ رھا بھی ھے

قدم سنبھال کے رکھہ خار دشت پر مجنوں
کہ اس نواح میں 'سودا' برھنہ پا بھی ھے

'سودا' جہاں میں آ کے کوئی کچھہ نہ لے گیا
جاتا ھوں ایک میں دل پر آرزو لئے

غیرت عشق آن کر 'سودا' تو پروانوں سے سیکھہ
شمع سے اپنا بھی ملنا دیکھہ جل جاتے ھیں یہ

کس قدر اب کے ھوا مست ھے ویرانے کی
کسی لڑکے کو نہیں سدھ کسی دیوانے کی

'سودا' کو جرم عشق پہ کرتے ھیں قتل آج
پہچانتا ھے تو یہ گنہگار کون ھے

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھہ سے کیا کرے
اپنا ھی تو فریفتہ ھووے خدا کرے

اس چال کے نبھنے کا کچھہ اسلوب نہیں ھے
یہ کج روشی ھم سے فلک خوب نہیں ھے

کہتا ھے بناگوش تری زلف کے آگے
میں صبح قیامت ھوں مری شام یہی ھے

---

* (ن) بھی ھے چمن میں اور اب

قاصد کے تئیں میں اپنے جو کچھہ کہ دوں بجا ہے
جیتا پھرے تو اجرت مّوا تو * خوں بہا ہے

تیری گلی کی طرف اگر تک پون بھی
میں آپ کو جلا کے کروں خاک تو سہی
پہنچی نہ آہ تجھکو مرے حال کی خبر
قاصد گیا تو اُن نے بھی اپنی ہی کچھہ کہی

این بیت کہ مذکور شد در دیوان تاباں ہم بنظر در آمد ۔

عشرت سے دو جہاں کے یہ دل ہاتھہ دھوسکے
تیرے قدم کو چھوڑ سکے یہ نہ ہوسکے
جس سر زمیں پہ جا کے روؤں تیری یاد میں
دھقاں کچھہ اُس زمیں میں بجز دل نہ بوسکے

نے ضرر کفر کا ، نہ دین کا نقصاں مجھہ سے
باعث دشمنی اے گبر و مسلماں مجھہ سے ؟
اُس کی خو سے نہیں محرم ، اُنھیں رونے سے کام
کیا کیا چاھتے ھیں دیدۂ گریاں مجھہ سے

آ گیا رات میں جیوں دزد حنا تیرے ھات
ورنہ جا ، پائوں کو لگا ھی تھا چوری چوری

تجھہ تیغ تلے کہہ توں رستم سے کہ سر دھر دے
پیارے یہ ھمیں سے ھو ھرکارے و ھر مرد ے
دل کے تئیں یک عالم کہتا ھے خدا کا گھر
اے عشق اسے آتش دے ھے تو سمجھہ کر دے

---

* (ن) ورنہ یہ

کھلنے تو لگا ہے دل جیوں غنچہ ہمارا بھی
لیکن نہ صبا تجسے گاہے بدم سرد دے

سینے کو رستموں کے نگہ تیری پھوڑ دے
انکھیوں کی ہر پلک صف محشر کو توڑ دے

مرجاں کا نخل ہوں نہ پھلوں برگ و بار سے
ٹپکے ہے خوں ہمیشہ مرے شاخسار سے

خنجر طلب ہے مرگ سے ہر آہوے حرم
دل پھر گیا ہے کس کی مژہ کا شکار سے

زاہد چلا ہے کعبے کو اور برہمن کنشت
بندے ہیں اُس کے ہم جو کسی دل میں گھر کرے

جگ میں شراب خوار کی تشہیر کے لئے
'سودا' جو محتسب ہو تو زاہد کو خر کرے

دولاب کی ہے حق بطرف مستی سے فریاد
پیمانہ کسی کے گلے کا ہار نہ ہووے

ہو دشت جدائی میں تو یہ کیجیے منادی
ظالم ہو جو کوئی سو طرح دار نہ ہووے

کر ذبح شتابی مجھے صیّاد کہ یہ صید
ہاتھوں میں ترے ہی کہیں مردار نہ ہووے

میں کہتا ہوں دل اپنے سے کہ ننگ و نام سے گذرے
نہوں گر اس میں یہ باتیں تو کیا آرام سے گذرے

رباعی

مومن نہیں زنار سے میری آگاہ
اِس رشتے کو ہے سبحۂ اسلام میں راہ

اُس بت کا برہمن ہوں کہ صوفی یا شیخ

کہتے ہیں جسے دیکھہ کے اللہ اللہ

در منقبت جناب پاک مرتضوی صلوات اللہ علیہ گفتہ (رباعی)

دیوان عدالت میں تمھارے پاشاہ کچھہ ظلم کو ہے دخل عیاذاً باللہ

شیشے کا جو وہاں طاق سے رہتے ہے پاؤں پتھر سے نکلتی ہے صدا بسم اللہ

مقدور نہیں اُس کی تجلی کے بیاں کا

جیوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا

پردے کو تعیّن کے در دل سے اُٹھا دے

کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا

یک چشم خرد کھول تامّل سے برہمن *

جیوں شمع حرم رنگ جھمکتا ہے بتاں کا

'سودا' جو کبھو گوش سے ہمت کے سنے تو

مضمون یہی ہے جرس دل کی فغاں کا

ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ

دنیا سے گذرنا سفر ایسا ہے کہاں کا

میں دشمن جاں ڈھونڈ کے اپنا جو نکالا

لو حضرت دل سلمّہ اللہ تعالیٰ

جسے کہ زلف سیہ نے تری ڈسا ہوگا

غرض وو مر ہی گیا ہوگا کیا جیا ہوگا

قطعہ بند

یوں کہا شیخ نے شیطاں سے کہ آ ہم سے مل

آشنا مت ہو تو 'سودا' سے خراباتی کا

---

* (ن) تک دیکھہ صنم خانۂ عشق آن کے اے شیخ (گلشن ہند)

کہا اُن نے کہ ہے میری تو سعادت اس میں
لیک ہے خوف مجھے آپ کی بد ذاتی کا

کھینچا نہ میں چمن میں آرام یک نفس کا
صیاد توری گردن ہے خون اس ہوس کا

کب عشق کی حمیت یہ چاہتی ہے مجنوں
ناقے کے پانوں اوپر تڑپے ہے دل جرس کا

گلہ لکھوں میں اگر تیری بے وفائی کا
لہو میں غرق سفینہ ہو آشنائی کا

جو کہ ہے ظالم وہ ہرگز پھولتا پھلتا نہیں
سبز ہوتے کھیت دیکھا ہے کبھو شمشیر کا

توڑ کے بت خانے کو مسجد بنا کی تونے شیخ!
برہمن کے دل کا بھی کچھ فکر ہے تعمیر کا

جو یہ منظور ہے تمکو مرا دل لے کے جی لینا
گیا اک مجھہ سا دنیا سے ترے سر صدقے کیا ہوگا

دامن صبا نہ چھو سکے جس شہسوار کا
پونچھے کب اس کو ہات ہمارے غبار کا

موج نسیم آج ہے آلودہ گرد سے دل خاک ہوگیا ہے کسی بیقرار کا

آوارہ ہے اتنا کہ میں جاتا ہوں جب اس پاس
رہتا ہے یہی سوچ کہ گھر ہوئے گا یا رب

دوزخ مجھے قبول ہے اے منکر و نکیر لیکن نہیں دماغ سوال و جواب کا

ترے خط آنے سے دل کو مرے آرام کیا ہوگا
خدا جانے کہ اس آغاز کا انجام کیا ہوگا

نہ دی رخصت ہمیں صیاد نے تک سیر گلشن کی
بہت اے بلبلو کنج قفس میں ہم نے سر پٹکا

کر قطع ہات پہلے تب فکر کر رفو کا
ناصح! جو یہ گریباں تو نے سیا تو پھر کیا
' سودا ' یہ کیا کرے گا نت اس طرح رونا
عالم کو اے دوانے مت سات لے ڈبونا
جس طرح چاہتا ہے دنیا میں زندگی کر
لیکن یہ یاد رکھیو عاشق کبھو نہ ہونا

ہر مژہ پر ہے ترے لخت دل اس رنجور کا
خون ہے سودا پر ثابت مرے منصور کا
پونچھتے ہی پونچھتے گذرے ہے مجکو روز و شب
چشم ہے یا رب مری یا منھہ ہے یہ ناسور کا
کیا کروں گا لے کے واعظ! ہات سے حوروں کے جام
ہوں میں ساغر کش کسی کی نرگس مخمور کا
اس قدر بنت العنب سے دل ہے ' سودا ' کا بڑا
زخم نیں دل کے نہ دیکھا منھہ کبھو انگور کا

کس کس طرح سے دیکھوں اس باغ کی فضائیں
کید ہر گئے وہ ساقی ' وہ ابر ' وے ہوائیں
حیرت سے آئینے کا دل کیوں نہ ہو وے پانی
شانہ حضور اس کے زلفوں کی لے بلائیں

باتیں کہ ہر گئیں وو تری بھولی بھولیاں
دل لے کے بولتا ہے جو تو اب یہ بولیاں

ھر بات ھے لطیفہ و ھر یک سخن ھے رمز
ھر آن ھے کنایہ و ھر دم ٹھٹھو لیاں

کبھو نہیں ھے آنکھوں کی کاوش سے دل کو چین
مژگاں نہ کر سکیں تو نگا ھیں چبھو لیاں

کیا چاھئے تجھے سر انگشت پر حنا
جس بے گنہ کے خون میں چاھیں ڈبو لیاں

اندام گل پہ ھو نہ قبا اس مزے سے چاک †
جیوں خوش چھبوں کے تن پہ مسکتی ھیں چولیاں

' سودا ' کے دل سے صاف نہ رھتی تھی زلف یار
شانے نے بیچ پڑ کے گرہ اس کی کھو لیاں

خواہ کعبے میں تجھے ' خواہ میں بت خانے میں
اتنا سمجھوں ھوں مرے یار کہیں دیکھا ھے

نہ استفسار کیجے ھم سے اس لب کی حلاوت کو
شکر کا ذائقہ خون جگر خواروں سے مت پوچھو
ھمیں گر نالۂ کنج قفس کہئے تو آتا ھے
چمن کے زمزمے کرنے گرفتاروں سے مت پوچھو

مر جائیے ' کسی سے یہ الفت نہ کیجئے
جی دیجئے تو دیجئے پر دل نہ دیجئے

ملائم ھوگئیں دل پر برہ کی ساعتیں کڑیاں
پہر کٹنے لگے اُن بن نہ کٹتیں جن بنا گھڑیاں

---

† (ن) تنگ -

ھنوز آئینہ گرد اس غم سے اپنے منھہ کو ملتا ہے
نہیں معلوم کیا کیا صورتیں اس خاک میں گڑیاں

اب تلک اشک کا طوفاں نہ ہوا تھا سو ہوا
تجھہ سے یہ دیدۂ گریاں نہ ہوا تھا سو ہوا
جن نے دیکھا ترے منھہ کو کہا سبحان اللہ
قدرت حق سے نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا
خط کی خوبی ترے عارض پہ یہ کہتی ہے ھنوز
رونق ملک سلیماں نہ ہوا تھا سو ہوا
قابل شانہ تری زلف ہوئی جس دن سے
کبھو جو دل کہ پریشاں نہ ہوا تھا سو ہوا
ابر مژگاں کے تصدّق سے ترے اے 'سودا'
سبز و خوّرم جو بیاباں نہ ہوا تھا سو ہوا

تونے 'سودا' کے تئیں قتل کیا' کہتے ہیں
یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہیں؟
جس سے پوچھا کہ دل خوش ہے کہیں دنیا میں
رو دیا اُن نے اور اتنا ہی کہا "کہتے ہیں"

برہمن بتکدے کے' شیخ بیت اللہ کے صدقے
کرو لے جا کے 'سودا' کو دل آگاہ کے صدقے

جن نے نہ دیکھی ہو شفق صبح کی بہار
آکر ترے شہید کو دیکھے کفن کے بیچ
کل رخصت بہار تھی شبنم صفت میں زور
رویا ہر ایک گل کے گلے لگ چمن کے بیچ

'سودا' میں اپنے یار سے چاہا کہ کچھ کہوں
ایسی کی ایک نگہ کہ رہی من کی من کے بیچ

اب خدا حافظ ہے 'سودا' کا مجھے آتا ہے رحم
ایک تو تھا ہی دوانہ تس پہ آتی ہے بہار

صدقے ترے، نہ کیجیو گلشن میں پھر گذر
اُس دن سے چاک کرتے ہیں گل پیرہن ہنوز

شبنم کرے ہے دامن گل شست و شو ہنوز
بلبل کے خون کا نہ گیا رنگ و بو ہنوز

ہمرہ صبا کے خاک بھی میری ہے دو بدر
جاتی نہیں ہے مجھ سے تری جست و جو ہنوز

ایک دن گھیر میں دامن کا ترے دیکھا تھا
گرد پھرتے ہیں گریباں کے مرے چاک ہنوز

بال و پر ہونے نہ پائے تھے نمودار ہنوز
تب سے ہم کنج قفس میں ہیں گرفتار ہنوز
ہوئیں گے پا مال نہ کر ہم کو رہا اے صیاد
مشق پرواز نہیں تا سر دیوار ہنوز
تب سے پا مال ہے دل کا ورق صبر و قرار
سبق ناز نہ لیتی تھی وو رفتار ہنوز
زخم شمشیر ستمگر نے کیا کام تمام *
یارو تم ڈھونڈتے ہو مرہم زنگار ہنوز
شیخ اتنا تو جتاؤ نہ تم اپنا تقویٰ
عوض مے ہے گرو جبّہ و دستار ہنوز

---

* (ن) اپنا کام —

تیری دوری سے عجب حال ہے اس 'سودا' کا
میں تو دیکھا نہیں ایسا کوئی بیمار ہنوز
حق تعالیٰ اُسے جیتا ہی رکھے دنیا میں
اس قباحت سے نہیں ہے تو خبر دار ہنوز
قیس و فرہاد کے ماتم سے تو جگ میں اب تک
دشت ہے خاک بسر ' روتے ہیں کہسار ہنوز

ساقی! گئی بہار ' رہی دل میں یہ ہوس
تو منتّوں سے جام دے اور میں کہوں کہ بس

کہتا تھا گل کسو سے ' کروں گا کسو کو قتل
اتنا تو کُشتنی نہیں کوئی مگر کہ ہم
قاصد کے سات چلتے ہیں یوں کہہ کے میرے اشک
دیکھیں تو پہلے پہنچے ہے وہاں نامہ بر! کہ ہم
'سودا' نہ کہتے تھے کہ کسو کو تو دے نہ دل
رسوا ہوا پھرے ہے تو اب در بدر کہ ہم

مجھ کو نہیں ہے دل میں ترے راہ کیا کروں
پر بے اثر ہے عشق مرا آہ کیا کروں

تجھے مکتوب لکھ 'سودا' نے مرغ روح کو سونپا
نہ کھینچا انتظار اتنا بھی تا پیدا کبوتر ہو

پھر یہ نمت ہے کرم ' ہم پہ ستم واہ واہ
دیکھ لیا بس تمہیں ہم نے صنم واہ واہ

ہے زلف میں میرا دل مت کھینچیو تو شانہ
زنجیر نہ کھل جاوے ہے سخت یہ دیوانہ

نیم جاں ہیں یہ تری چشم کے بیمار کئی
مر گئے خنجر مژگاں کے دل افگار کئی

تیرے بازار میں اب کیوں کہ نہ بگڑے 'سودا'
ایک یوسف نظر آتا ہے' خریدار کئی

ترا غرور' مرا عجز' تا کجا ظالم!
ہر ایک بات کا آخر کچھہ انتہا بھی ہے

عبث نالاں ہے اس گلشن میں تو اے بلبل ناداں
نہیں یہ رسم یہاں کوئی کسی کی داد کو پہنچے

طریق عجز میں مجھہ سا تھہ جو مقابل ہو
سوائے خاک نہ میرے کوئی بسر آوے

اتنا لکھائیو میری لوح مزار پر
یہاں تک نہ دے حیات کہ کوئی خفا کرے

فکر معاش و مہر* بتاں' یاد رفتگاں
اس زندگی میں اب کوئی کیا کیا کیا کرے

گر ہو شراب و خلوت و محبوب خوبروے
زاهد تجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے

کیجو اثر قبول کہ تجھہ تک ہماری آہ
سینے سے ارمغاں لئے لخت جگر گئی

مت پوچھہ یہ کہ رات کٹی کیوں کہ مجھہ بغیر
اس گفتگو سے فائدہ؟ پیارے گزر گئی

'سودا' لکھا فغاں کو یہ خط اس کے یار نے
جس وقت اُس کے حال کی اس کو خبر گئی   قطعہ بند

---

* (ن) عشق —

سن اے فغاں جہان میں عاشق جو ہو گیا
معشوق سے اِسی روش اُس کی گزر گئی
شیریں نے جور کب نہ کیا کوہ کن کے سر
مجنوں پہ کیا جفا تھی جو لیلیٰ نہ کر گئی
کل ہی پڑی سسکتی تھی بلبل چمن کے بیچ
ذرہ نہ اُس کے حال پہ گل کی نظر گئی
پروانے رات شمع سے اٹھے چلے کہ بس
خاکستر اُن کی لے کے صبا دوش پر گئی
میں تازہ کچھہ کیا ہے کہ بدنامی کو مری *
تیری صداے آہ و فغاں § گھر بکھر گئی
حرمت رکھی نہ رعد کی فریاد نے تری
رونے سے تیرے ابروے ابر تر گئی
لوہو سے تیرے سر کے ' ہے دیوار گھر کی سرخ
آنکھوں سے موج خون کی بھروں در گئی
القصّہ خط کو پڑہ کے یہ ان نے لکھا جواب †
تیرے ہی دل کی چاہ ‡ نہ جانوں کدھر گئی
شیریں کی بات $ میں نہ کہوں ورنہ یارہا
لیلیٰ ' جدھر تھی وادیِ مجنوں ادھر گئی
یہاں تک تو گھت میں لیلیٰ کے مجنوں سما گیا
اُن کی اس اتحاد سے باہم بسر گئی

---

* (ن) تیری † (ن) کہ خیر ‡ (ن) مہر
$ (ن) ایک § آواز آہ و نالہ تری

جاری ہوا ہے خوں رگ مجنوں سے وقت فصد
لیلیٰ کی پوست مال اگر نیشتر گئی
ظالم! کنّوز گل کا گریباں ہوا ہے چاک
اک عندلیب گر اجل اپنی سے مرگئی
پروانہ کوں سا نہ جلا شام کو کہ شمع
روتی ہوئی نہ بزم سے وقت سحر گئی
یہ گفتگو تو قطع نظر اس سے مجھ کو کیا
مجھ سے جفاے ہجر کی طاقت اگر گئی
شکوہ تو کیوں کرے ہے مرے اشک سرخ کا
تیری کب آستیں مرے لوہو سے بھر گئی

عجب بیداد حسرت پر مری صیاد کرتا ہے
دکھاتا ہے اُسے مجھ کو جسے آزاد کرتا ہے

منہ لگاوے کوں مجھ کو گر نہ پوچھے تو مجھے
عکس بھی دیتا نہیں اب آئینے میں رو مجھے
ناتوانی بھی عجب کچھ ہے کہ گلشن میں، نسیم
نت لئے پھرتی ہے دوش اوپر برنگ بو مجھے

کیا ضد ہے مرے ساتھ خدا جانے وگر نہ
کافی ہے تسلی کو مری ایک نظر بھی
کہہ ابر! قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے
تجھ چشم سے ٹپکا ہے کبھی لخت جگر بھی
کس ہستی موہوم پہ نازاں ہے تو اے یار
کچھ اپنے شب و روز کی ہے تجھ کو خبر بھی

'سودا' تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات
آئی ہے فجر ہونے کو ٹک تو کہیں مر بھی

میر سجاد "سجاد"

تخلص - صف آرائے معارک سخندانی' و شہسوار چابک خرام میدان معانی است - مرآت طبعش از مصقلۂ تربیت میاں 'آبرو' صفا پذیرفتہ' و آفتاب عالم تاب ہستی او در مشرق 'اکبر آباد' طلوع و سطوع گرفتہ- شعر ایہام بسیار میگوید' و مضامین خوب خوب بنظم می آرد - حقا کہ رتبۂ عالی او فوقیت بر رتبۂ میاں 'آبرو' میدارد' و شعر شیرینش در عذوبت' این احقر بہتر ازو می شمارد - و اشعارش بفقیر نرسیدہ' این چند ابیات از تذکرتین فرا گرفتہ' زیب اوراق می سازد —

کافر بتوں سے داد نہ چاہو کہ یہاں کوئی
مرجا ستم سے اُن کے تو کہتے ہیں حق ہوا

بجاے لفظ 'کافر' کہ اوّل پیش مصراع واقع است' اصلاح میر تقی 'میر' "باطل" گفتہ —

گر تیرے گل کے آنے نہیں کھوئے نہیں حواس
'سجاد' کیوں پھرے ہے سجن آج فق ہوا

ساقی! بغیر جام کے جیو کا بچاؤ نہیں
جوں فیل مست آوے ہے ابر سیہ' پلا!

کیوں مشت گِل بھی دل کی نہ رونے میں بہہ گئی
'سجاد' مجکو باقی ہے چشموں سے یہ گِلا

بے تکلف ہو سبھوں سے وہ ملے ہے ' سجاد '

دختر رز بھی عجب طور کی مستانی ہے

میر محمد تقی " میر " نوشته که " اگر شعر من می بود ' بیش مصراع این قسم موزوں می کردم: —

ع - بے تکلف ہو فیت سرپہ چڑھے ہے ' سجاد' —

راقم سطور ' صاحب' می گوید که فقیر را هم برین دو مصرع یک مصرع چنین بخاطر گذشت: —

ع : ہر کسی مست کے وہ منہہ کو لگے ہے ' سجاد ' —

غم نہیں گر گم ہوا بالوں میں تیرے جا کے دل

پیچ پر تجھہ زلف کے گویا کہ اس کو بل دیا

تجکو اے ' سجاد ' غیر از خنجر بیداد کے

اور بھی کچھہ ظالموں کی دوستی نے پھل دیا

جو دل ہو گلوں سے اٹکتا ہوا وہ کانٹا ہے دل میں کھٹکتا ہوا

بتاں تو چاہتے ' سجاد' تجکو کریں پر کیا خدا نے جو نہ چاہا

---

* گر تنگ زمیں پہ لونڈے کی پیٹھہ کو لگاوے

جا نہں ہم اپنے دل میں رستم کے تئیں پچھاڑا

آتش غم نہں ہم کو سرد کیا دل پھپولا ہوا و درد کیا

* نکات الشعراء میں نہیں ہے —

بتوں کي بھی یہ یاد دو روزھے ہمیشہ رھے نام اللہ کا

اب چلا لے تک آن کر ساقی! عمر کا بھر چکا ھے پیما نہ

عشق میں جا ئیگا کہیں مارا بے طرح دل ہوا ھے آوارا

مقبول اس جہاں کا ہر ایک غنی نہ دیکھا
را جا وھی جو کوئی یہاں سے گیا ھے را نا

'سجاد' کوئی دیکھے بھتابیاں تو دل کی
ھے زندگی ھماری یہ موت کا نمونا

یار سے دل ملا وہ غیر ستی نہ دل اپنا ہوا ' نہ یار اپنا

لڑتے ھو میرے آگے کیا دوا خون دل اپنا پیوں میں یا دوا

دل میں تو خطرہ نہ لا ہرگز طبیب دیکھ کر میرے مرض کو لا دوا

جان و دل سے قبول ھے جا نا پن گلی میں تری مجھے آنا

میں نے جا نا تھا قلم بند کرے گا دو حرف
شوق کے لکھنے کا 'سجاد' نے دفتر کھولا

بیٹھے اگر خوشی سے آ کر چمن میں بلبل
کر یال میں غلیلا ایسا لگے کہ اُڑ جا

خط کتر وا کے آج قینچی سے ہم سے ملنے میں جاے ھے کترا

تیری شمشیر سے جدا ہو کر سر مرا مجھکو تن نہیں دیتا

کیا گرے پاؤں بھی کہ جنگل میں کچھ نہیں آبلوں سے چل سکتا

مرے دیکھ کر حال داماں کا پھٹے کیوں نہ سینہ گریباں کا

سب کی نظر سے گر کر ایک دم میں پست ہو جا
گر میکشوں میں آوے زاہد تو مست ہو جا

قاتل کی تیغ آگے جاتے ہیں ہم ندھڑک
ہرگز ہمارے دل میں سر کا نہیں ہے دھڑکا

شتابی پلا دے کہ جاتا ہے ابر جو کچھ باقی ساقی رہی ہو شراب

'سجاد' مہرباں کرے کوئی اس کو کس طرح
غصہ ہوا ہے یار میں کچھ ان دنوں غضب

چین دے ہے نہ چین لے ہے آپ دل ہمارا ہوا ہے جیو کو پاپ
کبھی منزل ہوی نہیں پیدا بہت اس راہ کو گئے ہیں ناپ

ہر کام کا اگرچہ ہوتا ہے سہل اول
پر عشق کی ستم ہے کوئی ابتدا نہایت

ایک دکھ ہے عاشقی کے پنتھ میں پاؤں کے نز دیک راہ دوردست

جلنے سے صدق دل کے سبب بچ گیا خلیل
وہ بات ہے کہ سانچ کو ہرگز نہیں ہے آنچ

دل ! آبادی میں تنہا کھینچ مت رنج
کہ ویرانے میں دیوانوں کا ہے گنج

بند میں مت رہ دوانے! عقل کے   کر گریباں چاک چھاتی کھول کر

غیروں کو جان! خواب میں غفلت میں ڈال کر
اک رات آ کے سو رہو ہم پاس آنکھ موند

مر گئے پر، اگر نہیں آسیب   کیونکہ رکھتے ہیں قبر پر تعویذ

مت ہو نامہ عبث کو جا کاغذ   اپنے اوپر نہ حرف لا کاغذ
یہ دھواں سا فلک ستاروں سات   ہے نظر میں مری جلا کاغذ
آسماں ایک رقعہ وار نہیں   غم کے لکھنے کو ہو بڑا کاغذ

جتنے چمن کے بیچ بٹھائے ہیں نونہال
تعظیم تیری کرتے ہیں سب اٹھ کے سرو قد

اس فصل گل میں جوش جنوں کا ہوا ہے قہر
جنگل میں آ بھرا ہے نکل کر تمام شہر
ہوتی نہیں ہے سرد ہمارے یہ دل کی آگ
لاگی ہے جس زمانے سے جلتی ہے دھر دھر

سبھی جلتے تھے شمع و پروانہ   رات یہ دن تھے اہل مجلس پر

باد صبا سے زلف معطر کی ہم تلک
مدت ہوئی کہ پہنچی نہیں کچھ خبر عطر *

کوئی کم گیا ہو گا زلفوں کی راہ   بہت رکھتے ہیں اس سفر سے حذر

دوانے کا نہیں مطلب دوانہ   تو کیوں نامے پہ ہے سطروں کی زنجیر

---

* مطبوعہ نکات الشعراء میں نہیں ہے —

شوق جنوں میں تیرے، عوض چاک جیب کے
نرگس چمن میں دیکھے ہے آنکھوں کو پھاڑ پھاڑ

لخت جگر ہمارا پانوں کے سات کھا کر
کرتے ہو ہم سے باتیں اب تم چبا چبا کر

کیوں زرق برق کرکے نہ حاضر ہوں تجھہ حضور
ہیں تیرے گھر کے سب یہ زری پوش خواجہ تاش*

کھا گیا مجروح دل میرے کو داغ
حال کیا کچھہ گوشت کا کرتا ہے زاغ

میرے تمام حال کی تقریر ہے یہ زلف
روز سیاہ و نالۂ شبگیر ہے یہ زلف

خاموش اس سبب ستی رہتا ہے بیشتر
تنگ اس قدر ہے منہ کہ نکلتا نہیں ہے حرف

دور میں رخسار کے تیرے کہیں انصاف نہیں
خط چرالے جاہے دل کو اور باندھی جاہے زلف

جس خوبرو کے دل میں نہ عاشق سے ہو نفاق
کہتے ہیں سارے اُس کے تئیں حسن اتفاق

دل کو کبھی پیار دلا کر کے تو سجن!
لا گا نہیں گلے سے مرے آ کے آج لگ

جب تک ترے بدن کو نہ عاشق بدن لگائے
لگتا نہیں ہے تب تئیں ہرگز کچھہ اس کے انگ

---

* مطبوعہ نکات الشعراء میں نہیں ہے —

زلفوں کے جب اُلجھتی ہیں اُس سات آکے بال
دیتا ہے شانہ عاجزی سے دانت تب نکال

گلی میں تری بیٹھتے ہی سجن
اِن آنکھوں سے آتے ہیں آنسو نکل

تدبیر اور کچھ نہیں مجنوں کے حسب حال
لیلیٰ کے والدین اسے دیں شہر نکال

کیا جانتے تھے ہم سے مل کر کے اصل سے گُل
اب کے بہار میں یوں ہوویں گی فصل سے گُل

' سجاد ' فکر ہم نہ کریں کیونکہ شعر کی
لکتے ہیں جا کے یار کے منہ سے سخن میں ہم

ایک دل رکھتا ہوں جو چاہے سولے جاوے اُسے
خواہ زلفیں' خواہ ابرو' خواہ مژگاں' خواہ چشم
پھیر جائیں خوبرو آنکھیں' کریں ہیں جب بناؤ
دیکھ کر سرمے کے تئیں ہوجاہیں ظالم سیاہ چشم

جب ہم آغوش یار ہوتے ہیں سب مزے در کنار ہوتے ہیں
نا خدائی تک ایک کر ساقی! ایک کشتی میں پار ہوتے ہیں
تیر وہ ہیں کسی نشانے پر میرے سینے کے پار ہوتے ہیں

اب تو ہم نے کیا گریباں چاک تیرے دامن کو کس طرح چھوڑیں

برابر ہے سجن! بندگی کے کاموں میں
نہیں میں دیکھتا صاحب کے کوئی غلاموں میں

کس طرح کوہ کن پہ گذریں گی ہجر کی یہ پہاڑ سی راتیں *

میں شیشیاں شراب کی پیارے! بھری ہوئیں
آنکھیں نشے کے بیچ تمہاری گلابیاں

میں جو اس کی گلی میں جاتا ہوں دل کو کچھ گم ہوا سا پاتا ہوں

سایے میں ہم اُس باغ کے ہر بلبل و گل ساتھ
مدت تئیں دیوار بدیوار رہے ہیں

دیکھوں طبیب درپئے دارو ہے کب تئیں
مرتا ہوں میں تو عشق میں، جیتا ہوں جب تئیں

جو اک دھج ہے ابروے خمدار میں
کہاں پائی یہ ضرب تلوار میں

ہر سادہ رو مخطط ہونے کی دھن رکھے ہے
لیکن کوئی نکالے تیرا سا خط تو لکھ دیں

جب کرے ہے ترے دھن کا بیاں منہ سے غنچے کے پھول جھڑتے ہیں

تیغ تیری کے تلے دھرجائے سر جان! اتنا کوئی جی رکھتا نہیں

تیری وحشی نگہ سے جنگل میں بھاگنے پر غزال بیٹھے ہیں

دونوں طرف جو منہ پہ ہیں موجیں سی ماریاں
لہریں ہیں میرے شوق کی زلفیں تمہاریاں

---

* از مصنف ہم چنیں ہر دو مصرع شنیدہ شد: —
ہجر شیریں میں کیوں کہ کاٹے گا کوہ کن یہ پہاڑ سی راتیں
نکات الشعراء

صیتِ شعر اب مرا ہوا ہے بلند　　شاعروں کو کہو کہ فکر کریں

لبِ شیریں پہ اُس کے مرتا ہوں　　زندگی اپنی تلخ کرتا ہوں

یہ 'سجاد' کے دل کے جلنے کی قدر　　نہیں بوجھتی شمع اس کو بجھاؤ

میرا جلا ہوا دل مژگاں کے کب ہے لائق
اس آبلے کو کیوں تم کانٹوں میں اینچتے ہو

دیکھ مہندی لگی ان ہاتھوں کو　　پھول آکر لگے ہیں پانوؤں کو

تو روز وصل لے بیٹھے ہے پاس کن کن کو
یہ راتیں ہجر کی کاٹی نہیں ہم اِسی دن کو

چھاتی تڑپے ہے کھلتے وس کی گانٹھ　　زرہ و غنچے کی طرح جس کی گانٹھ
سانپ کی طرح کنڈلی مارے ہے　　زلف تیری ہے کوئی بس کی گانٹھ

نہ جیوں زلف تیرہ ہے* ہر دل کی آہ　　نصیبوں سے ملتے ہیں بخت سیاہ

تجھ بن آنکھیاں تلے اندھیرا ہے　　پتلیاں یے نہیں نین میں سیاہ

دل جیسے خط کے سبزے میں کھلیان ہوگئے
پڑتے ہیں ایسے جنگ میں بھی کھیت گاہ گاہ

شرمندہ ہوگئی ہے ترے منہ سے آرسی
اب پھر کے روبرو ترے وو ہرگز آئے نہ

یار کا جامہ ہسں ہے گا عزیز　　یوسف اپنا پیرہن تہ کر رکھے

رات اُس زلف کا وہ افسانہ قصہ کوتہ بڑی کہانی ہے
آ بنے ہے خدا سے پیری میں بت پرستی ہے اور جوانی ہے

جو کوئی گرا سو آخر تحت الثریٰ کو پہنچا
ظالم کے گھر کی گلیاں کچھہ کم نہیں کنوے سے

ہاتھہ ہی میں رہے ہے طفلوں کے یہ تماشے کا دل کھلونا ہے

تک اس کی کان دھر کر تم سنیے لے پرانے درد مندوں کی ہے یے لے
بختوں بازی کہوں سجن مل جائے لیکن ایسے کہاں نصیب مرے *

عشق کی ناؤ پار کیا ہووے جو یہ کشتی تری تو بس ڈوبی

تمہیں غیر سے صحبت اب آبنی اسی دوستی ہم سے ہے دشمنی

بتوں کے تئیں کس قدر مانتا ہے یہ کافر مرا جیو خدا جانتا ہے
جب تک نہیں پہنچتی ترے آستاں تلک
تب تک ہماری خاک کی مٹی خراب ہے

کچھہ یہ سجاد کے جیو پر ہی عجب حالت ہے
ورنہ دیکھے ہیں میں اس درد کے بیمار کئی

موچنیں سے لبیں توست لے شیخ پشم نوچے سے کیا اپڑتی ہے †
اے صنم زنار پہنی تجھہ وفا کے واسطے
ورنہ کوئی کافر نہیں ہوتا خدا کے واسطے

---

* نکات الشعراء میں نہیں ہے † نکات لشعراء میں نہیں ہے

دم بہ دم تیری تیغ اُگلے ہے　　عاشقوں کا سجن! لہو پی پی

جیسی روشن ہے سب پہ روشن ہے　　ماہ‌رو بن یہ شمع محفل میں

یہ ابرو تری ننگی شمشیر ہے　　سپرداری اُس کی کسی سے نہ ہو

کیا پھولوں نے سر اُٹھایا ہے　　پاؤں جنگل میں دھر نے دیتے نہیں

جاں ہر چند ہم گئے ہونگے　　ہرگز آنے نہ دینگے غیروں کو

یعقوب کے جب عشق پڑا سر پہ ٹوٹ کر
آنکھوں نے اُس کی رودیا آخر کو پھوٹ کر

بہار آئی سبھی غنچے ہیں خواہاں آج تو دل کے
شتابی سے نہ دیجو بلبل اوزاں اس کو تک سستا
تجھے لائق نہیں گل توڑ کر کے ہاتھہ میں رکھنا
تری یہ نگلیاں مہندی، لگی پھولوں کا ہے دستا

کہ جس کا عاشقی کے بیچ گھر جائے　　وہی خانہ خراب اس دکھہ کو جانے

ہنسا مت کر رقیبوں سات ہا ہا　　سجن! منت کروں ہوں مان جا تو

کہ عاشق کا جی کھوکے کیا پائیگا　　کوئی جا کے قاتل کو سمجھا ئیگا
یہ دیکھو کہ اپنا کیا پائیے　　کہا دل نے اتنا تو خوبوں کے تیئں

ہو کلیجا جس کا لوہا سار کا　　آئینے کی طرح وہ تجھہ منہ پہ آے

کوئی گل ایسا نہیں خوش بو پیا　　جس طرح کی باس کا ہے توپیا
جو کوئی پاتا ہے تیرا روپیا　　اشرفی، پیسے سے نہیں رکھتا ہے کام

ایک ایک بال کر کے لے جائینگے دے بوسا
لڑکوں کے هات زاهد ڈاڑهی رها هے کهوسا

غم یہ سنگیں دلوں کا هے بهاری نہیں جاتا طرح تا لا

لبریز هوکے شیشے سے اگلے پڑے هے مے
کون اِس کے اشتیاق میں هے جاں بلب هوا

رفتار کا تمهاری نہیں شور جگ میں اب کا
جا کوہ میں چهپا هے خجلت سے کبک کب کا

هم اسیروں کے دل پہ پهندوں کا تیری زلفوں نے تار باندهدیا

مجلس شراب کی نہیں هوتی هے گرم آج
گذرا هے میکدے میں کوئی شیخ شوم سا

دوانے کو نہیں خلعت سے کچهہ کام وو جنگل میں پهرے هے بے سروپا

هر ایک طرف کو اپنے یوسف کا هوکے جویا
یعقوب مجهہ برابر کہیں خواب میں نہ رویا

عشق میں جی نکل نہیں سکتا مر نہیں کوئی بے اجل سکتا

جو لگے تم کو بهلا جان! وهی بہتر هے
دل برا تم نے کیا هم سے بہت خوب کیا

کیا دل سخت، پرا لذت کہاں جائے بجهے سینے میں پتهر کے شرر کب

جام نہیں منہ سے لگایا تجهہ بغیر آ رها هے جاں میرا جاں بلب
خاک سے دل، چشم نرگس هو اُگا اب تئیں بهی دیکهنے کی هے طلب

عبث نہیں هے دریا کا یہ اِضطراب تری زلف کو دیکهہ هوتا هے آب

تنہا نہ ایک چاند ہے گردش میں تجھہ حضور
کرتا ہے آفتاب بھی تجھہ آگے دوڑ دھوپ

مژگاں کی صف میں چھپ کے نگہ یوں کرے ہے چوٹ
صیاد جیوں شکار کی ٹٹی کی بیٹھے اوٹ
ہوتا نہیں ہے قلب میں ' عاشق کے سات صاف
جس سیم تن کے ہوتی ہے کچھہ دل کے بیچ کھوٹ
بازی ہمیشہ دینے کے رہتے ہیں داؤ میں
زاہد جو بیٹھتے ہیں یہ خانوں میں مار گوٹ
'سجاد' تیر کھانے کو ابرو کمان کے
رہتی ہے میرے دل کو نشانے کے سات چوٹ

جیتے جی ہرگز اس سے اُٹھاتا نہیں ہوں ہات
تیری بھواں کی تیغ ہے ظالم یہ سر کے سات
چپ رہ گئے ہیں دیکھہ کے سب تجھہ دہن کے تئیں
آتی نہیں ہے کہنے میں کچھہ تجھہ لبوں کی بات

خوش وقتیوں سے کیوں نہ کرے ہات پاؤں گم
'سجاد' اُس کے پاؤں لگیں جس کسی کے ہات

مہندی کی مچھلیوں کی طرح غرق خوں ہے دل
تجھہ ہات بیچ دیکھہ کے اس شست کی نشست
میرے ضعیف سینے پہ یوں بیٹھتا ہے ہاتھہ
جیسے کہ ناتواں پہ زبردست کی نشست

یوں گھر گیا جو زلف میں کیا جانتا تھا دل
عاشق کو سر اُٹھاتے ہی پڑ جائیگا یہ پیچ

دوری میں درد ہجر کا، اور وصل میں جفا
اس عاشقی کے پنتھہ میں مشکل ہے ہر طرح

چرخ کبود ہے یہ ہرگز نہ بوجھیو تم
دل سوختوں کے باندھا ہے دود دل نے گنبد

دشمن سبھی طرح ستی ہیں دین و دل کے یہ
کافر بتوں کا جی میں نہ دیوے خدا پیار
تو اُٹھہ گیا ہے جب ستی آغوش سے سجن!
بیٹھا ہے تب سے دل بھی مرا مجھہ سے بے کنار

کوہکن کیوں نہ سر کو پھوڑ مرے لی ہے جا کس پہاڑ سے ٹکر

ہلال آسماں سے بہتری میں ترا ایک ایک نُہ ہے دس برابر

بت پرستی و میکشی سے دل! کب تو توبہ کرے ہے توبہ کر

اُٹھے ہے دیکھو ہر طرف بار بار صبا کیا اُڑاتی ہے گل کی بہار

لاتا ہے امروز فردا ہمیں کسی کا نہیں آج کل اعتبار

ہجر کی راتوں بھی آخر کٹ گئیں ایک سے رہتے نہیں ہیں دن ہموش

اور ہی طرح کا سخت وو کافر ہے سنگدل
تو مثل اس صنم کے نہ ہر بت کے تئیں تراش

دوستی میں کسی پہ بوجھہ نہ دے تو دلوں پر نہ ہووے بار اخلاص
اپنا دشمن جو ہو کوئی 'سجاد' وہ کسی سے کرے پیارا خلاص

چھوڑتے فصد اِس دوانے کی چھوٹ فصاد کی نہ جاوے نبض

یہ جلنا دل اپنے کا آتا ہے یاد
جہاں جلتے دیکھوں ہوں مجلس میں شمع

کب گریباں چاک پرتنگی کرے ہے جنوں کے دشت کا دامن وسیع

جان! رونے کے سبب دل بجھ گیا منہ میں جلتا رہے کیوں کر چراغ

پھول لالا کے نہیں جھڑ جھڑ پڑے یہ باغ میں
جو ہوے بسمل ہیں سو اُن کے یہ ہیں لوھو کے داغ

رھو آہ دل سوز میرے سے فرق کہ ہے خوشہ چیں اس کے خرمن میں برق
بھنور میں تری زلف کے دل مرا سدا فکر میں ڈوبنے کے ہے غرق

سدا ٹوک لیتے تھے تم پیار سے لگی کس کی اس ٹوک اپنے کو ٹوک

سکوروں میں جلتے ہیں جیسے چراغ
یہ آنکھوں میں اس طرح جلتے ہیں اشک

نظر میں جس گھڑی اُس گل پہ ڈالی نہیں آرام تد سے شاخ کو تل
کہیں برھم نہ کھاجاے شور محشر قیامت شور پر ہے یہ مرا دل
نہ دیکھا دل نے اس کو خواب میں بھی عبث کس نیند تو سو تا ہے غافل

ھوتے نہیں جو شمع تری انجمن میں ہم
جلتے ہیں سرنچ سونچ کے اپنے ہی من میں ہم

رو دیا ترت یار نے 'سجاد'! جب مری آنکھ سے ملائی آنکھ

جو کہا غیروں سے ' اور ہم سے نہیں سن رہیں گے ہم بھی وہ باتیں کہیں

آنے کا خواب میں بھی نہیں وہ کبھی نظر
'سجاد' تو گیا ہے عبث کس خیال میں

عشق سے کس کے نہیں داغ جگر جلتے ہیں
سنگ ہے تس کے بھی سینے میں شرر جلتے ہیں

اگر وہ صبح کو مجرا کسی کا لینے کوں
نکل کے گھر ستی آوے تو ہم سلام کریں

اے خدا درد ستی ہائے بت کافر کے
حال بد تر ہے مرا تجھ کو ہے بہتر معلوم

دوانا کہاتا ہو جو دشت کا فکل دیکھے تک آج میدان میں
کتابی ہے ہر شعر 'سجاد' کا پسند اُس کو کرتے ہیں دیوان میں

سجن کی زلف پہ جب تک نگاہ رہتی ہے
نہ اشک تھمتے ہیں اک دم نہ آہ رہتی ہے

آ کھڑا تو ہوا جو کوٹھے پر گھر گئے عاشقوں کے بیٹھ گئی

دل مرے کا لکھا ہے جب سے سوز تب ستی ہے قلم کی نوک جلی
سن کے مرے فغاں کو عالم میں نے کسی نے پھر ہات بیچ نہ لی

دل ہو گیا پھپولا پیارے ! تمام جل کے
کیا تجھ نہال سے ہوں امیدوار پھل کے

تنہا نہ دل مرے نے زلفوں سے تاب کھایا
گلشن کے بیچ سنبل کھاتا ہے تاب ہلکے

ایسے ترے چمکتے دانتوں کو دیکھہ پیارے !
پانی ہو جاے موتی مارے نہ کیونکہ جھلکے

کیا جانتا تھا، مجھکو رسوا کریں گے سب میں
یہ طفل اشک میری آنکھوں کے بیچ پل کے

تجھہ سات رات بسکے نہیں کوی رہا شگفتہ
ہر صبح دم پیارے ! کہتے ہیں ہار گل کے *

بات احمد کی بہت زیادہ ہے   عقل کا وہاں سوار پیادہ ہے
چرخ سے شق ہو چاند کا گرنا   طشت از بام اوفتادہ ہے

سعدی " سعدی "

از شعراے سلف دکن است ، زبانش با روز مرۂ دکن آشنا - مرقدش در جوار برھان پور مشہور است . اشعار او سواے این ریختہ کہ بتذکرۂ نکات الشعرا ، مذکور است ، دیگر بسمع نرسیدہ ، از وست :—

ہمنا تمن کو دل دیا ، تم نے لیا ہور دکھہ دیا
تم یہہ کیا ، ہم وہ کیا ، ایسی بھلی یہ ریت ہے

وونیں کے گھونٹ کروں دو رو کے انجھواں دل بھروں
پیش سگ کویت دھروں ، پیاسا نہ جاوے میت ہے

* گلے کے

" سعدی " غزل انگیختہ ' شیر و شکر آمیختہ
در ریختہ دُر ریختہ ' ہم شعر ہے ' ہم گیت ہے

نجم الدین علی خان "سلام"

ولد شرف الدین علی خان " پیام " - معنی تلاش والا مقام '
واز شعراے شیرین کلام است - مولدش دارالخلافۂ اکبرآباد '
وطبع نکتہ سنجش معنی ایجاد - این دو بیت دیدہ شد :—

حدیث زلف چشم یار سے پوچھ درازی رات کی بیمار سے پوچھ

بے تابیو قسم ہے تمھیں میرے صبر کی
مسلخ میں بعد ذبح تحمل نہ کیجیو

سعادت اللہ خان " سعادت "

از سادات امروھہ بود ' و گرہ معنی نازک بناخن فکر رسا
می کشود - این ابیات از تذکرتین ماخوذ شد :—

کس سے پوچھوں ' دل مرا چوری گیا زلفوں میں رات
ایک جو شانہ ہے سو تو تول میں ڈالے ہے ہات

ہوش کھو دیتی ہوں میرا اُس کی آنکھیں مے پرست
بسکہ ہوں کم ظرف ' دو پیالوں میں ہوجاتا ہوں مست

کیا صید آہوے دل آسواری سے میاں ! تم نے
کمر کی تاب نہیں کھولی گویا چیتے کی ڈوری تھی

والدہ جو سر لوح ترا نام نہ ہوتا   ہر گز کسی آغاز کا انجام نہ ہوتا

یار سے جو رقیب لڑتے ہیں   یہ ہمارے نصیب لڑتے ہیں

اہل زر کے سیم تن ہوتے ہیں رام   صید ہو ہیں جس جگہ دیکھے ہیں دام

پپیہے کی طرح دارو کے شیشے   زبان حال سے کہتے ہیں پی پی

نہیں تجھ ہجر میں پیتے شراب ارغوانی ہم
ارے ساقی! ترے مارے نہیں مانگیں گے پانی ہم

میر ناصر "سامان"

تخلص - سامان سخن گوئی بسیار می داشت، وشعر فارسی خوب می گفت - تربیت یافتۂ میرزا مظہرجان جان است - سخن ریختہ‌اش نمکے دارد :—

رقیباں دیکھ مجھ جلتے ہیں اس بھانت
گویا رشتے میں ہیں اُس شمع رو کے

گوڑا کھو ہوگئے سارے حسو داں   اُڑائے ہیں انوں کو ہم لے سوکے

سبھی کہنے لگے اب شعر ایہام   سلیقے کم ہیں 'ساماں' گفتگو کے

'فتح علی خاں' این دو بیت می نویسد :—

اتھیں کیوں کر نہ اب دل سے بھبوکے   کبھو تھے آشنا ہم بھی کسو کے

خبر بھی آونے پے رہ گئی ہے   کبوتر اُڑگئے پیتم کی کو کے

میر سراج الدین " سراج " *

تخلص - شمع چرب زبان بزم روشن بیانی ' و سراج میر محفل آتش زبانی است - بازار ریختہ در دکن بعد ' ولی ' دکنی ازو گرم گردیدہ ' و آوازۂ سخنش از بس اشتہار عالم رسیدہ - شعر پر سوزش دل فروز ' و سخن پختہ‌اش گلو سوز است - درین ایام با راقم سطور گرم می جوشد ' ودم از دل سوزي مي زند - غرض مغتنم است ' حق تعالی سلامت دارد-در دیباچۂ منتخب دواوین فارسی کہ در سنۂ تسع و ستین و مائة و الف تالیف ساختہ' و تاریخ تالیف " منتخب دیوانہا

---

* شاہ سراج الدین ' سراج ' اورنگ‌آبادی از ابتدا در مسلک سپاهیان نوکري مي کرد' الحال ترک روزگار کردہ از چند سال لباس درویشی پوشیدہ است - در فکر ریختۂ ہندی طبع موزونے دارد - دیوان ریختۂ ہندي ترتیب دادہ - گاہے در فکر اشعار فارسی می گراید ازوست :—

یاد رکھہ اے دل خوں گشتہ کہ جیوں تکمۂ لعل
جامہ زیبوں کے گریباں کا گلو گیر نہ ہو

ہوا ہے دست بیعت خانوادے میں ترے غم کے
رہے گا سلسلہ آنسوں کا جاری روز محشر لگ

ترش روئی کی تم اب لانے لگے طرزیں نئی
کوئی دنوں تھی فصل میٹھوں کی سو شاید ہوگئی

مجھہ نگیں داغ دل پر نقش ہے حرف وفا
عشق کی امت میں ہوں مہر نبوت کی قسم

شعر رنگیں کے غزالوں کوں کیا صید سراج
رشتۂ دام ہے تار نگہ چشم خیال

(تحفة الشعراء)

یافته ' احوال خود می نگارد - و راقم سطور ازان جا
نقل بر می دارد ' که " این فقیر از سن دوازده سالگی بغلبهٔ
شوق (بجهة) هفت‌سال جامهٔ عریانی در برداشت و بتکلیف نشاء
بیخودی اکثر در سواد روضهٔ متبرکهٔ حضرت برهان‌الدین
غریب شبها بروز می آورد ' از جوش همان مستی اشعار شور
انگیز و ابیات درد آمیز بزبان فارسی از سکمن جان بعرصهٔ زبان
می آمد و باقتضاے احوال خامه را به تحریر آن آشنا می ساخت'
احیاناً شوق مندی حاضرالوقت می بود بجهة حلاوت ذائقهٔ طبع
خود کاغذ را سیاه می نمود و اگر آن اشعار تمام به تحریر
می‌آمد ' دیوانے ضخیم ترتیب می‌یافت - چون تقاضاے عمر قابل
آن همه سخن سنجیها نبود ' باستماع آن موز ونات حال عالمے
در ورطهٔ تعجب افتاده ' از حجلهٔ اهتمامات بقصور می آورد
بعد انقضاے مدت مسطوره تلاش لذت تحقیق محرک رگ جان
گردید ' تا بآن وساطت بجناب حامی شریعت غرّی ' سالک
طریقت‌الاخفی' واقف حقیقت‌الهولی' عارف معرفت‌الکبری' قبلهٔ
مریدان راسخ‌الیقین و صاحب‌الایمان' کعبهٔ مستفضیان کامل‌الصدق
و ثابت‌البرهان' حضرت خواجه‌سید‌شاه‌عبدالرحمن چشتی قدس‌الله
سره‌العزیز که وصال مقدسش در سنة احدی وستین و مایة والف
اتفاق افتاد - مستعد ارادت گشته ' فیض یاب ارشاد گردید ' و
جرعه از بزم عنایت آن ساقی شراب هدایت' موافق حوصلهٔ خود
چشید - درآن ایام براے پاس خاطر عزیز عبدالرسول‌خان صاحب
که برادر طریق این فقیر اند ' اکثر اشعار آبدار در زبان ریخته
بسلک سطور منسلک گشت - ایشان آن جواهر متفرق را که

قریب پنج هزار بیت بود به ترتیب دیوان مرتب نموده ' حصۂ مشتاقان خاص گردید ' و رفته رفته شہرۂ تمام یافت ' که بعام هم رسید و فقیر بعد چندے بلباس فاخرۂ " الفقر فخری " ممتاز گردید و از همان روز موافق امر مرشد ' برحق تا حالت تحریر که سال هفدهم است ' دست زبان از دامن سخن موزون کشید " - انتهی —

مثنوی شاہ صاحب مسمیٰ به " بوستان خیال " که جملۂ ابیاتش یک هزار و یک‌صد و شصت باشد بنظر در آمد - حقا که خون از رگ اندیشه چکانیده است مطلع او این‌ست :—

ارے هم نشینو! مرا دکھ سنو　　مرے دل کے گلشن کی کلیاں چنو

اشعار آبدارش مشہور آفاق است ' از بس اشتہار حاجت تحریر ندارد ' ولیکن بنا بر التزام این جریدہ بقلم می آرد :—

دل جگر کی پھکڑیاں آہوں کے تاگوں میں پرو
بیٹھ کر دوکان غم پر پھول والا هو گیا

اشک باراں ' آہ بجلی ' هجر کی کالی گھٹا
ماہ رو بن کس طرح کا برشگالا هو گیا

نیند سے کھل گئیں مری آنکھیں سو دیکھا یار کو
یا اندھارا اس قدر تھا یا اُجالا هو گیا

بھر رہا ہے بس که دود آہ میرا اے ' سراج '
آسماں جوں پردۂ فانوس کالا هو گیا

آیا پیا شراب کا پیالہ پیا هوا
دل کے دئے کی جوت کا کاجل دیا هوا

نہیں جب سے پاس شاھد گلگوں قبا 'سراج'
جی پر ھے تنگ جسم کا جامہ سیا ہوا

مشہد میں قمریوں کے وو سرو قد جو آوے
شمشاد ہر چمن کا شمع مزار ہووے گا

آئینہ رو کے دل میں نہیں عکس مہربانی
میری طرف سے اُس کو شاید غبار ہووے گا

دل مرا زلف ستی چھوٹ پھنسا ابرو میں
کفر کو ترک کیا مائل محراب ہوا

رخسار یار حلقہ کاکل میں ھے عیاں
یا چاند ھے 'سراج' اماوس کی رات کا

اُس پھول سے چہرے کو جو کوئی یاد کرے گا
ہر آن میں سو سو چمن ایجاد کرے گا

جب بہت میں تعریف کہوں اس کی بھووں کی
البتہ ہلالی بھی اسے صاد کرے گا

جان و دل سے میں گرفتار ھوں کن کا، اِن کا
بندۂ بے زر و دینار ھوں کن کا، اِن کا

صبر کے باغ کے منڈوے سے جھڑا ھوں جیوں پھول
اب تو لاچار گلے ہار ھوں کن کا، اِن کا

حوض کوثر کی نہیں چاہ، ز نخداں کی قسم
تشنۂ شربت دیدار ھوں کن کا، اِن کا

جل گیا پروانہ، پن مجھ سا سمندر خو نہیں
یہ سخن شاگرد کا اُستاد پر باقی رہا

جاتا ہے مرا جان نپٹ پیاس لگی ہے
منگتا ہوں ذرا شربت دیدار کسی کا

سب پر ہے کرم مجھ پہ ستم، کیا ہے دورنگی
دلدار کسی کا ہے، دل آزار کسی کا

زنجیر بھلی، قید بھلی، موت بھی جیوں تھوں
پن حق نکرے کس کو گرفتار کسی کا

میں ہوں تو دوانہ، پہ کسی زلف کا نہیں ہوں
واللہ کہ رکھتا نہیں یک تار کسی کا

ابروے پرچیں کو تیرے دیکھ دل حیراں ہوا
کیا مگر شمشیر جوہر دار کو دیکھا نہ تھا

دل مرا بیخودی کے دریا میں — سب سے آزاد ہو نہنگ ہوا

دورنگی خوب نہیں یکرنگ ہو جا — سراپا موم ہو یا سنگ ہو جا

حنا سے تم نے نہیں باندھی ہے مٹھی — لئے ہو ہات شاید دل کسی کا

تجکو اے آہو نگہ کس نے سکھایا یہ طرح
یا تو تھا اوروں سے رم یا ہم سیں رم ہونے لگا

ماجرا سنکر ہمارے اشک بے پایان کا
آب ہو جاتا ہے زہرہ نوح کے طوفان کا

دیکھ کر دریا میں اُس مہندی بھرے ہاتھوں کا عکس
خشک ہو جاتا ہے لہو پنجۂ مرجان کا

ہے بیان شور بیتابی مرے ہر بیت میں
برق کے سونے سے جدول چاہیے دیوان کا

تورے نہیں ہیں سوخ تری چشم مست میں
شاید چڑھا ہے خون کسی بے گناہ کا

آ مری آہ کا تماشا دیکھہ گر تجھے ذوق ہے ہوائی کا

جو تیوری چڑھاوے' تو جی کو لجھاوے' وگر مسکراوے' تو پھر گر جلاوے
نیا اِن دنوں میں ہے دیکھا ہے ہم نے وو ساحر کی افسوں گری کا تماشا

بت پرستوں کو ہے ایمان حقیقی وصل بت
برگ گل ہے بلبلوں کو جلد قرآن مجید
لشکر قلب صف عشاق میں ہے غلغلہ
یکّہ تاز آہ کو کس نے کیا ہے نار سید
باغ سے گلچیں چلا تب بلبلوں نے غل کئے
حضرت گل کو کیے جاتا ہے یہ کافر شہید

نظر آتا ہے قد ترا مجکو سرو آزاد گلشن ایجاد

یہ تنگی انھوں کے دہن کی نہ پاوے گا اپنے گریباں میں سر کو نوا تو ں
اے غنچے نہ باغی ہو مہتاب رویوں سے مت خندہ پن کر چکوروں کے مانند
غم کے پہاڑوں کو سر پر اٹھاے ہیں وحشت کے پنجوں سے آھوں نے میری
دل کے اکھاڑے میں اب کون ہمسر ہے ان پہلوانوں کے زوروں کے مانند

رخ ترا نسخۂ گلستاں ہے ہے خط سبز جدول زنگار

ہے سری ہر ہر پلک پر جلوہ گر خون جگر
دیکھہ دریا کے کنارے پر چراغاں ہے ہنوز

گل گلاب کے جیوں اس پاس ریحاں ہے
عیاں ہوا ترے رخسار پر خط شب رنگ
ترے دہن کی مسی سے مجھے ہوا معلوم
نماز شام کا ہے وقت اب نہایت تنگ

یک جا ہوے ہیں بلبل و پروانہ اے ' سراج '
اس شمع رو کے چہرۂ گلنار کی قسم

مثل سیماب آتش غم میں ز بس بیتاب ہوں
بعد مرنے خاک میری کیمیا سیں کم نہیں

پیچ کھا کھا کر ہماری آہ میں گرہاں پڑیں
ہے یہی سمرن تری در کار کوئی مالا نہیں

گذر غیر کا نہیں شتابی سے آؤ
دل و دیدہ خالی ہیں دونوں سرائیں

ارے غنچہ ہر صبح اس خوش دہن سیں
مناسب نہیں خندہ پن کی ادائیں

دو زلفوں نے گھیرے ہیں چہرے کو تیرے
بلائیں بھی لیتی ہیں تیری بلائیں

کہو کیونکر رہے فوج خودی * کا مورچہ قائم
کہ یہاں قلقل کے گولے شیشۂ مینا سے آتے ہیں

ہر اک ناقوس میں آتی ہے آواز
کہ ہے پر گھٹ وہ ہر ہر کے گھٹ میں

اشک خونیں ہے شفق آج مری آنکھوں میں
سانجھ پھولی ہے ترے باج مری آنکھوں میں

جلنا تڑپ تڑپ کر ' مرنا سسک سسک کر
فریاد ! ایک جی ہے کس کس خرابیوں میں

---

* (ن) خرد (کلیات) ۔

مل کر دو چشم خونیں کرتی ہیں قتل عاشق
کیا اتفاق ہے گا دیکھو شرابیوں میں

ہمارے پر ترش ابرو کیے ہیں　　رقیبوں کے طرف ابرو کیے ہیں

آرزو ہے مری آنکھوں میں رہو پتلی ہو
تم کو دیدوں کی قسم یہ وطن اپنا بوجھو

تمام آیات خوبی ہیں خط و خال　　عجب ہے شوخ کا چہرہ کتابی
کلید آہ سیں صندوق دل کا قفل کھلتا ہے
الٰہی کارخانے کا اسے مشکل کشا کہئے

بہار ساقی ہے بزم گلشن میں مطربان چمن شرابی
پیالہ گل، سر، سبز شیشہ، شراب بو، اور کلی گلابی
ارے چکورو! یہ چاندنی نہیں عبث کے ہو ہجوم تم نے
ہوا ہے جوش بہار نسریں سے دھوپ کا رنگ ماہتابی

کسی استاد تیر انداز نے لے سیں لگا ہوں گے
ہمارے تودہ دل پر عجب لے سیں چلایا ہے (؟)
یکا یک کھول کر مٹھی پلک کی موند لیتی ہیں
مری آنکھوں نے شاید خواب میں کوی لال پایا ہے

فقیر ہم درین زمین ریختہ پنج بیت گفتہ، این ست در ریختہ:—
پھپولا یوں جگر کے شیخ کا انگور لایا ہے
مگر اب کے کچھ اُس کا دل تو سے پینے پہ آیا ہے
تجھے ہم پر کیا معلوم ہووے عشق کی سختی
وہی جانے قدر اس کی کہ جن نے دل گدوایا ہے
نہیں دیکھا ہے شاید قد ترے کو سرو رعنا نے
کہ یوں نخوت سے گلشن بیچ آ، سر کو اُٹھایا ہے

خرد کو عشق میں آ کر رکھیئے طاق کے اوپر
مرے دل نے ترے ابرو سے یہ مضمون پایا ہے

کنشتوں میں مگر اندھیر رہتا ہے کہ اب 'صاحب'
بر ہمن بتکدے میں دان کو یوں جلا یا ہے (؟)

مجنوں بھی گرچہ خاک نشینی میں کم نہ تھا
ہم نے بھی اپنے وقت میں دھو میں اڑا چکے

شہ بیخودی نے عطا کیا مجھے اب لباس برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی، نہ جنوں کی پردہ دری رہی

وہ عجب گھڑی تھی، میں جس گھڑی، لیا درس نسخۂ عشق کا
کہ کتاب عقل کی طاق میں جو دھری تھی تیوں ہی دھری رہی

میں بے خبر تھا اس کے تبسم نے کی خبر
بلبل کی نیند خندۂ گل سے اُچٹ گئی

ہات میں شمشیر لے آتا ہے وہ جلاد خو
عاشقوں کو عید قرباں کی مبارکباد ہے

طوق و زنجیر نہیں جس پہ، کسے رحم آوے
دام الفت کے گر فتار کو کوئی کیا جانے

— قازہ رکھہ آب مہر بانی سیں ایک دل سو چمن ہرا بر ہے
رحم مجھہ پر، کرم رقیبوں پر ہوے تو بہتر نہ ہوے تو بہتر ہے

مرے گھر مہر سیں گر وہ مہ ابرو ہلال آوے
رقیب شوخ طینت کے ستارے پر زوال آوے

بجائے "شوخ طینت" چنین بخاطر می گذرد :—

۶ - کہن طینت رقیبوں کے ستارے پر زوال آوے "

صداے آہ قمری سے چمن میں راگ ہوتا ہے
عجب نہیں جو ہراک شمشاد کو رقت سے حال آوے

نیم بسمل کسی کو حق نہ رکھے   شکر للہ کہ ہم تمام ہوے

بےخطی میں عیاں ہے سبزۂ خط   تیرے عارض میں بسکہ صافی ہے

وو پھول مرا آج کدھر بھول پڑا ہے
دل پھول کے پھولوں نہ سماوے تو بجا ہے

میر محمد تقی ' میر ' و محمد فتح علی خان این ابیات انتخاب نمودہ اند —

تم پر فدا ہیں سارے حسن و جمال والے
کیا خط و خال والے ' کیا صاف گال والے

پی بن مجھہ آنسووں کے شراروں کی کیا کمی
جس رات چاند نہیں ہے ستاروں کی کیا کمی

نہیں ہے تاب مجھے تیرے سامنے جاناں
کہاں ' سراج ' کہاں آفتاب عالمتاب

رفو گر کو کہاں طاقت کہ زخم عشق کو ٹانکے
اگر دیکھے مرا سینہ رفو ' چکر میں آجاوے

شعلہ خو جب سے نظر آتا نہیں   لوٹتا ہے تب سے انگاروں پہ دل

عجب وہ سرو گلزار ادا ' خوش قد ہوا واقع
پر بلبل ' نہال گل کو دست رو ہوا واقع

ہاے رہ گئی دل میں دامن گیریوں کی آرزو
سبزۂ تربت مرا ہے پنجۂ گیرا ہنوز

نہیں حقیقت میں حسن و عشق جدا   طوق قمری ہے طرۂ شمشاد

مدت سے گم ہوا دل دیوا نہ ہے * 'سراج'
شاید کہ جا پڑا ہے کسی آشنا کے ہات

شکر للہ ان دنوں تیرا کرم ہونے لگا
شیوۂ جور و ستم فی الجملہ کم ہونے لگا

نہیں ہوا اس شمع رو کے عشق میں داغ ایک 'سراج'
ہیں وہ حسن آتشی کے ایسے پروانے کئی

یہ مخمور چشموں کی تبرید کرنے کو شبنم ہے سرو آب شوروں کے مانند *
روپے کی نہالی سفیدی ہے نرگس کی زردی ہے زر کے کٹوروں کے مانند
دل کے خزانے سے شاید لے جاوینگے جیو کے جواہر کو عیاّر یوں سے
ہر دم خیال اُس کا آنکھوں کے روزن سے آتا ہے چھپ چھپ کے چوروں کے مانند

پتھر بھی نہیں ہے شرر شوق سے خالی
بیتابی نبض رگ خارا کی خبر لو

مجھے مصری ستی بیزار یاں ہیں ۔۔۔ وو شیریں لب کی باتیں پیاریاں ہیں
چلانی موتھہ شمشیر نگہ کی ۔۔۔ وو جادوگر میں کیا عیاریاں ہیں
نہ بوجھو آسماں † اوپر ستارے ۔۔۔ ہماری آہ کی چنگاریاں ہیں
غزل خوانی چمن میں بلبلوں کی ۔۔۔ ہماری تعزیت کی زاریاں ہیں

مجھے غم دست و گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا
چاک سینے کا نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا

* (ن) بیگانہ رہے — (ن ک) پرتم —
† دونوں تذکروں میں یہ شعر نہیں ہے کلیات میں ہے —

اب تلک مجکو کسی شخص کے چہرے کا خیال
صورت آئینۂ جاں نہ ہوا تھا سو ہوا

صف عشاق میں کوئی ثانی مجنوں مجھ سا
وحشی کوہ و بیاباں نہ ہوا تھا سو ہوا

آہ سوزاں سے مرے دامن صحرا میں 'سراج'
قبر مجنوں پہ چراغاں نہ ہوا تھا سو ہوا

میں نہ رکھتا تھا شہیدوں کی عبادت کی خبر
اب دم خنجر کے پانی سے وضو کرنا لگا

مانگ تیری سیس کی ظلمات میں	ماہ نو دیکھا ہے آدھی رات میں

خواب میں بھی دیکھنا اس کا مجھے مشکل ہوا*
بسکہ رہتا ہوں خیال یار میں بیدار نت

ناز کے دیوان میں اے مطلع حسن و جمال
قد ترا ہے مصرع و ابرو ہے بیت انتخاب

اے جان 'سراج' آج دکھا درس تو اپنا †
ہے وعدۂ فردا مجھے فردا ے قیامت

لیا ہے نقد جان بلبلاں یعنی خراج اپنا
چلا یا خسرو گل نے اسی رنگوں رواج اپنا

ارے غم! صبح آنے کی خبر ہے سر و قامت کی
قیامت کل کو آتی ہے عمل کر لے تو آج اپنا

لگا کر راکھ جوگن ہوئی قمری باغ کو تج کر
مگر کوئی سر و قد کے واسطے چھوڑے ہے راج اپنا

---

* (ن) ہوا مشکل سراج — † (ن) جلوۂ دیدار —

قرا غم زہر تھا پن نوش دارو جان کر کھا یا
کیا ہے اچھے ہاتھوں دل ہمارے نے علاج اپنا
وو ظالم مجکو جلتا دیکھہ کر اتنا بھی کہتا نہیں
کہ کیا ثابت قدم ہے کیوں نہ ہووے آخر 'سراج' اپنا

هر دم دم خنجر اُپر اس سر سے گذر نا
اول قدم شوق ہے منزل کو ہماری

آفریں خون مرے دل کا بجا کام آیا
سچ سپاہی کو بڑا نام ہے تل جانے کا

تھر تھراتا ہے ہر سحر خورشید دیکھہ تجھہ چہرۂ زریں کی سج

دستار بادلے کا چلا باندہ شعلہ رو
شاید کہ آفتاب سے چہرا بدل کرلے

کل سے بیکل ہے مرا دل ' یار کو دیکھا نہ تھا
کیوں نہ ہو بیتاب دل دلدار کو دیکھا نہ تھا

یار آتا ہے مرے قتل کو اور میں ہوں خجل
حیف اس وقت میں میرا دل بیجاں نہ ہوا

باغ نے سرو کی انگلی کو لب جو پر رکھہ
حیف کہتا ہے کہ وہ سرو خراماں نہ ہوا

اول کی تم تو بھول گئے مہربانیاں
لانے لگے ہو خوب شرارت کی بانیاں
مجھہ دل کے کوہ طور کا سرمہ دیے ہو تم
باقی ہیں اب تلک بھی وہی لن ترانیاں

دامن تلک بھی ہاے فرا دست رس نہیں
کیا خاک میں ملی ہیں مری جاں‌فشانیاں

عید وصل سر و قد سے ہیں مرے گھر شادیاں
عالم بالا سے آتی ہیں مبارک بادیاں

شاہ غلام قادری "سامی"

ادا بند گرامی' عالی تلاش نامی- مورد کرامت الہی' مظہر قدرت نا متناہی - چراغ دودمان فقر و فنا' فروغ خاندان توکل و استغنا' ہماے اوج قناعت' طوطی بوستان فصاحت' مخترع قواعد ذو آئین' موجد قوانین دل نشین' روشن دل حق بین' طریقت پسند حق گزین' عارف آثار سبل' مقصد یاب صلح کل' که سخن رنگین در خدمت او دست بسته ایستاده' و غزالان مضامین تازه در دام الفاظ او از خواهش دل افتاده- از صغر سن طبع نقاد' و ذهن وقاد دارد - بهر علمے یا هنرے که توجه نمود' باندک فرصت حجاب از رخ شاهد مقصود کشود - در هر فن کامل عیار است' و مزاجش از همه چیز مبرا و نیز گرد تکلف اصلا پیرامون دامان حالش نگردیده' و سموم تکلیف در گلستان همیشه بهار او هرگز نه وزیده - وقتیے که آن بزرگ در صوبۀ برار تشریف داشت' فقیر مودت نامه به تحریر آورد' و این دو بیت ریخته به 'سامی' خط قلمی نمود:-

شہر خجستہ بیچ ہمیشہ بہار ہے
ہر کوچۂ و گلی میں دیکھو لالہ زار ہے

'سامی' گئے ہوں بھول جو یہ شہر' ظاہرا
اہل 'برار' سے اونے* صحبت برار ہے

الحال که در خجسته بنیاد آمد' راقم سطور از ملاقات مستوفی خیلے سرمایۂ سرور اندوخت - و آن خلق مجسم هم بکرات و مرّات رونق افزاے کلبۂ خاکسار شد - عزیزے باین حسن خلق و آشنا پرستی و کمالات' زمانۂ ناتوان بین کم دیده' حق تعالی سلامت دارد - "قصۂ سرو و شمشاد" قریب هفت هزار بیت بزبان ریخته موزون کرده بود' در احبّاش نسخۂ مذکور صاف نشده بدزدی رفت' مگر چند اجزاے اول از جائے بدست افتاد' باز از سر نو در تصنیف تتمّه سرگرم است' در نامهاے سوال و جواب سرو و شمشاد قیامت برپا کرده' و پایۂ معنی تلاشی بهفتم فلک رسانده - درین نسخه دل خواست' بقلم می آید' و قصۂ "طالب موهن" که بر غم "قصۂ لعل و گوهر" عارف‌الدین خان 'عاجز' گفته است' بسیار ملاحت دارد - لیکن "بسرو و شمشاد" نمی رسد —

جد 'سامی' میرزا فیض‌الله مشتهر بمیر هدایت‌الله که در شیوۂ خوشنویسی نظیر نداشت' بداروغگی کتب خانه و جواهر خانه و خوشبوی خانۂ محمد اعظم شاه' علم یکتائی افراشت - بعد رحلت اعظم شاه ترک دنیا کرده منصب فقر گزید - والد بزرگوار 'سامی' در عهد نواب مغفرت مآب بعلو پایه تقرب و عطاے نه‌صدی منصب محسود اقران بود که ناگاه آن

---

* انهیں

انجذاب عشق حقیقی بطرف خود کشید و از اسباب دنیا ترک گزیدہ، مدّتے مسند آرائے ارشاد بودہ، بزیارت حرمین شریفین روانہ گشت - در اثنائے راہ بجہاز شربت شہادت چشید، دران زمان عمر 'سامی' دوازدہ سالہ بود کہ ترک خلائق و تجرید علائق اختیار کردہ، بہ ہیچ احدے از امرا التجا نیارد -

نامۂ سرو کہ بجانب شمشاد نوشتہ این است :-

اُٹھ اے ساقی زمانہ ہوکے غرّا	جدائی کا لکھوں پھر تجھہ پر طغرا
مگر نامے سے کر اب ناز سے بات	کہ ہے مکتوب ہی نصف الملاقات
ارے ساقی ارے اے یار ہمدم!	زمانہ اب ہوا پھر تجھہ پہ برہم
ہمیں اس وقت تیرے سات ہے کام	کہ خط یار سے ہم کو پلا جام
نہیں عاشق کے طالع بیچ آرام	کہ یکدم جس ستی برلاوے کچھہ کام
ہے دشمن عشق بازوں کا جہاں سب	سراسر یہ زمین و آسماں سب
فراق و حزن و غم سب مستعد ہیں	ذرا قابو کے اوپر متحد ہیں
کہا مورے سے یوں وہ میرا بے تاب	کہ ہے جس کا جدائی سے جگر آب
کہ جب وہ سرو آزاد جدائی	دیکھا شہ جعفری سے بیوفائی
لکھا غم نامہ اس دم یار کے تئیں	بولایا الغرض دلدار کے تئیں
ورق تھا پردۂ دل اس کی خاطر	بنایا پسلیوں سے خط مسطر
ہوا اتمام جب وہ نامۂ غم	لپیٹا پردۂ سینہ میں اس دم
سویدا کی کیا تھا مہر اُس پر	کہ کھودا تھا جو اُس میں نام دلبر
بولا کر آہ کا قاصد شتابی	بھجایا اُس کو با صد اضطرابی
چلا اس باغ میں جب قاصد آہ	دیا شمشاد کو وہ خط دلخواہ

دیکھی جس وقت اس نامے کو دلبر | رکھی تسکین دل کو اپنے دل پر
رگ شریاں کی انگلی ساتھہ کھولی | قیامت اُس پہ ھونا تھا سو ھو لی
لکھا تھا اس میں یوں مضمون بیتاب | جگر سے دل تلک تھا جوش سیماب
کہ اے شمشاد باغ بے قراری! | گل رنگیں' بہار غم گساری
پس از آداب شوق بے قراراں | کہ دست ھجر سیں ھیں اشک باراں
دو ابرو کو سلام اس قد خم سے | نگہ کو دیدہ بوسی چشم نم سے
دو لب سے بوسہ وو رخسار کے تئیں | مقدس مصحف دیدار کے تئیں
یہ بوسہ ھے وو وحشی دل کو آرام | نہ پوچھو اس کے تئیں بوسہ یہ پیغام
دعاے طول عمرک ھر سر مو | قدم بوسی سے بھیجی طرف گیسو
نیاز عشق ناز حسن کو ھے | طریق بندگی سب روبرو ھے
ھے تسلیمات دل آرام جاں کو | سو معنی مو کمر نازک میاں کو
رکھا میں نے اُپر یہ گفتگو سب | کہ ھے یہاں آرزو اب عرض مطلب
ھمیں شکوہ فراق ھجر کا ھے | زمانے کا یہ خاصہ آشنا ھے
بیاں میں کیا کہوں یہ ھجر بیدیں | بہانے کو کیا ھے ناتواں بیں
کہ آ سکتیں نہیں آرام ھر دم | غرض اس کا یہی ھے کام ھر دم
کہ حسن و عشق کے ھونے سے یک جا | پڑے آنکھوں میں اُس کے سنگ خارا
(... ... یک جا دیکھہ سکتا | کھرا کھوتا و لیکن دل پر کھتا
کہوں کیا تجکو اے شمشاد قامت | قیامت ھے' قیامت ھے' قیامت
جدائی سے ترے مجنوں ھوا دل | برنگ طفل دل پر خوں ھوا دل
ترے بن کیا کہوں اے مایۂ ناز | خوش آئندہ نہیں بلبل کی آواز
اگرچہ تجھہ بنا میں باغ میں ھوں | سراپا لالہ مثل داغ میں ھوں
پلاتا ھے ھمیشہ مجکو لالہ | شراب غم سیں بھر خونیں پیالہ
سبھی گل یہاں تو نافرمان ھی ھیں | یہ چشمے نوح کا طوفان ھی ھیں

مرے دل پر چمن کے سب فوارے ہر ایک قطرے سے ہیں رہزن انگارے
ترے بن باغ کی ساری عمارت مجھے ہے مثل ناموزوں عبارت
نہیں مستی ذرا یہاں تاک کے بیچ رہا ہے عیش کیا اب خاک کے بیچ
صراحی سرو کی خالی ہوی ہے یہ قمری غم سے جل کالی ہوی ہے
نہ تنہا غم سیں میں مرتا ہوں کُڑکُڑ گئے ہیں سرو کے بھی فاختہ اُڑ
جگر لالے کا غم سیں داغ ہیگا برنگ شعلہ سارا باغ ہیگا
یہ نافرماں سیہ رو بن گئی ہے بنفشہ جل کے کجلی بن گئی ہے
گلاب اِسدم ہوا ہے مثل صد برگ ہر نگ زرد یعنے قابل مرگ
نہ دیکھے جو شب غم میں اُجالا گُل شبّو کے آنکھوں پر ہے جالا
ہوا ہے آشکارا ' نہیں ہے پنہاں بیاض دیدۂ نرگس سے یرقاں
خزاں سے جاں بلب جو ریوتی ہے چنبیلی ساری قبریں سیوتی ہے
گلوں کا اُڑ گیا ہے سربسر رنگ رہی ہے عیش کی مردنگ ہودنگ
دکھا آشوب کا از بس لکد کوب گیا ہے قال غمگیں تال میں ڈوب
طنبورا سر گراں ہوکر گیا لت نہایت ڈھول کا دکھتا ہے اب مت
ز بس دیپک سے دھڑکا دل کا کانون جدا قانون عشرت سے ہے قانون
ہوا تیرے بنا غم کا جو ملہار چلا ہے عیش کے ملہار ملہار
خوشی کا ہو اُڑا طاؤس سارنگ لگے ملنے کف افسوس سارنگ
غم دوری کا آیا کاں سے یہ نت کیا عشرت نگر سوزاں کا چوپٹ
جگر میں غم کے دیپک کی لگی آگ خوشی کی پور(...) پورب گئی بھاگ
جہاں تک راگ تھے بیرنگ ہوگئے خوشی وغم کے سُر سب ڈنگ ہوگئے
گئے سب راگ اڑ اتا رہا ہے غم ہجراں کا یہاں کاتا رہا ہے
ہجوم غم کا گلشن میں (...) دودامی چشم بلبل کی گئی پھٹ

(...) جیسا جوقد سرو خم ھے　گلے موں قمریوں کے طوق غم ھے
غرض مرغ چمن کل داغ ھونگے　(... ...) سب گل داغ ھونگے
ھوے ھیں بے تامل سربسر گل　مشدّش شمع و گل، پروانہ، بلبل،
خصوصاً میں ھوں اپنے حال پر دنگ　کہ ھے مجھہ پر زمین تنگ، آسماں تنگ
کہوں کیا یہ دل تنگ ستم گار　کیا ھے زندگی سے مجکو بیزار
نہ جنگل میں مجھے ھے طاقت و تاب　نہ گلشن موں مرے رھنے کا اسباب
جنگل میں خاک اُڑتی ھے کہوں کیا　چمن موں آگ جلتی ھے کہوں کیا
نہیں کوئی انیس و یار و ھمدم　نہیں کوئی رفیق و مونس غم
جسے دیکھا سو وو قابو کا ھے یار　جسے دیکھا سو عبدالغرض مکّار
خدا جانے کہاں ھے یار جانی　کہ تا ھووے اُنھوں سے بد گمانی
یہ ابنا ے زمان مثل زمانہ　عداوت کو ھوں جو یا ے بہانہ
زبس اُن کے سرشتوں موں وفا نہوں　بنا حق یک ذرا موں آشنا نہیں
کہوں میں جعفر شہ کا کیا کیا　یہ مال و ملک سے اُس کے لیا کیا
کیا میں اُس کے حق موں کیا برائی　جو مجھہ سے یوں کیا ھے بیوفائی
نہیں آشفتہ تخت و تاج کا ھوں　نہیں مشتاق اُس کے راج کا ھوں
مرے ملکوں موں مورا نام ھیگا　مجھے اس ملک سے کیا کام ھیگا (؟)
و لیکن واسطے تیرے اے دلدار　یہاں آیا ھوں، بے طاقت ھوں، ناچار
مجھے تجھہ عشق کا جو راج ھیگا　زمیں تخت اوروں کو لا تاج ھیگا
زبس تجھہ عشق کا میں رھنما ھوں　جہاں ھوں وھاں شہ ملک وفا ھوں
تری خاطر سہی ساری جفائیں　اگر ھیں تجھہ موں کچھہ طرز وفائیں
تو جلدی سے مرے نزدیک آجا　کہ پاوے راحت دل جان شیدا
وگر آتا نہیں تو صاف لکھیو　و لیکن کرکے کچھہ انصاف لکھیو

پڑھے جو سر بسر سارا یہ مضمون ہوا تب بیقراری سے جگر خون

نامۂ شہشاد کہ در جواب نامۂ سرو نوشتہ

سنا ہے خال کے مژگاں کا خامہ پکڑ کر یوں لکھے تب شوق نامہ

ورق پر پردۂ دیدہ کے بے تاب جدا آنکھوں سے کرکر پردۂ خواب

کہ اے سرو گلستان محبت بہار محنت و جان محبت

پس از عرض نیاز بے قراری طریق بندگی و جاں سپاری

دو ابرو کا سلام اُس قد خم کو نگہ کی دیدہ بوسی چشم نم کو

عقیق لب سے ہمدوشی کو بوسہ بغل گیری ' ہم آغوشی کو بوسہ

دعاے ''مدّ عمرک'' آہ کے تئیں مصافحہ ہے غم ناگاہ کے تئیں

فراق وهجر کو تسلیم 'جاں' ہے کہ خانہ وصل کا غم آشنا (؟) ہے

بعد از اشتیاق ازحد افزوں بیان وجہ اشک جگر خوں

کہ میں ہوں سہر بند خانۂ غم بنی ہوں خلق میں افسانۂ غم

میں وہ بلبل ہوں جو اِس فصل کے بیچ

پڑے ہجری میں عین وصل کے بیچ

(....... ... .) یہ صحرا تنگ ہے تسپر قفس تنگ

خزاں اب ہجر کی پھر کہاں سے آئے کہ گلشن فصل گل پل میں لٹائے

خوشی کاں ہے ہمارے نہیں چمن کی کہ نہیں ہوگی خبر اپنے بدن کی

لگی ہے آگ گلشن کے گلوں کو چلا لئے خانساں نے بلبلوں کو

ہمیں کیا جاؤ چل کر باغ وبستاں کہ ہے کنج قفس ہم کو گلستاں

طبیبوں کو عبث دیتے ہو آزار سنے ہیں ہم غم ہجراں کے بیمار

عجب کچھ ہجر کا ہے اے خدا مرض میرے ہر عضو کو ہیگا جدا مرض

جدائی سے ترے اے سرو یکتا ہے سودا میرے ہرمو سوں ہویدا

یہ سودا میرے ہریک موسے دیکھو　　پریشانی دل گیسو سے دیکھو

ہوئیں کاکل جو ہریکدم پریشاں　　نظر میں میرے ہے عالم پریشاں

شکست طرۂ گیسو نہ پوچھو　　شکنجے سار ہر یک مو نہ پوچھو

دو ابرو یار سے غم پشت خم ہے　　بلاد گور بستی یہاں علم ہے

زبس ہیں روز وشب مشتاق دیدار　　یہ دو مخمور ہیں گوشے میں بیمار

دو مژگاں ملتے ہیں گے دست افسوس　　کہ دل میں چشم بیماری کو مت سوس

رخ گل گوں پوہے صفرا کی زردی　　وو آگو آہ کی ملتی ہے سردی

حرارت سے مرے دو لب ہیں خونی　　عیاں ہے اِس سے یہ آتش درونی

مجھے ہے یہاں تلک ضعف نزاکت　　نسیم تند کی بھی نہیں ہے طاقت

نزاکت کا لگا اس قدر تیشہ　　کہ مخمل کا بھی اب چبھتا ہے ریشہ

دھن ہے ناتوانی سات معدوم　　کسو ہے ضعف سے یک شکل موہوم

اثر یہاں تک کرے ہے ناتوانی　　نگاہ گرم سے ہوتا ہوں پانی

زبس ہر آن ہی مجکو ادا سے　　ہریکدم ہے مرے تئیں بار جفا سے (؟)

مری جب آہ کا اٹھتا ہے کھنگور　　اُڑاتا ہے دھار سے بھاگ جیوں چور

پلک آنسو سے برسا روکتی ہے　　پکارے مر ر کویل کوکتی ہے

ندی آنسوں کی بہہ در در پکارے　　تو بھڑکے تھیتری جیھنگر چنگھارے

ہوے رونے کا جب میرے پکارا　　بجے ساون کے آنے کا نقارا

یہ بادل آہ کے اُمڈیں جہاں پر　　گھاکارا (؟) چھپیں سب آسماں پر

یہ ساون اشک کی جھڑیاں لگاویں　　تو تک رونے کا ہم ملہار گاویں

مرے آنسو ہیں ساون کے تروڑے　　اُمنڈ آتے ہیں برسا کر دڑوڑے

یہ بادل دیکھیں جو برساون آیا　　کہیں چل اب بھمیری ساون آیا

مرے رونے کا بھادونگا جو بادل　　گرجنے کو لگے جس دم ہو بے کل

یہ بادل دیدۂ برسات برسے
کوک کر بھجنی برسات برسے

نہیں برسات بچھڑے جو پیارے
کنول آنکھوں سے روتا ہے ہمارے

ہماری آہ کی سردی سے کا تک
... ؟ آشکارا ہوے کا تک

چراغاں آہ کے ہر دم لگاویں
دوالی کی یہ عشرت اُس میں پاویں

اگھن ہیگا ہمارا یہ دم سرد
بنے صورت خزاں کی یہ گل زرد

نہ دیکھو آہ مجھہ مایوس کی شکل
بنی سردی دل سے پوس کی شکل

نساں سے کہہ پیچ کر یہ سردی ماہ
بنے ہیں ماہ بن ہم صورت کاہ

ہمارے زمہریر آہ کی یخ
دکھائے خلق میں سردی دوزخ

جو پھاگن برہ کا بھکوا مچاوے
تو آہ گرم سے ہولی جلاوے

بسنتی پوش خون دل ہوے ہم
تڑپ کر ہجر کے بسمل ہوے ہم

برہ کے دامن دل کو لگا آگ
جلا ہولی لگے ہم کھیلنے پھاگ

یہ میرا رسم ہے ہولی مشہور
کہ ڈالے خاک سر پر ہوویں سرور

جگر کی آگ میں ہولی جلاویں
بہار عیش کو ہم غم میں پاویں

ہمارا دیکھہ کر سامان ہولی
اُٹھائے شور کر طوفان ہرلی

چمن میں فاختہ نے لی ہے سر آگ
جنگل میں ٹیسووں کے تئیں لگی آگ

ادھر سے باد لیتی ہے تکورے
ادھر سے جھاڑ کھاتے ہیں جھکورے

شہاب آنسوؤ نین پچکاریاں ہیں
جہاں میں ان ستی خوں باریاں ہیں

ہماری ہولیوں کی ہے عجب دھوم
کہ برسے اشک رونے کی گھٹا جھوم

عبیر خاک ہم ملتے ہیں منھہ پر
بنے پچکاریاں یہ دیدۂ تر

کہاں ہولی کدھر کی بات بولوں
میں اپنے غم کو کس کے سات بولوں

مہینا چیت کا ہم دل جلوں کو
کیا ہیگا خرابی بہا چکوں کو(؟)

بگولے غم کے اڑتے ہیں ہر ایک طرف
بدامنہ دامن صحرا بہ یک طرف

اگن بیساگ کی ہے کیا قیامت
کہ ہے اس میں جدائی کی علامت

سراجی جل گیا ہے اس اگن میں | رہی نہیں ہائے طاقت جان و تن میں
جہاں میں تجھہ سے ہے بیساگ ظاہر | دھولارا آہ کا دیکھو سرا سر
غضب ہے یہ مہینا جیٹھہ کا ہائے | دل عشاق میں آتش کو سلگائے
سرا جب باورا دل ہووے ہے گرم | تو اُس دم جیٹھہ کو بھی آوے ہے شرم
اگن سجھہ باورے دل کی ہے کچھہ اور | نہ تنہا جیٹھہ دوزخ پر کرے جور
کہوں میں کس سے اپنا حال یارب | مرے پرھے جو کچھہ جنجال یا رب
میں اپنے بخت برہم سے اسی دم | کروں ہوں یہ محبت نامۂ غم
نہال خشک کو تھا آب باراں | دیا تھا بیخودوں کو راحت جاں
دیا تھا شعلۂ ہجراں کہیں آب | دیا تھا دل کی بیتابی کا اسباب
کہ یک دم دل نے پایا کچھہ تو راحت | ہوا تازہ دلی داغ جراحت
اُٹھا یا جوش یہ جب عشق نے رنگ | گرا پتھر کے اوپر شیشۂ رنگ
اٹھے ہیں پردۂ ناموس کو چیر | حیا کی تھی ولے پاؤں میں زنجیر
اُلجھہ کر پاؤں میں مجکو گرائی | گری ایسی کہ پھر سر نا اُٹھائی
کری کیا اُن نے مجھہ سے دشمنی آج | حیا اور شرم کا گھر ہووے تاراج
جہاں ہے عشق وہاں شرم و حیا نہیں | نگاہ دور بیں' عقل رسا نہیں
ولے میری یہ عقل بے حیا خو | ہوی اس وقت میں شرم و حیا جو
ہزاروں بار عشق اُس کوں بھگا یا | ولیکن بے حیا ایسی نہ پا یا
کہ پھر منصوبے میں ہوتے ہوں قائم | ہمیشہ اُس کا یہ ہے کام دائم
مری اب عقل عقل عشق بن گئی | سدا ہے اُس کے تئیں اور آپ میں کئی؟
تمہیں کہتے (؟) عقل عشق یہ بات | کرو تم کام اب منصوبے کے سات
ملو اول تو سلطاں جعفری سے | محبت سے یا صلح زرگری سے
پھر اس کے بعد اس سے لے کے رخصت | چلیں گے مل کے ہم تم با فراغت
گر ہوتی ہوں میں رخصت طلبگار | تو میرے سے وو یوں کہتا ہے ناچار

دریغا یہ زمانہ کیا برا ہے — موا فرزند بھی مجھ سے جدا ہے

ہوئی تو سرو کی آخر اے شمشاد — ہماری کچھ بھی الفت ہے تجھے یاد

اگر بے رخصت اُس کے یہاں سے جاؤں — تو پھر اس خلق کو کیا منہ دیکھاؤں

یقیں بہتر ہے اول اُس سے ملنا — پھر اُس کے بعد رخصت ہو کے چلنا

یہ مضموں جب ہوا اتمام سارا — لکھی آغاز اور انجام سارا

ہوا اتمام جب یہ شوق نامہ — رہا خاموش تب لکھنے سے خامہ

لپیٹی زلف کے مانند یک سر — کری تب مردمک کی مہر اُس پر

اُسے قاصد کے تئیں سونپی یہ مکتوب — چلا وہ آنکھ سے کر اُس کو مقصوب

قدم آنکھوں سے کر جلدی سے آیا — یہ نامہ سرو کے نزدیک لایا

لیا تب سر و آنکھوں کو لگا کر — کیا اُس پر نثار آنسو کے گوہر

پلک کی انگلیوں سے اُس کو کھولا — گہر آنسو کے رو اُس کے یہ رولا

پڑھا مضمون جب اُس کا ہوا دنگ — کہ یارب اس طرح کیا ہو گیا رنگ

لکھا تھا موں نے اُس کے تئیں کہ آوے — نہ چاہا تھا کہ یہ قصہ سناوے

اُٹھی چاروں طرف سے باغ میں دھوم — کہ ہے کس واسطے یہاں سرو مغموم

ادھر سے غیرت عشق ستمگار — نہنگ پر نہیب بحر خونخوار

دیکھایا اس طرح سے بیقراری — کہ کاں تک حسن سے کرتا ہے زاری

تم اس دم بے محابا بے مدارا — کرو کچھ جذبۂ عشق آشکارا

ہوا جب اس طرح کا نامہ طیار — بولایا جلد پیک شعلہ رفتار

دیا نامہ زباں سے ہو کے گل ریز — کہ دے شمشاد کو یہ آتش تیز

ہوا اس خط کو لے جب پیک راہی — بنا برق اور اُڑا مثل ہوائی

ادھر سے سرو پیشانی میں پروین — مرصع کا رکھا شبدیز پر زین

جبیں سے اُس کے غصہ موج مارے — نگہ خونی ہنسی کی فوج مارے

چلا وھاں سے و لیکن سر و بیتاب | جگر پر آتش و دو چشم پر آب
لیا یہ راہ ملک نا مرادی | کہ وھاں مجنوں کی گم ھو گئی ھے وادی
ولے قاصد نے جس دم خط دلدار | دیا اور یوں کہا رخصت ھے اے یار
سنے شمشاد جل کر ھوے انگارا | اُڑا دل جیوں ... ؟ کا سارا
دل نا شاد سے اس خط کو کھولی | گُہر آنسو کے وھاں بھر پور رولی
لکھا تھا سرو نے اس ... شمشاد | کہ اے شمشاد تجکو آفریں باد
کدھر گئی وو محبت کی صفائی | کدھر گئے وہ طریق آشنائی
کدھر گئیں ھاے وو الفت کی باتیں | کدھر گئے ھاے وو شیریں نکاتیں
کدھر گئی وو نگاہ الفت آمیز | کدھر گئی وو نگاہ فرحت انگیز
کدھر گئی وو وفا کی بات افسوس | کہ کرتے تھے ھمارے سات افسوس
یہ معشوقوں کی طرز بیوفائی | کر بس قطع امید آشنائی
جگر ان بیوفاؤں سے جلا ھے | نہایت درد غم سے تلملا ھے
(... ... ...) | نگاہ سحر سے جادو کری گر
جب آیا دام میں یہ دل کا آھو | تو تب کرتے ھیں اسدم فکر قابو
تو پھر اُن کی نظر میں میل نہیں ھے | کہ گویا ان تلوں میں تیل نہیں ھے
خصوصاً عورتوں کی کج ادائی | کہ ھے مشہور اُن کی بیوفائی
ذرا اُن کے سرشتوں میں وفا نہیں؟ | کوئی اُن کی طرح نا آشنا نہیں
جو عورت ناقص العقل وو نہیں ھے؟ | فتور ان سے جہاں میں بالیقیں ھے
گیا سر پھوڑ کر فرھاد اس سے | ھوے بہتوں کے جی برباد اس سے
جو دیکھی عورتوں کی ھم نے یہ بات | اُٹھائے صحبتوں سے اُن کے ھم ھات
اگر تم ھو تو تم بھی بیوفا ھو | محبت کے سخن میں نا رسا ھو
تمھاری ھم نے الفت خوب دیکھی | محبت میں نپٹ معیوب دیکھی

اگر ہے حسن بے پروا طبیعت ہے بے پروائی اُس کی خاص طبیعت
نہ بھولو صورت زیبا کے اوپر نہ بھولو حسن بے پروا کے اوپر
ہے یہاں بے غیرت عشق جفا کار خزاں کے تئیں نہیں پروائے گلزار
تم اپنے حسن پر مغرور مت ہو وفا کی راہ سوں یوں دور مت ہو
سنایا میں حقیقت سب تمہیں صاف کرو انصاف تو ہے عین الطاف
وگر تم میں بھی یہ رسم جفا ہے سلامت رہو ہمارا بھی خدا ہے
گئے ہم اب سلام رخصت نہ نگاہ واپسین کا نہیں بہانہ
اُٹھا بلبل کو اور گل کا اُٹھا پت ہوئے ہم مثل گل گلشن سے رخصت

این چند گوهر آبدار از درج افکار " سامی " است : —

نیناں کے طور غم میں ترے ہم بھی روے ہیں
آنسو یہ ایک تار میں موتی پروے ہیں
پلکوں کو بحر اشک سے کچھ فائدہ نہیں
مرغ آبیوں کے پر کہو کس نے بھگوے ہیں
دل کے چمن میں - داغ ہوے ہیں ہزار گل
ہم نے بھی اپنے باغ میں لالہ کو بوے ہیں
تو سن گلگوں گلستاں میں پھرآتی ہے بہار
کس تجمل اور نزاکت سات آتی ہے بہار
عندلیبوں کی دعا کئی دن میں اب ہوی مستجاب
خون سے ان کے ہر یک گل کوں نہلاتی ہے بہار
غور کر دیکھو چمن میں نہیں ہے گل مہندی کا جوش
یہ حنا گلشن کے ہاتوں کو لگاتی ہے بہار
دیکھہ رتبہ تو شہید عشق کا ، ہر سال میں
سبز چادر قبر مجنوں پر چڑھاتی ہے بہار

سرو جب تقلید قد یار کی تا ھے تب
ھنستے ھیں گل اور اُس پر مسکراتی ھے بہار

گر نہیں ھے سرو دیوانہ تو موج آب سے
پاؤں میں کیوں اُس کے زنجیریں پنہاتی ھے بہار

گل پہ شبنم نہیں ھے یہ گلگوں قبا کے واسطے
تکمۂ یاقوت پر موتی جماتی ھے بہار

آخرش وو ھی خزاں اور ووھی نالاں عندلیب
کیا ھوا دو دن اگر گل کو ھنساتی ھے بہار

لالہ نہیں ھے باغ میں' اُس یار نافرماں کو دیکھ
کھول سینہ داغ دل اپنا دکھاتی ھے بہار

تھیر تے نہیں شعلۂ گل کے اُوپر ' ھیں بیقرار
بلبلوں کے پاؤں کو شاید جلاتی ھے بہار

جب چمن میں وو مرا گل پیرھن کرتا ھے سیر
آنکھ کے تئیں اُس کے نرگس نذر لاتی ھے بہار

میرے نافرمان لالے کو چمن میں دیکھ کر
پوست میں اپنے یہ پھولی نہیں سماتی ھے بہار

گلبدن ' نسرین قبا ' نرگس نین ' کاھے کہ اب
میرے سے اُس کی بدا کیا مفت جاتی ھے بہار

اس بسنتی پوش کے آنے کے بوجھ ......
کیا گلال و رنگ تیسو کو اُڑاتی ھے بہا

'سامی' اس موسم میں اب مانند مظہر لاعلاج
" ھم کئے ھیں توبہ اور دھوم میں مچاتی ھے بہار "

ھے خبر گلشن میں اب تشریف لاوے گی بہار
بلبلوں کے تئیں رلا گل کو ھنساوے گی بہار
دم غنیمت ھے ارے گل دیکھ لے دو دن کے بعد
جس طرح رنگ حنا ھاتوں سے جاوے گی بہار

باغباں! ھم سے تو کیوں دلگیر ھوتا ھے عبث
ھم نہ آتے، کیا کریں ھم کو بلائی ھے بہار
ھے سخن سرسبز ان کا عندلیبوں پر مدام
طوطیوں کو آرسی شاید دکھائی ھے بہار
کرکے روشن تختۂ گل کے چراغاں باغ میں
بلبلوں کو روز پروانے بنائی ھے بہار
یار اس موسم میں نہیں، اس واسطے جاتا ھے جی
دشمن جانی ھماری کاں سے آئی ھے بہار
سبزۂ و گل اور نافرماں سے اے 'سامی' تمام
فرش بوقلموں زمیں پر کیا بچھائی ھے بہار

عندلیبوں کا چمن سے دل اُچٹ جاوے تمام
آج دیکھیں گر ھماری شعر خوانی کی بہار
وقت پیری میں قلاطوں نے کہا 'سامی' سے یوں
سب سے بہتر ھم نے دیکھی ھے جوانی کی بہار

بلبلوں کا دل چمن میں کس طرح سے جا لگے
یہاں کے لڑکوں کے بغل میں ھے گلستاں کی بہار

مو پریشاں اُڑے ھیں آنکھ اوپر — خوب مجھ سے پھنسے ھے چالوں میں
آرسی دیکھ کر بھی کہتی ھے — خوب روئی ھے تیرے گالوں میں

دیکھہ وو خال گال پر سامی، خوب ھے اتفاق خالوں میں

دوا ھے رام کی وم نہیں ہوا آھو نیَن جب سے
مری وحشت کے زخم دل کو سیتا ھو کے سیتا ھے
ھوے ھیں سرخ رو معشوق رنگ زرد عاشق سے
عنادل کا لہو گلشن میں شاید گل ھی پیتا ھے
چکارا تھا رقیب من ھرن کے یہاں نہ آنے میں
سکوں سے اپنا ماتا ھے پھر اب کیا دل میں جیتا ھے

جو قدرداں ھیں سو کہتے ھیں تو غنیمت ھے
تمہارے نزد اگرچہ ہوں بے وقاروں میں
صنم کی جلد سواري ھے مرکب رھوار
اے آہ خوب تو پہنچی جلیب داروں میں
یہ بلبلوں کو تو کانٹوں میں کیوں لٹاتا ھے
اے باغباں نہ پرو گل کو آج ھاروں میں

توں آپ میرے حال پہ کر رحم ورنہ اب
کاں ایسے اھل دل ھیں جو میري خبر کریں
اے گل تو جان صحبت بلبل کو مغتنم
ھے خوشنما چمن میں جو یہ شور و شر کریں

اگرچہ سروقد مصرع یہ تیری فکر عالی ھے
ھماری آہ کے قطعے میں بھی مضمون خالی ھے
پریشاں صورت و معنی میں ھے بحر طویل زلف
برنگ موج بیچا بیچ بحر پرتگالی ھے

ترا پنجہ مخمس ہے یہ دیوان حنائی کا
سخن تیرے دہاں کا ہم کو تو نظم زلالی ہے
توں ان افراد انسانی میں موزوں فرد ہے از بس
ترے ابرو کا مصرع بہت دیوان ہلالی ہے
قصیدہ ہجر کا، تشبیب غم میں، کاں تلک بولوں،
مجھے ترجیع بند یار سے شیریں مقالی ہے
ہمارے مستزاد شوق کا شعلہ ہے یاں تک گرم
شرار باغ، ابراہیم کے گلشن کا مالی ہے
رباعی چار ابرو حسن کی خوش خط کیا نادر
کہ اُسکو دیکھکر دلبر نے اب کچھہ سدہ سنبھالی ہے
ہوا ہے رنگ کاہی، سبز مژگاں، اشک کا بارش
سجن مجھہ طرف تجنیس ہوائے برشگالی ہے
رم وحشی غزالاں کو بھی اس بیت الغزل میں اب
قسم مجنوں کی، کیا پابندی و الفت سگالی ہے
عمارت ریختہ کی پا ہے خاتم بند کام اس کا
مرے اس ریختے کی طرح گرچہ لا اُبالی ہے

پہنچے کسو طرح خبر اُس گل کے کان میں
بھیجا ہوں وقت صبح کتابت صبا کے ہات
آساں نہیں ہے یار کے پابوس کا خیال
اے دل اگر یہ عزم ہے پس جا حنا کے سات
مجکو جلا کے خاک کرو سرمہ کی مثال
شاید لگاوے آنکھہ میں وہ توتیا کے سات

سوے محبوب کے طرّے کے سودے بیچ پیچاں ہو
اُدھر مجنوں تو پتا ہے اِدھر لیلیٰ ترستی ہے

حقیقت اس دل بریاں کی سن اور چشم گریاں کی
اِدھر پانی برستا ہے، اُدھر آتش برستی ہے

کہو یہ صید دل آ کر پھسا ہے سو کہاں جاوے
ادھر خنجر پلک مارے، ادھر تو زلف کستی ہے

ارے قاصد! مجھے کر ذبح یا ہمراہ توں لے چل
کہ میں ہجراں میں یہاں مرتا ہوں وہاں مکتوب جاتا ہے

مرے دیوانے دل کو دیکھ 'سامی' کہتے ہیں طفلاں
یہ کیفی خوب جاتا ہے، یہ شہدا خوب جاتا ہے

سنا میں سرو کے سایے میں گل پر رمز مرغاں کو
سوال فاختہ کو کو، جواب قمریاں ہو ہو

کیوں نہ ہوئے دیوانگی کا جوش حیرت سے مجھے
میں دوانہ اور گلے میں یار کے زنجیر زلف

چمن میں اس صنوبر قد کے بن 'سامی' کے رونے سے
کیا گل نے گریباں چاک، بلبل توں بھی ماتم کر

مطابق گر تری تدبیر کے تقدیر ہو جاوے
تو کیا اس شیشۂ دل میں پری تسخیر ہو جاوے

مرید اس سلسے کا زلف کے ہووے اگر سنبل
بجا ہے دیکھ شجروں میں گلوں کا پیر ہو جاوے

مرے دیوانۂ دل کی کروں گر وصف کو انشا
قلم سیتی جو نکلے حرف سو زنجیر ہو جاوے

ارے اے بے قرار و شعلۂ خم میں مہرس بن
جلا و دل کے تئیں شاید کبھی اکسیر ہو جاوے
مصور کھینچے گر تجھ سات میری شکل اے قاتل
عجب نہیں ہات میرا وہاں بھی دامن گیر ہوجاوے

چاہ ذقن کو دیکھ مرا دل گیا تھا ڈوب
زلفوں نے تیری کس کے اُسے کھا سنبھال لیا ں
نہیں ساحر آنکھیں تیری توپل مارنے میں کیوں
اس طفل دل کو کر کے اشارہ بلا لیا ں
نہیں عرض پہنچتی ہے کبوتر نے کیا کرے
ہو کر نڈار گھر کے، بجاتا ہے تالیاں

نہیں چراغاں قبر مجنوں پر چلو تم دیکھ لو
آتش دل سے ہمارے سب بیاباں جل گیا
فاختہ یک آن بیٹھا سرو پر مجھ آہ کے
جامہ خاکستر ہوا، طوق گریباں جل گیا
" بشنواز نے چوں حکایت میکند " اے مولوی
عشق کے آتش ستی سارا نیستاں جل گیا

عاشق ہو ہمیں اے دل بد نام نہ کرنا تھا.
کیا کام کیا توں نے یہ کام نہ کرنا تھا

تعبیر میری غیر خموشی نہیں ہے کچھ
وہ خواب ہوں کہ خاطر دل سے رمیدہ ہوں
'سامی' نہ پوچھ حال کو میرے خموش رہ
القصہ ہوں سو ہوں، غرض الفت رسیدہ ہوں

بسملوں کے رقص پر تجکو عجب شادی ہوئی
ہم سے کہتا ہے عبث قاتل کہ بیدادی ہوئی
شوق کو کو کر رہی ہے پھنکر خاکی لباس
فاختہ! کہہ باغ میں کس پر تو فریادی ہوئی

طفل مجھہ اشک کا جس وقت میں گریاں اٹھے
حشر بر پا ہووے اور نوح کا طوفاں اُٹھے

اگر وہ ماہ رو اب ان دنوں میں کم نما ہے گا
یہ آخر چاند ہے ' غرہ بتانے پر رہا ہے گا
مرے دیوانے دل کو باندھ کر زنجیر گیسو میں
مکرتے ہو کہ یہ مدت سے آپی مبتلا ہے گا
یہ دل گر پھر گیا کافر بتوں کی آشنائی سے
ارے ' سامی ' تجھے کیا فکر تیرا بھی خدا ہے گا

سنبل ہرا اور' کالا ہو کیا سچ' کہتا ہے شبّو سے یوں درد اپنا
چھوٹتی ہیں لہریں' دیکھا ہوں جب سے زلفوں کا تیرے میں ناگ کالا
تیری جدائی میں روتا ہے 'سامی ' سو آنسو نہیں ہیں گے آنکھوں میں اس کی
جپتے ہیں دن رات آنکھوں کی مردم پلکوں کی انگلی سے موتی کے مالا

سیر دریا کا اگر عزم ہے دیکھو آکر
چشم گریاں میں مرے نوح کا طوفاں یہاں ہے
اے سکندر تو عبث ظلم میں ظلمت کے نہ جا
یار کا دیکھہ دہن چشمۂ حیواں یہاں ہے
کیوں نہ یوسف رہے خوش چاہ میں تجھہ دلبر کے
چاہ کنعاں تو نہیں چاہ زنخداں یہاں ہے

دیکھو دلبر کو اگر باغ کا ہے دل میں عزم
سنبل و سرو و گل و غنچۂ خنداں یہاں ہے
'سامی' اب خوف نہ کر زلف کی گر ہے شب تار
چہرۂ یار سے شمع شبستاں یہاں ہے

دل دیکھ کہ تیری چشم فتّیں مبتلا ہوا   اے شوخ چشم آنکھ کا جان و بلا ہوا
جوے فرات خون شہیدوں سے بہ چلی   میدان تجھ گلی کا عجب کربلا ہوا

خوب لگتی ہے زلف میں کنگھی   کن کھجورا پھنسا ہے ماروں میں
شکر للہ کہ یوں کہا صیاد   ایک "سامی" بھی ہے شکاروں میں

کاں تک کوئی فراق میں تیرے جیا کرے
یہ تلملا کے تیرے بنا جی دیا کرے
کہا وے کہاں تلک کہو غم کی غذا یہ دل
پانی کی جاے گھونٹ لہو کے پیا کرے
قربان ہوں میں نام پہ اُس کے ہزار بار
جو کوئی تیرے نام کو ہر دم لیا کرے
دل میرا بے ادب ہے پن اب اس کو کیا کروں
تیرا نہ لیوے نام تو پھر کیا کیا کرے
برسیں ہیں میری آنکھوں سے ساون کی سی جھڑی
جس وقت میں یہ پاپی پپیہا پیا کرے
دل کو حوالے زلف کی ناگن کے کر دیا
'سامی' بغیر کون یہ ایسا ہیا کرے

مخمس

جس وقت تم جمال کو اپنے دکھائے ہو
زلفوں کے دام میں دل وحشی پھسائے ہو
ہجراں کی اور وصل کی لذّت چکھائے ہو

مانند ابر و برق همیں زور بائے ہو
ہم کو کبھی رولائے کبھی تو ہنسائے ہو

ثابت ہیں ہم' جفا سے نہیں ہمکو اضطراب
اس دفتر جنوں کا کہاں تک کریں حساب
کیا کیا تمھاری زلف کے سہتے ہیں پیچ و تاب
گہ غمزہ ' گاہ عشوہ ' کبھی ناز' گہ عتاب
کئی کئی طرح سے تم نے ہمیں آزمائے ہو

آباد شہر دل تھا سو ویراں ہوا تمام
دل بستگی میں صرف ہے آوارگی سے کام
آرام جمعیت کا گئے بھول ہم نے نام
یارب تمھاری زلف پریشاں رہے مدام
جس طور تم نے ہم کو پریشاں بنائے ہو

کس نے روا رکھا ہے بیداد جفا کے تئیں
بے دل کیا ہے جس نے عزیز آشنا کے تئیں
دیکھو بری لگیں گی یہ باتیں خدا کے تئیں
بدنام کرتے ہوگے عبث تم حنا کے تئیں
میرے لہو سے ہاتھ کو مہندی لگائے ہو

ترچھی نگاہ ہم نے تمھاری پچھانیاں
نادان ہو کے باتیں کرو مت سیانیاں
عاشق کے حق میں خوب نہیں بدگمانیاں
ہم پائے ہیں تمھارے لبوں سے نشانیاں
یعنی ہمارے قتل پہ بیڑا اُٹھائے ہو

سنیو یہ گوش دل سے نصیحت عجیب تم
درد دلوں سے خلق کے ہو بے نصیب تم
کس طور سے بنو گے جہاں میں غریب تم
شاید ملے ہو اپنے سگوں سے رقیب تم
دل دار کی گلی میں یہ غوغا مچائے ہو

لاگے سے آنکھ دل نے خرابی زیست کیا
دریائے غم کی لہر نیں آغوش میں لے لیا
'سامی' کی بات ہے یہی تو جاں لے پیا
طوفاں گر بتاں ہیں لگا کر یہ تو تیا
ب سے کہ تم نے آنکھوں کو سرمہ لگائے ہو

میر محمد ''سعید'' سعید تخلص

ریختہ را ہموارمی گوید و تا حالت این تحریر بہ همین گلزمین بسر می برد. با فقیر اخلاص می دارد. یک ملاقات سرسری در اثنائے راہ دست دادہ بود' مرد سخن فہم و منصف دریافتہ شد - حق تعالیٰ سلامت دارد - این نمونۂ افکار اوست :—

کوئی دھن کا ترے عاشق ہے کوئی زلفوں کا
کوئی دل جمع یہاں ' کوئی پریشان یہاں ہے

مرا دل مبتلا ہے ان دنوں میں سریجن پر فدا ہے ان دنوں میں

جب ستی وو عین مردم مردموں سے دور ہے
مجھ کو آنکھوں کی قسم نور بصر جاتا رہا

باب العین

خواجہ برہان الدین ' عاصمی '

شاعر و مورّخ عدیم المثل بود ' در شمشیر شناسی دستے داشت ' و فکر ریختہ بنہایت شستگی و رفتگی می نمود - این دو سہ گل از چمنستانش میر محمد تقی ' میر ' و فتح علی خان می چینند :—

چمن کے تخت پر جس دن شہ گل کا تجمّل تھا
ہزاروں بلبلوں کی بھیڑ * تھی اور شور تھا ' غل تھا
خزاں کے دن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں
بتاتا باغباں رو رو کے یہاں غنچہ تھا ' وہاں گل تھا '

رات کو میں شمع کے مانند رو کر رہ گیا
صبح کو دیکھا تو سب تن اشک ہو کر بہ گیا

شاہ عزیز اللہ ' عزیز '

عزیز مصر نازک خیالی است † —

ڈرتا نہیں ہوں نوک کٹاری کے زخم سے
بانکی نگاہ دیکھ تری ہل گیا ہوں میں
کان نمک ہوا ہوں ترا حسن سبز دیکھ
لونی برہ کی جب سے لگی گل گیا ہوں میں

---

* (ن٠) فوج † تذکرۂ گردیزی —

معتبر خان "عمر" * تخلص

از تربیت کردہ ہائے "ولی" دکنی است۔ مقال مسیحا خصالش در مردہ دلان روح تازہ از معانی رنگین می دمد، و طبع خضر مثالش سکندر طالعان را آب حیات سخن شیرین می بخشد —

مست وو ہے کہ روز محشر میں — اُٹھ کے پوچھے یہ غلغلہ کیا ہے

گر تہیں میرے صید کے قابل — قتل بنانے کا مدّعا کیا ہے

این ابیات از ہر دو تذکرہ ماخوذ شد :—

اُتری رونے سے مرے ابرو کماں کی بھوں سے چھن

کس طرح تھیرے کماں اس بارش و برسات میں

اپنی آنکھوں اُوپر نگاہ کرو — آے مخمور ہیں پیا کیا ہی

بس کرو زلف کو لپیٹ رکھو — کیا اسیروں کو مار ڈالو گے

ایک رسوا بہت ہے، شہرے کو — جمع کر کیا اچار ڈالو گے

تل میں دل لے کے یوں مکرتے ہو — کہ گویا اِن تلوں میں تیل نہیں

مجھے زلفیں دکھانا کیا سبب تھا، میں نہیں پوچھا

اُلجھنا اُس میں دل کا وقت شب تھا، میں نہیں پوچھا

باغ میں صر صر سے ہوتی ہے خزاں آخر کو دیکھ

عاقبت عاشق کی آہ اے گلبدن بر باد نہیں

سیتا رام "عمدہ" تخلص

عمدۂ رنگین مقالان وسر آمد نازک خیالان است۔ مضامین فکر سوزومعانی دل فروز بسیار دارد، و مشّاطۂ تقدیر شاہد

---

* (ن) تذکرۂ کردیزی —۔

هستیش را در جلوہ گاہ کشمیر جنّت نظیر محل فرمود، و ناخن فکر رسایش هزاران گرہ مضامین تازہ و معانی دلچسپ در تتبّع 'یقین' بکشود - در تذکرۂ فتح علی خان این اشعار تحریر بود، نوشتہ شد :—

نہ اپنے مبتلاؤں پر غضب اے نوجواں رهئے
اُنهوں کی دلبری کیجیے، انهوں پر مهرباں رهئے

مدام کیونکہ مرا جی رهے نہ صهبا میں
کوئی شراب سی شے دوسری هے دنیا میں؟
یہ تو تو تے سخن سخت سے، وہ پتهر سے
میرے سے دل کی کهاں نازکی هے مینا میں

کسی تونے نہ کی اے باغباں میرے ستانے میں
نہ پایا چین میں نے ایک آن اِس آشیانے میں
چمن میں اُس کے آنے نے منّغص کردیا مجکو
خلل صیّاد نے ڈالا مری دهومیں مچانے میں

گلی تک یار کی چلتے اسے آزار پهونچیگا
کهاں دارالشفا تک یہ دل بیمار پهونچیگا
مرے تابوت پر حاجت نہیں پهولوں کی چادر کی
کہ میری نعش پر وو سرو گل رخسار پهونچیگا

اس نے نہیں کیا کبهی هم سے برائیاں
مرجائیے جو یار کرے بے وفائیاں
تونے همارے دل کو ستایا تمام عمر
کرتا هے کوئی کسو ستی اِتّی برائیاں

پھساکر آپ کو بانوں میں اِس شانے نے کیا پایا
پہن کر پانوں میں زنجیر دیوانے نے کیا پایا
کہے گا یار سے اے دل غم اپنا تو ' تو کیا ہوگا
دکھہ اپنا شمع سے کہہ کہہ کے پروانے نے کیا پایا
نہ کیجو خاکساری ہیچ گہ اے 'عمدہ'! تو ہرگز
ملا کر آپ کو ماٹی میں ویرانے نے کیا پایا

کسی کے سینے میں ہرگز مرا سا داغ نہ تھا
مرے چراغ سا روشن کوئی چراغ نہ تھا
چمن میں کھینچ کے لائے ہیں گل رخاں مجھہ کو
وگر نہ سیر چمن کا مجھے دماغ نہ تھا

نہیں آزادگی عاقل میں ' دیوانے میں ہو تو ہو
تلاش سوختن کس میں ہے ' پروانے میں ہو تو ہو

ممکن نہیں کہ جائیں ہم ان گل رخاں کو چھوڑ
جاتی ہیں بلبلیں بھی کبھو گلستاں کو چھوڑ
اے دل گلی سے یار کی کرتا ہے کیوں سفر
کیوں کر جئے گا ایسے سجیلے جواں کو چھوڑ
مرنے کے وقت یار نے مجھہ سے کہی یہ بات
اے ' عمدہ ' تو چلا ہے کدھر اس جہاں کو چھوڑ

دل ہمارا دشت ہاموں کا ہے دیوانہ ہنوز
مرچکے ہیں تس پہ خوش آتا ہے ویرانہ ہنوز

حکم کیا ہے اسے ' راتوں کو ترے کوچے میں
دل مرا نالہ و فریاد کرے یا نہ کرے

" عمدہ ؛ اب ہم تو اُسے یاد بہت کرتے ہیں
یاد ہم کو وہ پری زاد کرے یا نہ کرے

خراب مجھ کو نہ کر جان ! آشنا کر کر
برا کرے ہے کسو سے کوئی بھلا کر کر

صیاد کے ہاتھ تو کہاں تک نہ آئے گی
بلبل قفس سے کب تلک اب دل چھپائے گی

رباعیات

ناصح کا یہی کام ہے تک بیہر کرے — جو ہووے دوانا اسے زنجیر کرے
اس میں وو جئے یا مرے لازم ہے اسے — تدبیر کے کرنے میں نہ تقصیر کرے

تک ایک تو کر انتظار جاتا ہے کہاں — تک ایک تو پکڑ قرار جاتا ہے کہاں
اتنی بھی ارے دل تو نہ کر بے صبری — آتا ہے وہ دیکھ یار جاتا ہے کہاں

ناحق تو بتاں سے آشنا ہوتا ہے — کیوں درد و بلا میں مبتلا ہوتا ہے
مطلق نہ مروت ہے اُنہوں میں نہ وفا — مجھ سے بھی عبث دل تو جدا ہوتا ہے

رہتا ہوں خوش اپنی جان مکڑوں سیتی
رکھتا ہوں میں اختلاط ہاموں سیتی
جس طرح بھرا مرے جنوں سے صحرا
کب دشت تھا آباد یوں مجنوں سیتی

" عراقی "

از معاصران ' ولی ' دکنی است ' چنانچہ ' ولی ' در دیوان خود او را یاد می نماید و می گوید :—

تیرے سخن کے نغمۂ رنگیں کو سن ' ولی '
ڈوبا عرق کے بیچ ' عراقی ' عراق میں

ازوست :—

جس کے نین جاری نہیں سو دل سرا ویران ہے
معمور ہو کیوں کر بسے جس گانوں میں پانی نہیں

محمد عارف ' عارف '

اشعار رنگین ' و سخنہاے شیرین دارد * - این دو بیت میر محمدتقی ' میر ' و فتح‌علی‌خان بناسش می نویسند :-

دختر رز کو کہہ کہ اُس سے ملے ورنہ ' عارف ' افیم کھاوے گا

ھزاروں معنی باریک آویں دل میں اے ' عارف '
اگر زلف سیہ کا پیچ اُس کے منہ پہ کھل جاوے

محمد عارف ' عارف '

عارف مضامین شیرین ' و واقف خیالات رنگین است - شعر فارسی بلطافت تمام و کبت را بنہایت عذوبت می گوید - دو سہ جز اشعارش بدستخط او متضمن بر انتخاب غزلیات فارسی و دوھرہ و افراد ریختہ و تواریخ وفات بعضے اعزّہ بنظر در آمد - این یک رباعی ازان انتخاب زدہ می نگارد '

---

* متصل دھلی دروازہ می باشد شاگرد میاں ' مضمون ' است (نکات‌الشعراء)

و ترجمهٔ احوالش را از تذکرهٔ 'سرو آزاد' بجنس نقل بر می دارد که " محمد عارف متخلص بعارف' از اولاد مخدوم محمد رکن‌الدین بلگرامی است' قدس سره که ذکر شریفش در دفتر " اولیاءالله " گذارش یافت - تولد محمد عارف روز جمعه نهم ذی قعده سنة اثنین و عشرین و مائة و الف دست داد - جوانی است سنجیده و عندلیبی است بو رسیده' اول شخصے که از دودمان مخدوم رکن‌الدین چراغ سخن افروخت' و طرز موزونی از مبدا فیاض آموخت' اوست - از عنفوان شعور بگلگشت کوچهٔ سخن خرامیده' و در فن فارسی و هندی کمالے بهم رسانید - سیّما شعر هندی که این فن را خوب ورزیده و غزالان تازه در دام کشیده' برخے از سبزان هند در فصل ثانی نقاب از رخ می کشایند - با فقیر محبت تمام دارد' و همیشه بنامهٔ و پیام مرهم بر دل ریش می گزارد " - انتهی - ازوست :— رباعی

رهتا هے غضب مجهه سیں توں هر شام و پگاه
کرتا هے تو ثابت مری گردن په گناه
تمهید نهیں اتنی بهی ظالم درکار
مطلوب اگر سر هے مرا بسم الله !

' عشاق '

از قوم کهتری هندوستان است' از تخلص او معلوم می‌شود که بهرهٔ از علم نمی دارد' در تذکرهٔ فتح علی خان و ' میر '

این بیت او دیده شد :—

خط سے زیادہ اور ہوا حسن یار کا　　آخر خزاں نے کچھ نہ اُکھاڑا بہار کا

' عاجز '

از شعرای هندوستان است ' جودت ذهن ' عاجز ' دکن مشهور آفاق و شوخی مزاج ' عاجز ' هندوستان از همین بیت او هویدا است - ظاهرا تخلص ' عاجز ' را شرف است ' سوای این بیت ' عاجز ' که بتذکرهٔ ' نکات الشعراء ' تحریر است ' دیگر بسمع این عاجز نرسید :—

دل بغل مارے لئے جاتے ہیں سب مکتب کے طفل
شیخ سعدی ! تم بھی اب لے کر گلستاں دوڑیو

محمد عطا ' عطا ' تخلص

از اوباشان عهد خلد مکان بود - وقتیکه در حضور بادشاه رفت این دو بیت بر خواند :—

باورنگ غازی چو یک دل شوم　　بعباس رفته مقابل شوم
سر و ها بسنگم ترا شا دنم　　قزلباش را پاش پاشا کنم

پادشاه او را بخبط منسوب ساخت و از سر او گذشت - می گویند که مادر او مدام او را دو روپیه یومیه می رساند - روزے کسے او را پرسید که اے ' عطا ' گذران تو بچه گونه می شود که وجه کفاف هیچ نداری - گفت که در خانهٔ ما یک ماده مرغیست ' او هر روز دو بیضه می دهد ' برو گذران است -

این سخن رفته رفته بهادرش رسید ' وجه او را موقوف ساخت - چون دو سه روز بعسرت گذشت ' این بیت بهادر خود تحریر نمود :—

عطا در مفلسی کے توک رهتا   سمجھتے بوجھتے پهچانتے رهو

از آن که مهر مادری مشهور است ' روز ینهٔ او را باز موافق معمول جاری داشت- می گوید :—

گر من دگله بپوشم نهصد دنه کشم (؟)
ارجن و بهیم چه چیز است که فلاطوں لرزد

میر محمد تقی ' میر' این بیت بنامش می‌کرد :—

اے در نبرد حسن تو کشته بچهار چشم
زیر مژه نهفته چو آهو بچهار چشم

میر یحییٰ ' عاشق ' تخلص

المخاطب بعاشق علی خان ' از دارالسرور ' برهان پور ' است ' و در معنی تلاشی باشعار ایهام مشهور- از منصب داران سرکار نواب مغفرت مآب بود ' و در همین لشکر ظفر پیکر گذران می نمود - اشعار ایهام از و بر پایهٔ عالی رسیده ' و او بهمین وسیلهٔ غریب جرعهٔ شهرت در محافل خواص و عوام چشیده --

اُتها ہے ابر برق انداز کیا طوفان لاویگا   کروسب یار مل سامان شیشه گوڈ داووکا

جام کو لب سے آشنا مت کر   نام اُس کا پیا! کٹورا ہے

جنس گھر میں جب تلک تھی بیچ کھا تا تھا فقیر
اب تو کچھ باقی رها نہیں ' کیا مگر بیچوں خدا

میں کہا تیرے بدن پر کیا بھلی لگتی ہے را کھہ
عنس کہا جوگی پسر نے ' خاک لگتی ہے بھلی

جیت میری ہے عشق بازی میں — جب سے دلبر نے مجکو ہار دیا

نشے اُترے محبّت کے ہماری — گھٹاؤ خط کی سبزی کو پیارے

چاہتے ہو جو رونق وصلی — خط کو اصلاح دے کے صاف کرو

تیل کہا کہا کے ہو رہی کُپّی — دیکھو تیلن کی کیا پلی ' ہیگی

خوش لگا لیتّدا سنارن کا — جس کے سونے میں ' بارہ ' پانی ہے

مجھہ کلیجے میں کھٹک تجھہ بِگ برہ کی ہول ہے
حال اپنا کیا لکھوں پیارے یہاں یہ سول ہے

کرتک ایک رفع کدورت ' اِس گھڑی اُڑکے نہ جا
تجکو اپنے پیر کی سوں اے جواں لڑکے نہ جا

لب شکر رخسار کے چومے کا وعدہ ہے ' سودے
نہیں تو مجکو جانتا ہے ہونٹ مل کر لیوں گا

ہر یک ساغر کے پیچھے چومنا پستہ دہن اُس کا
گزک ' عاشق علی خاں ' کو اِسی مستی میں بھاتی ہے

گشت کتوال کی کرو موقوف — آج کی رات جام بھرنا ہے

جب نقش اُس صنم کا نقاش کھینچتا ہے
بازو کے کھینچنے میں وو ہات اینچتا ہے

جس وقت جان نکلی مجھہ پاس کوئی نہ آیا
شمشیر تیری ایک دم بیٹھی تھی میرے سر پر

سانولے سجن! تیرے کوچے ستی — شب و روز عشّاق کا شور ہے
رقیبوں کو دیتا ہے بالی ہموش — پہلوان کا چھوکرا زور ہے

دیکھہ " کھو کر پتّھان" کالڑکا ‏ صبر اور ھوش کھو کر آیا ھے

خیّاط تین تھان میں ایک تھان کچھہ * گھٹتا
درزن کے آگے' تھرے پیچھے کر گیا ھے پونچھہ

اری درزن! جو مانگے گی سو دوں گا
شتابی سے مرے سینے کو لگ جا

منتظر بیٹھا ھوں پا جامے بلا درزن کو کہہ
کام ھے مجکو شتابی سے مرے سینے لگے

فتح علی خان این ابیات می نویسد :-

ھیں شہید کربلا سب سرخ پوش ‏ مصطفیٰ کی آل کا کیا رنگ ھے

رزالا یار جب بولا مرا آنا روپے پر ھے
تو ھم بولے کہ منہ دیکھو روپے کے سولہ آنے ھیں

صاف دل آرسی سا کوئی نہیں ‏ لیک منہہ دیکھی آشنائی ھے

یار کو دیکھہ میں ھوا قربان ‏ اِس تجارت میں مجکو وارا ھے

نکلے ھیں اجلے بال' چناتے ھیں تب سے ھم
بوڑ ھوں کے بیچ ھم بھی جوان چنندہ ھیں †

ھات پر ھات مرے دھر کے چلے آئے سات
دیکھہ طالع کی مدد آج پڑے میرے ھات ‡

کیونکہ برہ کے روز کٹتیں اے کمھارنی
اب تو ھزار سال کے بدھنے لگے گھڑے $

---

* (ن) کیوں ؟ † (ن) چنندہ جوان ‡ (ن) میرے ھاتھہ پڑے
$ (ن) لگی گڑی ؟ —

سید عبدالولی "عزلت" * تخلص

فرازندۂ نوائے سخنوری و سخندانی، طرازندۂ بساط معنی پروری و شیرین بیانی - جوہر مرات سخنہائے بو جستہ فروغ شمع مضامین نستعد - مجلس آرائے بزم ذکات رنگین، انجمن پیرائے خیالات متین - ساقی شراب جادو مقالی، جرعہ چش رحیق نازک خیالی - عندلیبے است ہزارِ داستان، و طوطی است شکرّ بیان- سرویست از باغستان خیال وتد رویست

* سید عبدالولی "عزلت" تخلص

خلف سید سعداللہ درویش سورتی، جامع اقسام فضائل است، ملامتیہ مشرب دارد ریش و بروت تراشیدہ بوضع رندان می باشد - از فہم عالی اشعار فارسی وہندی خوب می‌فرماید - در علم حقائق و معارف بحر مواّج است، دیوانے ترتیب دادہ، این اشعار آبدار فکر رسائے او ست :—

جن کے دلوں میں درد حسین علی نہیں
ابلگ پکڑ رہے ہیں وہ سنّت یزید کی

بنی امیّہ کے دامن لگے ہیں جیتے لوگ
وسب یزید کے پنچھوں خلاص ہوویں گے

دم زاھد بجا ہے شعلۂ اہ فقیراں سوں
مبادا اِن کی پشم ریش کا پولا بھڑک جاوے

شیخ بڑّے ھی ہیں دراز زباں صبح کوکیوں نہ دیوے سرفابانگ

(تحفۃالشعراء) از سورت‌اند ...مشق فارسی ہم کردہ اند، لیکن مزاج ایشاں میلاں ریختہ بسیار دارد - تازہ وارد ہندوستان، کہ عبارت از شاہ جہاں آباد است، شدہ اند (نکات‌الشعراء)

از کوهستان کمال - ضمیر صفا پذیرش جامے است جہان نما ' و فکر سریع السیرش ماهتابے است آسمان پیما - سخن رنگینش مرهم بخش دلهاے حزین' معانی شیرینش مونس اشخاص غمگین - شعر فارسیش گوهر یست آبدار ' و نظم ریخته اش لولویست شاهوار - نکات رنگین به یمن انفاس مسیحا یش زنده ' و خیالات شیرین بر طبع چالاکش نازنده - در مصوری قدرتے دارد که مانی و بهزاد پیش او مانند پیکر تصویر دربند حیرت می مانند' و در موسیقی وسنگیت دستے (دارد) که صاحب کما لان این فن بنامش دست بگوش می گذارند - در علم دوهره و کبت دریائی است مواج' و بحر یست متلاطم - شعر خوانی گلو سوزش جانے از سامعان می برد ' و سخن گوئی دل فروزش روحے تازه عطا می کند - میرزا 'صائب' علیه الرحمه قبل ازین چند سال در حق آن جناب می فرماید ' و حرف ولایت تصفیهٔ باطن را باین حسن وجه ادا می نماید :—

دریں زمان که عقیم است جمله صحبتها
کناره گیر و غنیمت شمار 'عزلت ' را

راقم سطور هر گاه که به حیدرآباد رفت' ربط از آن جناب پیدا کرد - چنانچه هر روز بلا ناغه بخدمت می رسید' و آن جناب هم اکثر گاه بغریب خانه قدم رنجه می فرمودند - فقیر سوال (؟) به انعام آن جناب به دستخط نواب مستطاب نواب صلابت جنگ بهادر رسانیده' بنظر انور گذرانید - الحال سلسلهٔ ترسیل مراسلات از جانبین گرم است - کلیات همه بیت چارده هزار خواهد بود - کلیات ریخته اش که قریب دو هزار صد است مع

ساقی نامه که در جواب درد مند گفته، و رباعیات و بارا ماسی (.........) و پہیلی ها و کبتہا و دوهه ها و جهولنه که دران نرگس تخلص می کند، به نظر در آمد، و این ابیات انتخاب یافت - در ساقی نامۂ خود که سی صد و سی و یک بیت است، و در یک روز گفته و "بیان ظهور" که همین نام و تاریخ است - میگوید :-

جو ایمان ہے درد کا دے تو جام — کہ ترسانا سی سے ہے ترسا کا کام
بھلانا مجھے تجکو یاد آئے گا — مرے بعد مل هات پچتائے گا
مرے پر مری خاک دے گی صدا — ارے مے پلا، مے پلا، مے پلا!
تجھے جھوٹی سوگند کھانے کی سوں — مرا مصحف دل اُٹھانے کی سوں
جرس وار میں تو هوں خاموش یار — کروں کیا جو اس دل نے نالی پکار

از بارا ماسی اوست :-

دل بے عشق عالم میں کہاں ہے — جو سچ بولوں تو نام عشق جاں ہے
چکوریں ماه کی قرباں هیں باشوق — گلے میں قمریوں کے سرو کا طوق
سمندر کو ہے آتش، آب حیواں — گل کمدن(؟) کا دلبر ماہ تاباں
جو بلبل ہے تو گُل اوپر فدا ہے — پتنگا شمع کے منه پر جلا ہے
هوا ہے کوهکن شیریں کا مفتوں — هلاک جلوۂ لیلی ہے مجنوں
دیا مہیار دل چندر بدن کو — نظر کر ماجرائے نل دمن کو
ذرہ تو آهن اور آهن ربا دیکھه — کتان و ماه، کاہ و کهربا دیکھه
سسے اور نیو، گوپی اور کنہیّا — زلیخا اوریوسف هیر و رانجها
کوئی عالم میں بے معشوق ہے کد — خدا عاشق ہے، شاهد ہے محمد
مزا عاشق کو گرچه وصل تک ہے — جدائی، عشق کو آب و نمک ہے

نہ دکھہ اے رب! کسی عاشق کو پی بن
نہ کریو خاک پر سر تن کو جی بن

(ماہ اساڑہ) جھلاتی ہوں میں جھولا سانس کا ہاے
جو پی آویں تو دل کا طفل سکھہ پاے

(ماہ ساون) یہ ساون کال من بھاون میں آیا
مرے رونے نے سکھہ کا گھر ڈبایا

(ماہ بھادوں) اُٹھے ہے ہوک، جب کویل اُٹھے کوک
ہلکتی ہوں کہک کر موڑدے بھوک

(ماہ اسو) ترے بن کنتھہ لگتی اے رنگیلی
جو ساری سنگ ہوگئی کنتھہ نیلی

(ماہ کاتک) مجھے سونا تو اب سپنا ہوا ہے
میں اُس سے بچھڑی پل سے پل جدا ہے

(ماہ اگھن) نگہ پی بن چبھے دیدے میں جوں پھانس
رہی ہے جوں حباب آنکھوں میں اب سانس

(ماہ پوس) تصور کرکے پی کو دل میں جب لانو
بگھولے سے میں اپنے وار دی جانو

(ماہ ماگھہ) کوئی بھاتا نہیں ہے مجکو بن پی
کہ میں بھاگوں ہوں اپنی چھانہہ سے بھی

(ماہ پھاگن) لگے جوں تیر غم دل کے ہدف کو
بجاؤں کوٹ کر سینے کے دف کو

(ماہ چیت) دیکھے ہے میرے چھاتی کا تواہاے
اُٹھی ہے چھن چھنا جوں اشک پرچاے

(سادبیت اکھہ) وہ آتش رو جبھی دل سے گذر جاے
مری فریاد سے بوے کباب آے

مری لاگی بھڑ کئے آنکھہ باڈیں ملےگا پیر اکھرائیں سائیں
پیا پردیس سے مجھہ گھر کودھائے نکل دل سے مری آنکھوں میں آئے

واھن بھیگا سبھی سنگار (مکری) موتی بھاگ جگاؤں ھار
مو سر چڑ ھوپی لا گے نیکا ارے کوئی ساجن فا سکھی ٹیکا

سوال: — پانی کیوں باسی ھے۔ سوال:- من کیوں اداسی ہے —
جواب — پیا نہیں —
سوال:- نتھہ کیوں نہیں پہنتے ۔ سوال:- دارو کیوں نہیں پیتے —
جواب :- پیارا نہیں —
سوال :- ٹیکے کے نگ اکھڑے ھیں —
سوال :- پیتم سوت کے دھام گئے پرسیج سنواری —
جواب:- جڑاے دیو —

انتخاب ریختہ جات : —

عبث توڑا مرا دل ناز سکھلا نے کے کام آتا
یہ آئینہ تھا، تجھہ خود بیں کے اترانے کے کام آتا
لئے 'عزلت' کے موے سر بیاباں کے ببولوں نے
جوبچتا یہ چندر، جاروب ویرا نے کے کام آتا

سیہ روزوں میں میری قدر کو احباب کیا جانے
اندھیری رات میں کس کو کوئی پہچانتا ھے گا

ت نکل جا جی، تو شادی مرگ ھوکردام میں
اس قدر تو تک تڑپھہ جو خوش ھو جیو صیاد کا

قتل 'عزلت' سے نہ منکر ہو کہ گل کے ما نند
لب پہ ہنستا ہے ترے خون نمایاں میرا

سفلہ رسوائی سے خوش شہرت کی لالچ جیوں نگیں
منہہ ہوا کالا بلا سے نام تو روشن ہوا

میں صحرا جاکے قبر حضرت مجنوں کو دیکھا تھا
نہیں اس سال وہ خونی نین بھورے الک والا
زیارت کرتے تھے آہو بگولا طوف کرتا تھا
لگے لالے کو آگ اور ہو جو نا فرماں کا منہہ کالا

اے صبا رفتار گل! غنچے کے رنگوں باغ میں
جوں ہی تجھہ پر آنکھہ کھولی ہاتھہ دل سے جا چکا

آج دل بیقرار ہے میرا کس کے پہلو میں یار ہے میرا

جوں صبا خا نقہوں میں جو کبھو جاتا ہوں
قصد ہے غنچہ عماموں کو کچل جانے کا

عشق گورے حسن کا ' عاشق کے دل کو دے چلا
سانولوں کے عاشقوں کا دل ہے کالا کویلا

خواب میں بوسے کو میرے ان لبوں سے جنگ تھا
صبح کو دیکھا تو ان لعلوں کا توتا رنگ تھا

کئے ویراں مرا دل ' دلبروں کے ہات کیا آیا
یہ بیت اللہ توڑے سے بتوں کے ہات کیا آیا

مرے نزع کو مت اس سے کہو ہوا سو ہوا
کہ دل دھندہ جیو یا مرو ہوا سو ہوا
سرمہ کش چشم وو گلرو کے ہیں بیمار صحیح
نہل کا اس کے گلے بیچ بند ہا گنڈا تھا

سر پہ پڑی ہے مرے اب فکر قوت
جن کو کہوں دیو سو ہو جاے بہوت

ہنستے کیا ہو مرے رونے پر اے دلدار بہت
تم سلامت رہو بندے کے خریدار بہت

وو زلفوں سے نہ گزرے بلکہ اپنے جی سے ڈل جاوے
کہو میرے دل صد چاک کو شانے سے کیا نسبت

ہے گلال ابر کہہ میں دو بادہ رنگیلا' سا ڈولا
لالہ اور مہتاب پر ڈالے ہیں دل ہولی کی رات
یہ گلال اور ارگجا اور' زعفراں' عزلت نہیں
لال نیلے پیلے ہو گئے اس رنگیلے بن بسنت

غمر

جز صبا کیا ہے چرا غوں کے بجھانے کا علاج

عشق کامل سے نمایاں ہوے آخر حسن یار
بید مجنوں میں ہے لیلی کے کھلے بالوں کی طرح

میرے جنوں کی ہے نوبت اے مجنوں تو افسوس کی 'دستکیں' جھانجھ سے سن
سرنا ہے نالوں میں غم کا اڑانا بھی دل کی تڑپھہ ہے تکوروں کے مانند
بہت منہہ پر وہ زلفیں آج بکھرا تا ہے اے ' عزلت '
وہ گالوں پر کسی کا زخم دنداں ہے لگا شاید

ہم رکھتے ہے پرند دل کے جانے کی خبر
آہ نے اڑنے سے کچھہ کہی اس دوانے کی خبر

یار کا کت ناچنا شاہد تھا میرے حال پر
رات میرا شیشہ دل ٹوٹتا تھا تال پر

دیکھہ کر میرے رنگیلے کے سلام ناز کو
منفعل ہو شاخ گل کا سر نواتی ہے بہار

میں شروع زندگی سے ہوں گرفتار بتاں
جوں خطوط کبک ہے جزو بدن میرا قفس

(قطعہ بند) ملی تھی خلد میں 'عزلت' سے کوہ کن کی روح
کہا میں اس کو ارے سر چڑھے یہ کیا تھی ہوس
ترے تو سر میں بھرا تھا خیال شیریں کا
نہ مارنا تھا تجھے تیشہ اُس پر اے بیکس
کمال عشق نہیں کھونا جان کا ورنہ
مریں ہیں شیریں پہ ہر روز لاکھ مور و مگس

گرد سے چہرہ بھرے آئے چمن سے دوڑتے
میں نے منہ چوما تو کہتے ہیں تمہارے منہ میں خاک

عذاب قبر سے دے گا نجات عشق علی
کہ زیر خاک ہے آخر ابو تراب سے کام

پھیر کر منہ ہم سے کہتے ہو بلاتا ہوں تمہیں
ہائے مت باتیں بناؤ ہم سے ہو بیزار تم

کس منہ سے دل کا دعویٰ اے آئینہ رو کروں
محضر نہیں، سند نہیں، کوئی گواہ نہیں

جیوں بگھولا ہوں میں طوفان جنوں کا گرداب
سر کہیں، ہاتھ کہیں، پانو کہیں، راہ کہیں

میں کہا "پستاں ہیں تیرے سخت خوب"
مسکرا بولے کہ "پتھر خوب ہیں"

بلا گرداں ہو پروانہ جل بجل کے راکھ لیکن
دکھالے شمع ہی شعلہ کا پتنگا یہ کہ پروا نہیں(؟)

اڑ و اُس سنگدل کی سختیاں خاطر میں نہ لاؤں میں ور
نہ توتے شیشۂ دل ایک مو کو اُس پہ سن دھر دوں

پستہ جو غنچے تیرے دھن پہ تو چبا جاؤں
دم مارے جو عناب ترے لب سے تو کھا جاؤں

عقل کی تدبیر کیا مجنون سودائی کے تئیں
باغباں! درکار کب ہے نخل صحرائی کے تئیں

سچ کہا لالا کو نافرماں نے گلشن میں کہا
ایک داغ دل ہے تجھکو میں سراپا داغ ہوں

آتش لالہ زمیں سے ہر برس کرتی ہے جوش
گلرخوں کے دل جلوں کو خاک میں بھی چین نہیں

غنیمت بوجھ لیویں میرے درد آلود نالوں کو
یہ دیوانہ بہت یاد آئے گا شہری غزالوں کو

اُس سیہ چشم کا مقتول ہوں میں خونیں دل
قبر میری کوئی لالا کے چمن میں کیجو

ہوس مت ابر مت جا گا بگھولا خاک مجنوں کا
خدا کے واسطے دشت جنوں کی ناک رہنے دے

موا ہوں داغ سے اس گیسوے پریشاں کے
مری لحد کرو کیاری میں سنبلستاں کے

کھلا کے دل جسے پالا سو ہے مرا والی — جناب پاک جنوں مدظلہ العالی

ہے بزم بتاں سے شیخ محروم — جنت میں حمار کیونکہ جاوے

شانہ اُس زلف میں پھرتے یہ سخن کہتا تھا
بات کہتے میں شب وصل چلی جاتی ہے

کہو یہ دل مرا آرام کس طرح پاوے
نہ پانو پانو میں تیرے نہ ہات ہات آوے

ڈھونڈوں میں پی جو نکلے، تب آب‌پاشی کرنے
دیگ و دوال والے ہوویں پکھال والے

مرنا بھلا، لحد بھلی، محشر بھی صلح ہے
بیدرد سے کسی کو نہ حق آشنا کرے

بچا دل زلف کے عقرب سے تو کیا   یہ چوٹی ناگنی پیچھے پڑی ہے

(قطعہ‌بند)
گیا میں فصل گل میں، میکدے، عشرت کے ساماں تھے
اِدھر تو زمزمے قلقل کے، اودھر شور باراں تھے
نہ تنہا سبحہ گرداں مغبچے تھے دور ساغر سے
کہ ساجد جو طرف سے قبلہ گاہ خم کے مستاں تھے
سنا جب میں نے یغما محتسب کا، پھر گیا ایک دن
تو کیا دیکھوں کہ چاروں گوشے میخانے کے ویراں تھے
بھر آئی چھاتی میری دیکھ وو عشرت کدہ خالی
کہا میں کیا ہوا، کیدھر گئے وہ یہاں جو مہماں تھے
گریباں پھاڑ رو رو کر کہا مجکو گلابی نے
کہ یہاں پیالے تھے، وہاں شیشے تھے یہاں خم تھے سبو وہاں تھے

بسے ہے تجھ میں دل، پر دل کے تو جلنے کو کیا جانے
شرر پر جو گذرتی ہے، سو پتھر کی بلا جانے

شکستہ کرکے مرا دل * نظر نہ کر مجھ پر
یہ ٹوٹے آئینے میں منہ تری بلا دیکھے

---

* (ن) گر ہو مرا دل –

اُڑانا خاکساروں کا غبار اُنھیں خوش آتا ہے
دھمندتی پنچمیوں کے دن ولا بے پروا مچاتا ہے

نظر کر چاک دامن یار کا ' فن پوست کھا میرا
نہ جا تو ہائے کسی کی سیج پر دھومیں مچاتا ہے

بعدوں پر نقال لال گلال   چاھئے پاس شرع ابرکھتہ لے

جلی ہے موسم ہولی میں بلبل اُس گل بن
کوئی گلاب کی پچکاری بھر کے مارے اُسے

نہ مارو قمقمہ تم آنکھہ پر مری اے لال
تم اس میں بستے ہو دیکھو کہیں تمھیں نہ لگے

زخمی ہونے سے ترے ہات مجھے ہے شادی
زخم دل ہنس کے تجھے دے ہے مبارک بادی

یک قلم دفتر جہاں ہے جھوٹ   بارے عالم میں سانچ ہی یہ ہے

میرا رنگیلا دیکھہ کے گل سے پھرا کے منہ
"تو جی میاں تو جی میاں" بلبل یہ بک اُٹھے

مانگ کا اُس کے ہے سیندور دیکھو معجز حسن
رات آدھی ہوگئی لیک شفق باقی ہے

سر جدے ' اور تن جدے ' اعضا جدے ' آل علی
حشر میں آویں گے سارے مصطفیٰ کے سامنے

فتح علی خان و میر محمد تقی 'میر' این ابیات میر صاحب انتخاب می نمایند :—

فقیروں سے نہ ہو بیرنگ لالا فصل ہولی میں
ترا جامہ گلابی ہے ' تو میرا خرقہ بھگوا ہے

نخل اُمید بے وفاؤں سے دل سلامت پھرے تو پھل پایا

مقام زندگی سے کوچ کر گئے جلد یار اپنے
وو منزل پہنچے اور ہم باندھتے رہگئے ہیں بار اپنے

اسیری بے مزہ لگتی ہے بن صیّاد کیا کیجے
قفس کے کنج میں تنہا عبث فریاد کیا کیجے

پٹکتا سر جو سنگ صورت شیریں سے بہتر تھا
عبث شیشے کے سر خوں دے گیا فرہاد کیا کیجے

ہم راستوں سے بھی جو کچھہ اقرار تھا سو ہے
نا آشنا صنم و دل آزار تھا سو ہے

پی کیف میں ہے چور نہ جانوں کرے گا کیا
دونا ہوا غرور نہ جانوں کرے گا کیا

دو زلفوں میں پھنسا تھا پھر خبر نہیں دل پہ* کیا گذری
غبار مشک تھا اِس راہ میں گھایل پہ * کیا گذری
اُڑا تھا جیوں شرر دل اپنے دود آہ میں 'عزلت'
مسافر پر پڑی تھی شام غم منزل پہ * کیا گذری

سب آشنا ہوے پی کے بچھڑتے بیگانے ہوی ہے بیکسی اب یار دیکھیے کیا ہو

اے قاتل قبر پر میری کبھو بھولے گذر کیجو
جو یاد آجاؤں ہنستے ہنستے ایک پل چشم تر کیجو

جہاں کی آنکھہ سے جوں اشک جو گرا ہووے
تو اُس کا غیب سے طالع کا عقدہ وا ہووے

---

* (ن) تینوں مصرعوں میں (پہ کیا گذری) کی جگہ (کی کیا گذری)

وو گنہ تو کیا ترے بلبل اُپر بیداد کرتا ہے
کہتے * جب بال وپر تب وا کر آزاد کرتا ہے

هر دم وو صنم گر ہوا خوں خوار نہ ہوتا
واللہ کہ جینا مجھے دشوار نہ ہوتا

بیقدری سے روشن دل اگر داغ نہ ہوتے
هرگز کسو آئینے پہ زنگار نہ ہوتا

هوش و دل لے کر ہمارا اب نہیں لیتا سلام
دے جواب اے بے مروت ہم نے تیرا کیا کیا

مت جوتک ہم چلوں اُپر دامن
بات سن راکھہ لے اُڑا مت دے

وو سخت تر اول سے ہوا سن مری فریاد
نالوں کا مرے پتھر اثر هووے گا یارب

اگرچہ یار میں وحشت ہے' کچھہ حیا بھی ہے
ہے اس کی وضع تو بیگانہ ' آشنا بھی ہے

اے تلخ گو ترے لب شیریں میں سحر ہے
تو جس کو گالی دیوے وہ تجکو دعا کرے

حشر میں قبر سے کہتا ہی اٹھے گا میکش
کہ کہاں مے ہے ' کہاں جام ' کہاں ہے شیشہ

سوجھہ بوجھہ ان کی نہ ہو کیوں نہ رہی میخواری
چشم ہے جام و دل بادہ کشاں ہے شیشہ

بندے ہیں تیری چھب کے مہ سے جمال والے
سب گل سے گال والے ' سنبل سے بال والے

---

* (ن) گئے —

مت ہو تو نیلا پیلا بخت سیہ کر اُجلے
اے الفی شال والے، بھگوے رمال والے

میرا غبار دل میں اسے پیشتر کیا
خاموش ہوں کہ نالوں نے کیا خاک اثر کیا

بہاروں میں نہ چھیڑو مجھکو اس گلرو کا مجنوں ہوں
مرے زنجیر کرنے کو گلابی ہار بہتر تھا

سب سے آزاد و گرفتار ہوں کن کا اِن کا
بندۂ فدوی سرکار ہوں کن کا اِن کا
ڈھا کے دیوار تحمل، میں اُڑا مثل غبار
اب تو گردِ رہ رفتار ہوں کن کا اِن کا

یار عاشق کا خریدار کہاں ہے کہ نہیں
مہربان ایک وو باریک میاں ہے کہ نہیں
مجھکو گلرو نے خموشی سے کیا قتل سو کیوں
بلبلو! تم کہو کیا منہ میں زباں ہے کہ نہیں

جلا یا مصحف دل تو نے کیوں برق تغافل سے
جو سچ بولوں تجھے جھوٹی قسم کھانے کے کام آتا

کیا دن پڑے ہیں مجھکو تری صبح وصل میں
بخت سیہ کی کہتے بتہا رات ہو گئی
تنہا چلا میں یوں طرف وادی جنوں
زنجیر پانوں پڑ کے مرے سات ہو گئی

اے سالک انتظار حج میں کیا تو ھکا بکا ہے
بگولے سا تو کر لے طوف دل، پہلو میں مکا ہے

چراغ دل کو روشن کر دیا آہوں کے شعلوں نے
ہزاروں طرحے بلبل خم پروانے سے پکا ہے

جو ہے ہر سنگ میں پنہاں سو آتش لعل سی چمکی
سبھی میں حق ہے پر عارف میں گویا رسوا جھمکے

نیم بسمل ہوا میں تیغ نگہ تب رکھہ لی
کس بھلے وقت برا ہو گیا جلاد کہ بس

کب لگ احباب کا غم مجکو دکھاوے گا فلک
خاک ہوگئے ہیں بہت اور ہیں چلن ہار کئی

دیکھہ کر موتی وو بالی کا بتوں نے پکڑے کان
شمع رو میرا یہ سب آتش رخوں کی ناک ہے
خاطر یاراں میں ہے ہم خاکساروں کا غبار
صاف ہے شکوہ ' دلوں میں کیا محبت خاک ہے

اس آہن دل کا جوہر مثل خنجر خوں فشانی ہے
صفاے دل کا وو ہر چند دم مارے ' زبانی ہے

بگولا ہو کے راہ بوستوں میں کو ہکن اب لگ
سم گلگوں کی ماتی ہات مل مل چھانتا ہے گا

چشم رکھتا ہوں ' کوی یک پل نہ رووے میرے بعد
آپ کو جوں شمع میں مرنے سے آگے رو چکا

جدوں گلرخاں میں مثل لالہ خوش رہا کرے
جگر پر داغ کھا کر خون دل پی کر ہنسا کرے

جو راہ کعبۂ وحدت بگھولے کی طرح سوجھی
مقتا کثرت کے چادوں کو طواف اپنا کیا کریے

پیر ہو شیخ ہوا ہے دیکھو طفلاں کا مرید
مردہ بولا ہے کفن پھاڑ قیامت آئی

غضب ہے وو صنم آنکھیں دکھا نظریں پھراتا ہے
یہ دل دینے کے عصیاں کی سزا ہے، حق دکھاتا ہے

جو ہم یہ طفلوں کے سنگ جفا کے مارے ہیں
بتوں کا شکوا نہیں، ہم خدا کے مارے ہیں

جوایک دم منہ لگاوے اُس کو بھی گھٹ جاے کہا تیرا
گیا حقے سے بھی کیا یہ دل فریا دکش میرا

میں وہ مجنوں ہوں کہ جیوں گل چمن محشر میں
ہوگا دامن یہ میرا پھائے گریبان کے ہات

ہوا ہے قحط الفت تب تو دیوانوں کو طفلاں سے
بجز دشنام سنگیں اب تو پتھر بھی نہیں ملتے

جلد مرگئے تری حسرت میں ہم پر ترا دیر کا آنا نہ گیا

جوں موج آب ہے یہ جنوں جزو تن مجھے
زنجیر کی صدا ہے دم زیستن مجھے

ایک بوسہ دے اے کافر بت خدا کے واسطے
مر رہے ہیں ہم اِسی آب بقا کے واسطے

سیہ روزی اے شیریں لب میں شعر آہ سے کاٹی
وو پربت سی شب ایسی تیشۂ جانکاہ سے کاٹی

گئے سب مرد، رہ گئے رہزن، اب الفت سے کامل ہوں
اے دل والو میں اِن دل والیوں سے سخت بے دل ہوں

ہر آن جوں نفس سدری ہیں جہاں کے لوگ
جاتے ہیں پیش وپس چلے اس کارواں کے لوگ

پر زنگ ہے آئینۂ دل عشق سے 'عزلت'
گر چاہے صفاہاں تو صفاہاں کو پہنچ تو

موے پر بھی توجہ ہے جنوں کی میری عزت پر
بنا پتھر اُسے طفلوں کے گنبد میری تربت پر

فصل گل میں چاک چاک اپنا گریباں کیجئے
دل سے تانکے عشق کے اُدھڑیں اگر تک سیجئے

جنوں سے ربط ہے جوں موج اب اتنا مرے جی کو
کہ نقش زندگی مت جا نہ پھاڑوں گر گریباں کو

جلدا ہوں 'اشک باری جو اب نہیں تو پھر کب
اے چشم دوستداری جو اب نہیں تو پھر کب

نیز در شان حضرت امیرالمؤمنین علیہ الصلوٰۃ و السلام واقع شدہ است :—

واسطے اس شاہ کے فراش قدرت ہر سحر
کھینچتا ہے خیمۂ خورشید سے زریں طناب

جس خوش نگہ کو پہنچوں غفلت کی نیند لیوے
میں خفتہ بخت شب کا افسانہ ہو رہا ہوں

اس کو پہونچی خبر کہ جیتا ہوں
کسی دشمن ستی سنا ہو گا

'عزلت' گماں یونہی تھا کہ جل کر ھوا ہے راکھ
پھر دود آہ دل نے مرا دیدہ تر کیا

اے بلبل اتنی رو کے دعا ہر سحر توں مانگ
حق تیری آہ سود چمن کی صبا کرے

نہ بوجھو یہ بگھولا ہے سرا ہم تول صحرا میں
یہ قبر حضرت مجنوں ہے ڈانوا ڈول صحرامیں
ہوی لیلی کے سرچڑہ اشک مجنوں نیل کی ٹیکی
یہ موتی خاک کوں لیتا نہیں کوئی مول صحرامیں*
بیاباں کے گلوں سے بوے رنگ درد آتی ہے
ارے بلبل چمن سے دل اتھا، آ بول صحرامیں

صحیم اپنا مرض الفت کا جب میں عرض کرتا ہوں
جلے دل کی تشفی کو مجھے آنکھیں دکھاتا ہے

کیا گرم ہو، دیتا ہے جواب خنک اے یار
تاب اپنے دم سرد کی نہیں دل کو ہمارے

پچھن ابروے سجن سے مراجی الجھا ہے
دل کھلے گر کبھی دونوں میں گرہ پڑ جاوے
دل میں رندوں کے پھپولا ہوا عمامۂ شیخ
یا رب اس بزم سے یہ زہر کا مکّر جاوے

سدھا رے گل کہاں، سونے پڑے ہیں گلستاں اپنے
گئی ہیں بلبلیں کیدھر جلاکر آشیاں اپنے

نہ بوجھو یہ کہ کیفی چشم پے سرمے نیں گھیری ہے
گریباں گیر ظالم، بے سخن فریاد میری ہے
تجھ قبا پر گلاب کا بوٹا دل بلبل گویا ابھی ٹوٹا

---

* دونوں تذکروں میں نہیں ہے —

بجز رفاقت تنہائی کی آسرا نہ رہا
سوائے بیکسی اب اور آشنا نہ رہا

" عارف الدین خان * عاجز † "

پہلوان شہ زور سخنوری ' و رستم سلح شور معنی

---

* تذکر تین میں " عارف علی خاں ہے " —

† عارف الدین خان عرف مرزائے ' عاجز ' تخلص اورنگ آبادی - بلخی الاصل است ، پدرش در زمان سلطنت عالمگیر بادشاہ از بلخ بہندوستان آمد - غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ بمنصب سرافراز کنانیدہ با خود داشت ، بعد ازانکہ پدرش وفات کرد ' خان مشار الیہ صغیر بود از آنجا کہ رب حضرت کریم و رحیم بندہ ہاے خود را ضایع نمی گزارد بہ فضل عمیم ازفہم ودانش بہرۂ وافر بخشید ' چوں بسن تمیز رسید ' بدستگیری وعنایت نواب سید لشکر خان بہادر نصر جنگ صوبہ دار اورنگ آباد بعطاے منصب و خطاب خانی سرافراز گردید ' بہ جاگیر قلیلے اوقات بسر می برد ' دریں روزہا بخدمت بخشی گری رسالۂ سواران کہ نواب نامدار مذکور سر بلند فرمود ' سر گرم خدمت و مستعد جان فشانیست ' نشۂ شجاعت ہم دارد و با فقیر حقیر از طفولیت ہمدم و یکدل است ' از روے اشفاق بدیدن احقر تشریف ارزانی می فرماید - در کوتوال پورہ بلدۂ اورنگ آباد احقرالعباد مکانی ساختہ ' روزے قدم رنجہ داشتہ بود - فقیر از راہ شوخی جرات نمود کہ دعواے تاریخ گوئی دارند تاریخ این مکان ہمیں زمان بدیہہ برزبان آرند ' تبسمی کرد و گفت چہ صلہ خواہند داد ' گفتم ہرچہ بخواہند ' لحظۂ سر در گریبان فر و بردہ بخود وجد نمود

(باقی بر صفحہ آئندہ)

پروری - نهنگ دریاے شیریں مقالی ' ضیغم نیستان رنگیں خیالی - شاعر یست زبردست ' و معنی آفرینیست صاحب ندرت - زمینهاے سنگ لاخ ریختہ طرح میکند ' و قوافی تازہ و دلچسپ بکار می برد ' و هیچ جا عاجز نمی ماند - چنانچہ خود می گوید :—

(بقیہ حاشیہ صفحۂ ۴۶۳)

این قطعۂ تاریخ بدیہہ فرمود — (قطعہ)

منزل عیش بہ از چار محل | کرد بنیاد چو مرزا افضل
گفت تاریخ بنایش 'هاتف' | منزل جاہ و مکانِ افضل

فہم عالی دارد' بطبع رسا در اشعار فارسی و ریختۂ هندی ز نازک خیالاں است - و در تاریخ گوئی بے بدل - دیوان فارسی ریختہ ترتیب دادہ ' این چند اشعار آبدار زادۂ طبع اوست — شعار ریختہ کہ سابق دریں بحر کسے نگفتہ ودر دیوان از ریختہ ر ریختہ قافیۂ مشکل و زمین سنگ لاخ دارد —

دل کا چمن میرا جب سیں جلادیا تیرے شرار جفا نے اے سر کش
دم بدم آهوں کے شمعوں کے نخلوں سیں جھڑتے هیں گل جیسے شعلۂ آتش
ابرو کمانوں نے سینے کوں میرے بنا کے نگاهوں کے لسوں کا تودا (؟)
دل میرا قربان کر آنکھوں پر اپنی هی پلکوں کے تیروں کا ترکش(؟)

خاصہ سجن میرا کلبدنوں میں لباس کوں جب سیں کیا هیگائیں سکھہ
دل میرا پرکالی هوتا هے سینے میں سر کوں پٹکتا هوں هاتوں کے مل مل
خمار نگاهوں کی مستی کے وصفوں جب میں کہتا هوں چمن میں
نرگس شہلا کے مینائے نے سیں سنا هوں گا چوسیں نغمۂ قلقل

ترے رنگ تبسم سوں بتوں کو دانت کلی هے
ترے عارض کے تل سیں گلرخوں کوں تاپ تلی هے

(بقیہ بر صفحۂ آئندہ)

کہتے ہیں سنگ لخ زمینوں میں ہم نو شعر
پا نا ہماری شوخی معنی کو ہے ' مکت '

روزے در ' حیدرآباد ' با فقیر ملاقات کہ ملاقات اول همون بود ' دست داد - اشعار خود بسیار خواند ' گفتم کہ باوصف غلبیت تخلص عجز از بہر چیست' کاشکہ غالب می شد '

بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۴۹۴

مری رنگیں ادا سیں باغباں! گل کوں ہے کیا نسبت
کہ ہم سینے ہیں تیری باغ کے پھولوں میں ہے پھکڑی

بہار آنے سیں شبنم نے کیا ہے گل کا بستر تر
چمن میں چل کر اس کوں فرش اے خورشید پیکر کر

دل کوں میرے اے صنم کاکل کے خم سیں کھینچ لے
زہر مہرا ہے اسے افعی کے دم سیں کھینچ لے

رات اس مہ روکے جب لگ تھے ضیافت باغ میں
خوان گل کو چاندنی کی تھی دو بہری بستنی
زال دنیا سیں محبت مت کروائے مرد حق
بیوفائی میں تو یہ مہیا ہے کسبی کنچنی

ہمارا خوش تبسم باغ میں جب مسکراتا ہے
کلی کوں باغباں کہتا ہے کوئی دم مت ہنس اے خندی

تری آنکھوں کی گردش سے فلک پھرنے لگا ظالم
زمانہ چرخ میں آیا ' ہوا ہے آسمان گردی

بال اس کا کل مشکلیں کے نپٹ کالے ہیں
ناگ کے بیل سیں شاید کہ اُسے پالے ہیں
تیرے غم سیں مری انکھوں میں جھڑی لگی ہے
کیا کہوں پلکوں کے احوال کہ پرنالے ہیں

(تحفۃ الشعراء)

فرمود که در ظلمات انکسار آب حیات غلبیت موجود است و این بیت میرزا صائب علیه الرحمه بر خواند :—

افتادگی ز خاک بر آورد دانه را
گردن کشی به خاک نشاند نشانه را

اکثر اشعارش چه از فارسی و چه از ریختہ بنا بر بے پروائی او تلف شده‌اند' و کسانے که هر چه بزبانی او شنیده بصفحهٔ قرطاس نوشت باقی مانده‌اند' ورنه او دماغ تحریر مسودات خود نمیداشت - و طبع زاد خویش را نزد سامعان یاد میخواند - بے شائبهٔ ریب در شعر ریختہ میرزا بیدل وقت است' در بحر جهولنه وکبت واشلوک ودیگر ابحار تازه ریختہا‌ے متعدد دارد و می گوید که (ع) :- بدستم هرچه آید می نوازم هیچ آتش زبانے در دکن نیست که باو بمقابله بر خیزد' وکسے چرب بیانے درین مرز بوم نه که پیش او شورے بر انگیزد. موزونان این سر زمین بیدست شده بنامش از چشم گوش می گیرند' و فصیحان این جا بدهن بستن خود از پا افتاده خط بر بینی می کشند - مورخ بے بدل است - قصهٔ "لعل و گوهر" جمله پانصد بیت بنظر در آمد' گواهر گران بهاے معانی تازه مرصع نموده' مطلع او اینست :—

الٰہی دے مجھے رنگیں بیانی — عطا کر مجھ کو یاقوت معانی
سخن کا لال دے میری زباں کو — درمعنی سے بھر میرے بیاں کو
سخن کے در کا مجھ کو جوہری کر — سخن سنجوں کو میرا مشتری کر

در جائیکه لعل فقیر میشهٔ راه شهر نگینه گرفت' آن جامی گوید :—

جنوں کے دشت کا بن کر بگولا — خرد کی راہ کو وحشت سے بھولا

سراپا باد بن مانند جھکڑ ‏ چلا آندھی کے سر پر مار جھکڑ

سحر سے شام لگ مانند خورشید ‏ طلب کے فرق پر رکھہ پانے امید

تردد کا قدم رکھتا تھا گن گن ‏ نہ ہوتا تھا کہیں کوئی لحظہ ساکن

غزالوں کی طرح سرگرم رم تھا ‏ بیاباں اُس کو گلزار ارم تھا

برس دو لگ چلا جب راہ میں راہ ‏ نظر میں اُس کے آیا دشت جانکاہ

کروں اُس دشت کی کیوں کر صفت کو ‏ زباں پر کس طرح ڈالوں نپٹ کو

وہاں ہرگز نہ تھا پانی کا آثار ‏ اجل کا کھیت تھا وو دشت خونخوار

بیابان عدم کے تھا برابر ‏ وہاں تھا جاتے عزرائیل کو ڈر

وہاں کی ریت ہیرے کی کنی تھی ‏ وہاں کے کانٹے بھالوں کی انی تھی

وہاں کی گرد تھی پانؤں کی دارو ‏ وہاں کی خاک تھی دوزخ کی بالو

وہاں کی باد تھی شوریدہ صرصر ‏ وہاں کے کنکرے تھے مثل اخگر

بگولا تھا وہاں دن رات قائم ‏ وہاں جھکڑ سدا آندھی تھی دائم

دیوان ریختہ هایش کہ جملہ ایک هزار بیت کسرے زیادہ است بہ نظر در آمد ، و این ابیات ماخوذ شد :—

پانؤں میں پلکوں کے گھنگروں اشک کے قطروں سیں تھے
درد کے ہاتوں میں جب لگ درد کا مردنگ تھا

نہیں چھوڑا انہوں کا نام مجھہ دل میں ترے غم نے
نہیں باور تو ظالم ! چوک مت ، جو دے کتار اپنا
ارے ناصح عبث کرتا نصیحت ترش رو ہوکر
کھٹائی کا مجھے پرہیز ہے ، مت بیچ اچار اپنا
تجھے جلنے سے اور رونے سے میرے کیا ارے مطرب !
بکا کر دیپک اپنا ، اور الاپا کر ملہار اپنا

.........نہ جاوں کیوں کہ پھر پھر کوہ و صحرا میں
وھاں فرہاد اپنا مونس ' اور مجنوں ھے یار اپنا

بڑا پگڑ ' بڑا شملہ ' بڑا کلہ ' بڑا ڈاڑھا
بڑایا ھے بڑی محنت سے زاھد نے وقار اپنا

تجھہ بن اے لال اشک آنکھوں میں ھمارے سرخ ھیں
دل نہیں پھوٹا تو اُس پانی کے پل میں کیا ھوا

محتسب کو دیکھہ سارے مست اُٹھے مینا کو توڑ
پھر نہ دیکھے خم کا حال اس چل بچل میں کیا ھوا

سحر اُس حسن کے خورشید کو جاکر جگا دیکھا
ظہور حق کو دیکھا خوب دیکھا با ضیا دیکھا

پھیر مت پاکی کو خط پر حسن اب بس ھوچکا
کیوں عبث گھِستا ھے میں لوھے سے پارس ھوچکا

شوخ مسجد کو چلا ' شیخ شتابی چھپ جا
دیکھہ ھووے گی ترے دین کی خرابی چھپ جا
محتسب آج خرابات میں آتا ھے خراب
دختر رز کو بغل مار شتابی چھپ جا

جب پان کھا کے لب پر کرتے ھو رنگ دونا
آنکھوں میں میرے پل پل ھوتا ھے اشک چونا
لوٹن کبوتروں سا دل کیوں نہ پھر پھڑا وے
تیری نظر ھے ظالم شاھین کا ستونا

ادا سیں گر ھماری بزم میں وو فتنہ ساز آوے
بجا کر مہر کا دف چرخ کھا کھا کر گرے زھرا

لیا ہے دل ہمارا جس نے 'عاجز' ہے وو خوبوں میں
ہتیلا بت بڑا منصوبہ گر' عیار' البیلا

دو بات سیں خالی نہیں ہے اشک کا چلنا
آنکھوں کا کہیں لگنا ہے یا دل کا اٹکنا

خوبروئی اس سے کیا ہووے گی خوب   جس نے دیکھا تجھ کو سر کو دھن دیا

خوب رویوں کو ارے دل خوب ہے پہچاننا
جان اگر چاہیں تو دینا' حکم ان کا ماننا

طبع کی چھاتی سے ہم پر زور رکھتے ہیں سخن
فکر کے مگدر کو 'عاجز' جب سے سیکھے بھاننا

مری آہ دل سوزاں کو سن کر مت ہنس اے زاہد
کہ یہ شعلہ لگائے گا تری مسواک سیں دھنوا

فتنہ ساز آیا مرے گھر میں ارے مطرب بجا
اس طرح باجا بجا' لیلی جو وو بولے بجا

الٰہی کب دل غمگیں ہمارا شاد ہووے گا
یہ اُجڑا شہر یارب کس گھڑی آباد ہووے گا
بہار آنے سے سارے عندلیبوں نے کہے مل مل
کہ یہ غوغا تمہارا رہبر صیاد ہووے گا
کہے مستوں نے میرے نالۂ دلسوز کو سن کر
کہ یہ آواز کوئی میناے چکنا چور کا ہے گا

عاشقی کی راہ میں سر رکھ قدم کو بھول جا
راہ جانبازوں کی ہے مت بھول دم کو بھول جا

بھول جا سب کو، کہے تھے ہم نے تمکو اے سجن
یوں نہ بولے تھے کہ اے کج فہم ہمکو بھول جا

سدھہ نہیں ہم کو تری شوخی سیں اے آھونگاہ
ہم تو بھولے چوکڑی آ تو بھی رم کو بھول جا

مہربانی بھی کبھی کرتا رہ اے ظالم مزاج
کون کہتا ھے کہ توں بالکل ستم کو بھول جا

عیش کی مستی کی خاطر شیشۂ غیرت نہ توڑ
دل کو ساغر کر، لہو پی، جام جم کو بھول جا

اے پری 'عاجز' کی باتیں ہیں گلستان سخن
دیکھہ رنگیں فکر، گلزار ارم کو بھول جا

جب اس کی زلفوں کے وصفوں کو لکھتا ہوں بیتاب ہوشاخ سنبل قلم کر
ہر حرف بنتا ھے لہروں بھرا ناگ، پر نقطہ بنتا ھے ناگن کا انڈا
خوش قامتوں کے طپش عشق سے بستر غم میں دل جب سے ھے آہ سوزان
قمری پلٹتا چلا سرو کا میری گردن میں باندھا ھے طوقوں کا گنڈا
'عاجز' ترے دل کے پامال کرنے کو سینے میں اترا ھے داغوں کا لشکر
آنسو کی بھیگی طنابوں سے قائم ھے آہ رسا کا کلیجے میں جھنڈا

ھے سینۂ پر سوز مرا عشق کا آوا
دل داغوں سے ہوگا جلی اینٹوں کا پجاوا

ناگنوں کو باندہ لٹکا بولتا ہوں مار مار
بسیں دیکھا ہوں تری زلفوں کی لٹ کا چھوٹنا

تری آنکھوں کی گردش دیکھکر اے خوش نگہ بن میں
ہرن نے کھا کے چکر رم کو چوکا، چوکڑی بھولا

میرے لہو کا رنگ نہیں تو کہو شتاب
تھی اس طرح سے لال تمھاری رکاب کب

ترا ذقن ہے اگر لال باغ حسن کا سیب
ہے تیرے چاہ زنخدان منے ہزار آسیب

اے زاہدو یہ بوے ہو کیا تخم بند کی
شطرنج کی طرح تو تمہاری ہے خشک کشت

تمھارے پنجۂ رنگیں کو گر چمن دیکھے
اُڑے گلوں ستی رنگ بہار ہاتوں ہات

ریختہ از ریختہاے بحر طویل کہ بطور لف و نشر مرتب گفتہ این است :—

سجن کا تبسم، سجن کا تکلم، سجن کی ادائیں، سجن کی یہ قامت
ہے فردوس غنچہ، ہے باغ فصاحت، سراپا لطافت، قیامت قیامت
سجن کی جبیں پر، سجن کے رخ اوپر، سجن کے بھواں پر، سجن کی کمر پر
ہے زہرہ تصدق، ہے خورشید مائل، ہے قرباں کمانیں، فدا ہے نزاکت
تری کالی آنکھیں، تری کالی زلفیں، تری کالی پلکیں، ترا خط مشکیں
سیہ مست آہو، ہے ناگن کا جوڑا، سیہ تاب نشتر ہے، ریحان جنت
ہماری زباں ہے، ہمارا سخن ہے، ہمارا قلم ہے، ہمارا رقم ہے،
ثنا خوان بلبل، معانی کا گلشن، نہال مقطع، مرصع زراعت،
ہماری جوانی، ہماری ضعیفی، ہمارا قد خم، ہمارا تواضع
ہے معدوم، عاجز، ہے آثار رحلت، ہے دام ہلاکت، ہے ہمدوش تربت

اگر این ریختہ باین ترکیب خواندہ می شود، درست می گردد :—

سجن کا تبسم ہے فردوس غنچہ ' سجن کا تکلم ہے باغ فصاحت
سجن کی ادائیں سراپا لطافت' سجن کی یہ قامت قیامت قیامت

ہماری آہ کو سمجھو کہ ہے بڑی بل بند
وو گرز ہے کہ جو توڑے فلک کے ساتوں کھنڈ

تمہارے قد کے مقابل ہے سرو یوں بیڈول
نہال سرو کے آگے ہے جیوں درخت ارنڈ

جب سے تم اے نازنیں نتھہ کو سجے ہو تب سوں ہے
جی ہمارا ناک میں ' غصہ تمہاری ناک پر

ساقی مرا چمن میں کرے گر نگاہ قہر
نرگس کے جام چشم میں ٹپکے شراب زہر

روز محشر میں بچھاویں گے تجھے بارہ امام
مت سقر کے ڈرسوں 'عاجز' فکر سات اورپانچ کر

اُٹھا کر نعمت دنیا سے دل کوبھاگ رے 'عاجز'
کہ بہتر ہے تجھے حق کے کرم کا ساگ رے عاجز

جہاں آباد میں گرمی سے کوئی ظالم نہیں ملتا
سمندر درد کا ہے تو وطن کر آگ رے 'عاجز'

کیا کانٹوں کو یوں پامال' میں پھر پھر کے صحرا میں
کہ مجنوں آ کر مرا قدم پکڑا ' کہا بس بس

لکھاہوں یوں بتوں کو(......)جیوں صندل طرح 'عاجز'
دیا قشقہ جبیں پر برہمن میرا قلم گھس گھس

جو دنیا دار کھینچے عشق زر سیں آہ بیماری
اُسے مغز فلوس اور شربت دینار ہے نافع

بجلی کو کلیے لاگی، لگا گو گوانے ابر
بن جان دیں آہ کا دھوں دھوں بجا دریغ

محتسب کے ہوش دہ دارو سیں دیکھے ہیں اُڑا
قلعۂ مینا کو جب مستی سے ہلکاتے ہیں ہم

مسجد میں اذان و بتکدے میں ناقوس
وصف اُس کے کمال کا کہاں ہے کہ نہیں

لالے کی فصل شاید آئی ہے گلشنوں میں
سب گلرخوں نے لب پر مسی جمائیاں ہیں

بخشی عشق نے چہرہ ہمارا لکھا کے کیا شاہ حسن کا نوکر
داغوں کی مہروں کے واسطے لاگے ہیں دل کی کچہری میں غم کی براتیں
پہاڑوں میں کوہ کن آہ نہیں ہے، نہیں ہے دریغ بیاباں میں مجنوں
سنسان پڑے ہیں گے دونوں مکاں وہ کدھر کو گئے ہیں دوانوں کی ذاتیں

'شاہ' سامی کہ ذکرش گذشت، ریختۂ این دو بیت را کہ بالا مذکور شد، مخمس نمودہ و خوب گفتہ۔

آیۃ "لا تقنطو امن رحمۃ اللہ" دل میں بول
کوچۂ یار دل بے رحم میں غوغا کروں

فوج آھو میں نپٹ رم ہے مگر لاگے ہیں
شوخ چشموں کی نگاہوں سے بیابان میں بان

مت ستا محتسب اب ہم کو کہ بے جام و شراب
ہم تو کوئی نرگس مخمور کے متوالے ہیں
اُس کے ہم دام محبت میں پھنسے ہیں 'عاجز'
بال جس شوخ ستمگر کے گھنگر والے ہیں

جب سوز دل سے جل جل آہیں نکالتا ہوں
دوزخ کی سر زمیں میں بھونچال ڈالتا ہوں
اے غنچہ لب ترے بن ہر سال فصل گل میں
سینے میں گیند جیسا دل کو اُچھالتا ہوں
جب بحر اشک میرا کرتا ہے جوش طوفاں
ساتوں فلک کی چادر تر کر کھنگالتا ہوں
جب اپنی آہ دل کی کرتا ہوں میں ضیافت
بجلی کی مچھی* 'عاجز' دم میں اُبالتا ہوں

دل کے (.........) کو اپنے سیماب کے ورق پر
بجلی کی کلک لے کر یک سر شراو کھینچوں

کیونکہ آویں شہر کے نزدیک صحرا کے غزال
ہے انوں کی چوکڑی میں رم ہماری آہ سیں
شمع کے شعلہ کو کیا طاقت جو تھانبے اُس کا زور
برق کے اعضا میں ہیگا خم ہماری آہ سیں

جادو نظر ہو خوش نظروں میں ارے میاں
نازک بدن ہو سو کمروں میں ارے میاں
نجیبو ہمت گردوں دوں کے وصف مت پوچھو
کہ یہ دیتا ہے (...............) دونوں کو

اے شوخ تری آنکھیں سرشار نظر آویں
دل لینے کے سودا میں ہشیار نظر آویں
دل تیری نگاہوں کے تیغوں کی لگا ہوں لیں
کچھ وار نظر آئیں' کچھ پار نظر آویں

---

* مچھلیں -

هم آنکھیں تری دیکھیں اور تیری بھویں دیکھیں
خوں ریز نظر آویں، تروار نظر آویں

آج آیا ہوں سخن میں شعرا! عشق الله
بت بنا، زور قلندر ہوں بنا عشق الله

لکھوں جب اپنی آہ داغ دل کے سوز کو عاجز
قلم توپ اور سیاہی بس بھری باروت بن جاوے

کیفی نگاہ بن دل رنجور ہو رہا ہے
یہ شیشہ مے کی خاطر سب چور ہو رہا ہے

خیال اُس شوخ کا کب مجھہ دل بے تاب میں ٹھہرے
کہاں بجلی کا سایہ چشمۂ سیماب میں ٹھہرے

یہ کیا ہمارے کے قبضے میں پڑا ہے زاہد اے رندو
کہ گر پاکی کا دم مارے تو نا معقول بن جاوے

وو چنچل ناچ میں جب چرخ کھا کھا کر تھرکتی ہے
کنارے اس کے در دامن کے دامن سے جھمکتی ہے

جب اے چانچل تورے بن کھینچتا ہوں آہ سوزاں کو
تڑپ کھا کھا کے بجلی جاکے دوزخ میں دھمکتی ہے

محبت کے چمن کا گل جو بویا ہے، یہی دل ہے
بہار عشق کا بلبل جو گویا ہے، یہی دل ہے

جدائی کے سخن کو جب گریباں پھاڑ لکھتا ہوں
قلم فی الفور قینچی ہوکے کاغذ کو کترتا ہے

مرے نازک سوں کیا نسبت تری لیلیٰ کو اے مجنوں
کہ میں دیکھا ہوں تصویر اُسکی وو تھی خوب مستقتی

کیوں پری رویوں کو کرتی ہے مسخر اشرفی
جیوں مسخر دیو کو مہر سلیمانی کرے

ہمارے دل کا گھر ہے اُس ولی کے زور سیں قائم
کہ جس نے قلعۂ خیبر کا دروازہ اُکھاڑا ہے

چمن میں جا کے (..........) مسکراتا ہے
گلوں سیں رنگ اُڑ کر (......) جنگل کو جاتا ہے

سنگ طفلاں سے گیا شہر سیں تر کر مجنوں
ہم رہے ' ہم کو کہاں اتنی یہ دانائی ہے

دل ہے سکوری ' آہ ہے بتی ' لہو ہے تیل
سوتے میں میرے عشق کا روشن چراغ ہے

(..........................) قلم پانی سیاہی ہے
سخن ہے تخم ' معنی خوشہ 'عاجز' کے یہ کہتے ہیں

میر محمد تقی 'میر' و فتح علی خان این ابیات می نویسد:-

مینہ کے برسنے کی باد چلی ہے ' اب آنکھوں سے جان بن اشک چلیں گے
درد کے نیساں کے گوہر غلطاں تو مٹی میں کنکروں سے آہ رولیں گے
تہمت جنوں میرا وحشی دیوانوں نے سرپر اٹھائے ہیں شوروں سے 'عاجز'
اب میاں مجنوں بگولوں کے مورچھلوں کو خرابے سے آپ ہی جھلینگے

اے زرد پوش تم ہو اگر شاخ زعفراں
'عاجز' بھی باغ عشق کا رنگیں پلنگ ہے

تری برگشتہ مژگاں کا خیال آتا ہے یوں دل میں
دکن کی فوج جیوں بھالے پکڑ بنگاہ پر آوے

• (ن) ملکے + (ن) لے —

تری بانکی گلی میں ہم گنتو کر سوسے بیٹھے ہیں
خدا وہ دن کرے قاتل کہ تو اُس واہ پر آوے

جنجال زندگی سے' کیا ہو گیا' جو چھوٹے
عاجز' ابھی پڑا ہے ملک عدم کا جھگڑا

تری سمرن سیں اے گلرو' ہمارے اشک خونی سے
پلک کے ہاتھہ میں یاقوت کے دانوں کا مالا ہے

وہ دوانا ہوں کہ اب شہر کو صحرا سمجھوں
چتر شاہی کو بگولے کا چھلاوا سمجھوں
یار کے کاکل و رخسار بن ایسا ہوں دنگ
کہ اندھیرے کو نہ جانوں' نہ اُجالا سمجھوں

اگر اُس شعلہ خو کی بزم میں جیوں شمع جل سکئے
پتنگے کی طرح جی سے فدا ہونے کو چل سکئے

ہماری شرح بیتابی کے تئیں تحریر کر سکئے
جو بجلی کے تڑپنے کی طرح تقریر کر سکئے

نگہ کی مارتا برچھی چلا آتا ہے وہ ظالم
کلیجا چھن گیا' دل چھدگیا' کیونکر کہ تل سکے

مصور نے مرے آنسو بھری آنکھوں کے نقشے کو
نہت رو رو کے آب گوہر غلطاں سے کھینچا ہے

مری چھاتی ستی جب آہ کی باہر نفیر آوے
جگر کو چھید کر' جی کو جلا کر' دل کو چیر آوے

اگر کیف سخن میرا نہال تاک کو پہنچے
صرا حی شاخ ہو جاوے' شراب انگور سے ٹپکے

وو چنچل کھول زلفیں ناز سے شانے کو پھیری ھے
ارے دل کیا خبر تجھ کو کہ آنکھوں میں اندھیری ھے

پڑیں میرے گلے میں قمریوں کے طوق کے حلقے
اگر وو سرو قد زلفیں کھلی مجھ بزم میں آ بیٹھے

ھنسے جب کھل کھلا کر وو رنگیلا پھول بن جاوے
نظر جب تیز کر دیکھے پتی کی ھول بن جاوے

عجب شور جنوں ھے اِن دنوں میرے خیالوں میں
کہوں مجنوں کو دن چپ رھے مجہول بن جاوے

اُڑاوں جب چمن میں خاک سر پر اُس رنگیلے بن
سروں پر بلبلوں کے نکہت گل دھول بن جاوے

دوانو! کوہ و صحرا پر جنوں میرا ھوا حاکم
کوئی جا کر کہو فرہاد و مجنوں کا وکیل آوے

مجھ سے بے دل کی اگر تصویر کھینچا چاھئے
اے مصور صورت دل گیر کھینچا چاھئے

نور محمد عاصی " تخلص "

از خاک پاک ' برھان' پور است ' طبع موزوں و ذھن ثاقب

شیخ نور محمد ' عاصی ' تخلص

برھانپور یست' مدتے نوکر نواب نصیرالدولہ بہادر عموی خلد منزلت آصفجاہ صوبہ دار برھانپور بود- و خدمت داروغگی قمادان داشت' بعد فوتش در فرقۂ ملازم آصفجاہ گشت' الحال تعینات میر عبدالحی خان 'وقار' دیوان صوبۂ برار است' طبع نظم درست دارد (تحفۃالشعراء)

دارد - فکر فارسی هم بنهایت عذوبت می کند ' و از غزل گوئی بسیار محظوظ است - فکر ریختہ کم می کند ' و با راقم سطور طور مودت درست می دارد - ایک دو مرتبہ بغریب خانہ تشریف آوردہ بود ' الحال در لشکر نواب مستطاب' معلی القاب' نواب نظام الدولہ بہادر ادام اللہ اقبالہ' بسر می برد - اشعارش بوقت تحریر این مزخرفات بفقیر نہ رسید - ناچار این ابیات از تذکرۂ فتح علی خان ماخوذ شد :—

سمجھے ہیں ہم کہ اب کہیں تم نے بھی دل دیا
بیٹھے کہیں ہو ' بات کہیں ہے ' نظر کہیں
آتا تھا تیرے منہ کے مقابل ہو آفتاب
ایسا گرا کہ تیغ کہیں ' اور سپر کہیں

کیا ظلم ہے اے سوئی سی پلکوں والے
آهستہ سیوزخم ہیں دل کے آلے
ترچھی وو نظر گزر گئی سینے سے
ورنہ نیزے بہت ہیں دیکھے بھالے

مرزا عاشور بیگ ' عاشق ' تخلص

از تلامذۂ شاہ ' سامی ' است ' فکر ریختہ خوب' و با محرر این سطور اخلاص می دارد و گاہ گاہے از ملاقات مسرور می سازد - از ریختہ جات اوست :—

جو مست جام و شیشۂ صہبائے سبز ہے
بر جا ہے اُس کو ہووے اگر یہ خمار سبز

دشمنوں کی کیا مگر آئی ہے موت
چمٹیوں نے پر نکالے الحفیظ

اگر این بیت بایں حسن تغیر تغیر یابد احسن است —

خال پر لب کے آتا ہے خط سبز | سور نے اب پر نکالے الحفیظ
عشق کے کشور کا جو سلطان ہے | اس پہ ہردم مہر و مہ قربان ہے
چشم بیمار بتاں گلشن میں دیکھ | نرگس حیران کو یرقان ہے

مرزا جمال اللہ ' عشق ' تخلص

ابن محمد داؤد - طبع موزون می دارد ' و از صغر سنی قدم بزمین شعر می گذارد ' و بیشتر اصلاح سخن از شاہ ' سامی ' می گرفت و ' احسن ' تخلص می نمود - الحال در حیدرآباد رفتہ بسلک تلامذۂ سید عبدالولی صاحب ' عزلت ' منسلک شد - و ' عشق ' تخلص خود قرار داد - اکثر گاہ بغریب خانہ تشریف ارزانی می فرماید ' و اشعار طبع زاد می خواند —

دیدیم کتب خانہ ہفتاد د و ملت
غیر از سخن عشق نشد منتخب ما

الغرض خوب کسے است ' حق تعالیٰ سلامت دارد - این چند ابیات از ان ست :—

چشم بیمار مرے حال سے ہیں واقف حال
درد ہجراں میں گرفتار ہوں کن کا ' اِن کا

جس روز ہم مریں گے وہی دن ہے حشر کا
جب تک ہماری جان ہے ' تب تک جہان ہے

میری آہ گرم نے ڈالی ہے کیا رونے میں شور
اِس سوا دیکھا نہیں کہیں آگ کا پانی میں زور

سرد مہروں سےتی پالا نہ پڑا تھا، سو پڑا
پاؤں یخ میں مرے دل کا نہ گڑا تھا، سو گڑا
آج کچھ غم کی خزاں اور طرح آئی ہے
کہ گل عیش چمن سے نہ جھڑا تھا، سو جھڑا

اگر گلزار میں، میں اپنے اُس گلرو کو نا لاتا
نہ بلبل شور میں آتی، نہ گل کا رنگ رو جاتا
گلستاں میں نہ دکھلاتا اگر توں خال کو اپنے
نہ نافرماں سیہ ہوتا، نہ لالہ داغ غم کھاتا
نہ ہوتا گر مرے رونے کا شور آفاق میں تجھ بن
نہ بجلی رقص میں آتی نہ بادل راگ کو گاتا

ہیں زخم مرے دل پر کاری ترے ابرو کے
اغیار کے تئیں ناحق دکھلانے سے کیا ہوگا

سرشار ہیں ساقی کے، نہیں جام کی کچھ حاجت
ہم چشم کے مستوں کو پیمانے سے کیا ہوگا
مشہور مثل ہے یہ، اس عشق کے سودے میں
ہشیار تو ہیں عاجزؔ دیوانے سے کیا ہوگا

باب الف

اشرف علی خاں "فغاں" تخلص

از اُمرایان درگاہ احمد شاہ بادشاہ بود، و اکثر گاہ چمنستان قلوب را از نسیم لطیفہ گوئی و ظرافت مطرا می نمود۔ در شعر فارسی اصلاح سخن از قزلباش خان 'امید' می گرفت۔ فغانِ فغان، چنین است:-

ہم تو مرتے ہی تڑپتے پڑے زندان کے بیچ
مفت لیتی ہے بہار آہ گلستان کے بیچ

مسکرانا ترا کیا کم ہے میاں! تیغ نہ کھینچ
کیا مرا جی نہ نکل جاویگا اِس آن کے بیچ

میرے سر صاف دوانے کے نظر آتے ہیں
کیا مگر خاک نہیں آج بیابان کے بیچ

میرے دلدار کو جو خواب میں دیکھے یوسف
شرم سے ڈوب مرے چاہ زنخدان کے بیچ

غل اُٹھا مصرع 'حشمت' کا 'فغاں' زنداں میں
پھر ہے زنجیر کی جھنکار مرے کان کے بیچ

میر محمد تقی 'میر' و فتح علی خاں این ابیات می نویسد:-

ساقی! نہ میں یہاں آپ سے کچھہ چشم تر آیا
دل دیکھتے ہی ابر کو ناچار بھر آیا

آوارۂ پریشان و شکستہ دل بدنام
سنتے تھے 'فغاں' جس کو سو آج ہی نظر آیا

شکوہ کرے ہے کیوں توں مرے اشک سرخ کا
کب آستیں تری مرے لہو سے بھر گئی

ایں شعر راکہ میرزا رفیع 'سودا' در ریختۂ خود قطعہ بند کردہ' در احوال میرزا 'سودا' تحریر یافت —

ہستی کی خرابی جو نظر آتی عدم میں
ہرگز کوئی اِس خواب سے بیدار نہوتا
اے شیخ اگر کفر سے اسلام جدا ہے
تو چاہئے تسبیح میں زنار نہوتا

'شاہ فضلی' *

از اکابراں عصر بود' و گوی معنی از ہمسراں می ربود- اشعار ایہام بسیار میدارد و ابر خامسۂ او چنیں گو اہر می بارد:—

---

* شاہ فضل اللہ نقشبندی 'فضلی' تخلص
پسر سید عطاءاللہ اورنگ‌آبادی است' درویش صفاکیش و عارف کامل جمیع علوم بود- مدتے در لشکر غازی الدین خاں بہادر فیروزجنگ مرحوم بموجب حکم حضرت رسول مقبول ماند' و ہمیں سبب بود کہ خان فیروزجنگ اکثر از قلت جمعیت بر بسیارے سقہو ران فتح و ظفر می یافت - نواب عضدالدولہ بہادر کلام اللہ خط مبارک حضرت امام رضا علیہ السلام کہ از کتاب خانۂ امیرالامرا حسین علی خاں یافتہ بود' بایشاں سپرد' الحال آن قرآن مجید در قلعۂ دولت‌آباد دکن است کہ میاں محمدی پسرش ہدیہ نمود- آثار کمال درویشی بر چہرۂ مبارک نورانی او ظاہر بود' جامعیت داشت' رسالۂ "زادراہ" در علم سلوک از و یادگار است-

بقیہ بر صفحۂ آئندہ

فوج غم آئی ہے دل پر بھاگ رے
فوج غم میں شہ ملیں تو بھاگ رے

بقیہ حاشیۂ صفحہ ۴۸۳
قصۂ " برہ بھبوکا " و قصۂ " پریم لوکا " بزبان ھندی گفتہ و ایہام خوب دارد، اشتہار یافتہ اند، و در فارسی و ھندی نیز اشعار او صاف و شیرین است - این چند اشعار (فارسی) و ھندی از فکر او ست —

(ابیات ایہام)

سکھہ سوں اپنے عرق توں دور نکر — حسن کا عطر مجھہ کوں لینا ہے
دو بھواں دیکھہ کر کہا میں یوں — دوگھڑی رات دن میں آئی کیوں

بھوت عاشق ہیں، مار کھاتے ہیں (؟)
مجھہ کوں ترے فراق میں دن کاٹنیں لگے

* جب تلک تھی جنس گھر میں بیچ کھاتا تھا فقیر
اب تو کچھہ باقی رہا نہیں، ہے مگر بیچوں خدا

طبیب عشق سیں پوچھا زلیخا نے علاج اپنا
کہا تجھہ پر بھلا ہے سورۂ یوسف کا دم کرنا

اے کبوتر جاکے کہہ یوسف کوں کنویں سوں نکل
تجھہ بنا رو رو زلیخا ھورھی ہے باؤلی

در تعریف رقص

ناچ تو منحصر ھی چنا پر — نام جس کے میں ناچ بھرتا ہے (؟)

تیری انکھیاں میں کیا بلا کچھہ ہے — اب تلک یار ھات ملتے ہیں

تجھہ ملاحت کے لوں کی لذت — جس کا دل ہے کباب سو جانے

دیکھہ کر تیری پانوں کی مہندی — مجھہ کو تلووں سوں آگ لاگے ہے

پیو کے مکھہ کی صفائی کے آنگے — موں دیکھو آرسی کی صافی کا

---

* یہ شعر میر یحییٰ 'عاشق' کے یہاں بھی درج ہے -(تحفتہ الشعراء)

جان جانے سے جان جاتا ہے　　جا ن جانے سے جان جاتا ہے
یار کا دیکھنا خدا دکھلا ئے　　یا ر کا دیکھنا خدا دکھلا ئے

فتح علی خان این ابیات می نویسد:—

مصور گر تری تصویر کو چاہے کہ اب کھینچے
لگا دے ایک سارا چاند چہرے کے بنانے کو

سجن کو میں کہاتک منہ تو دکھلا　　کہا آئینہ رو نے بیٹھ منہ دیکھ

زلف کے سلسلے کے طالب کو　　پیچ دے کر مرید کرتے ہیں

تیرے رخسار کی صفا آگے　　موں دکھو آرسی کی صافی کا

(فدا *)

احوالش بفقیر نرسیدہ - این قطعہ فتح علی خان در تذکرۂ خود نوشتہ بود، بقلم آمد:—

مست شراب بند قبا وا کیے ہوے
پوچھا میں اس طرح سے چلے ہو کہاں میاں
کہنے لگا لے تیغ کو غصے سے ہات میں
سنتا ہے بے یہ کون زباں ہے میاں میاں

---

* رضاطلب خاں ' فدا ' تخلص شاہجہاں آبادی
از ہندوستان ہمراہ نواب نظام الملک آصف جاہ بدکن آمدہ بخدمت قلعہ داری سرفرازی یافت - نجیب و شریف است - بقوت طبع قابلیت فکر شعر دارد ' —

شیخ احمد ' فدا ' تخلص اورنگ آبادی
از قوم نوایت است ' ناظم شہر ستان و خوب معنے یاب بود۔ فکر شعر داشت ' (تحفۃ الشعراء)

"فخری"

احوالش معلوم نیست' میر محمد تقی میر این یک بیت از و می نویسد:—

جب دیکھوں میں تجھے تو چکا چوند لگ رہے
هرگز کنھیں نے دیکھا نظر بھرکر آفتاب

میر فخرالدین اورنگ آبادی

تر مذي الاصل ' از سادات حسینی - ' فخر الدین ' تخلص می کند' نواسهٔ حاجی عبدالله جنید ثا نی و د اماد سید محمد حیات درویش است- متصل دروازهٔ باره پله اورنگ آباد تکیهٔ اوست' درآغاز شباب بکسب سپاه گری بمیان سپاهیان کمربست' بعد چندے بحکم" الفقر فخری " بر مسند فقر بنشست' از مجا هدات شاقه بمقصد خود پیوست ' و بفقرو قناعت ممتاز گشت - حضرت سجن صاحب مرحوم که درویش کامل و عارف بود ' از حالش خبرداشت ' بوقت دم آخر حرقهٔ خویش عطا فرموده - فکر اشعار می نماید' از وست:—

یار هر شان عیاں تھا مجھے معلوم نه تھا
بے نشاں عین نشاں تھا مجھے معلوم نه تھا
مکھه کے مصحف منیں هر چند تھے آیات کبیر
نازکشاف بیاں تھا مجھے معلوم نه تھا
ضعف همت ستی دل هوش طرف چھپتا تھا(؟)
شوق خود تازہ جواں تھا مجھے معلوم نه تھا
' فخردیں ' عمر سوں تھا جسکے بدل سر گرداں
اس تعین میں نہاں تھا مجھے معلوم نه تھا

جب سوں مجھه دل کا نصیبه عشق هے تقدیر سوں
هر نفس هے شعله زن تجھه شوق کی تاثیر سوں

(بقیهٔ بر صفحه آئنده)

"فدوی"

بلبل خوش بیان و طوطی رنگین زبان است - این دو بیتش کہ بفقیر رسیدہ اینست: —

میں دیا جان کے تئیں جان کے جاناں اپنا
جان من جان جہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
چپ عبث عمر گنوایا میں، تلا عشق سے دل
عشق یوں فیض رساں تھا مجھے معلوم نہ تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۶)

ابر نہیں ، تیری ہوا میں اے بہارستان حسن
آسماں پر دود ہے مجھ آہ کی توفیر سوں
برگ گل پر ہر سحر شبنم نہیں اے گل عذار
آسماں ہے زار میرے نالۂ شب گیر سوں
یک بیک دل عشق میں پیدا کیا دیوانگی
پائی بندی نہیں اسے جز زلف کی زنجیر سوں
جیب جاں صدچاک ہے تجھ شوق میں اے گلبدن
کیا چلے اب پنجۂ عشق گریباں گیر سوں
ناز کے خنجر کا بسمل ہوں، تغافل مت کرو
جان جاتا ہے مرا اگ آن کی تاخیر سوں
آرزو بندے کی لکھنے میں قلم ہے سینہ چاک
شوق کا قصہ مبرا بسکہ ہے تحریر سوں
'فخر دیں' اب یار پر قربان کر توں ننگ ونام
عشق نے فارغ کیا تجھ ، عقل کی تدبیر سوں

سہم مژگاں سے کیا تن کو مشبک میرے
شوخ دل ابرو کماں تھا، مجھے معلوم نہ تھا

میر ہاشم 'فقیر' تخلص

از خاندان گرامی، و از یاران شاہ 'سامی' است۔ باین فقیر ربط خاص میدارد، و گاہ گاہ بفقیر خانہ تشریف می آرد۔ ازوست :—

اٹھا ہے جوشش حسرت عجب خون شہیداں سے
وو قاتل شوخ شاید وہاں حنائی دست وپا گذرا
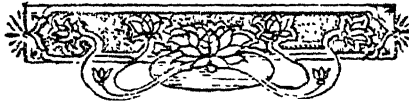
باب الصاد

محمد نظام الدین احمد " صانع " تخلص

از شعرائے بلگرام و معنی آفرین شیرین کلام است - ترجمهٔ احوالش از تذکرهٔ " سرو آزاد " می طرازد ، و جواهر گران مایهٔ اشعارش از بیاض میر اولاد محمد صاحب ' کامیاب ' فرا گرفته حوالهٔ قلم در افشان می سازد که " صانع " بلگرامی نظام الدین احمد همین نام تاریخ تولد اوست ' مطابق سنه تسع ثلثین و مائة والف - جوانے است از عشیرهٔ قضاة عثمانی ' - مهذب و مؤدب ' در حداثت سن کلام الله رایاد گرفت - و در خدمت میر نوازش علی سلمه‌الله تعالی تربیت یافت - مشق سخن از خدمت ' میر ' میکند - ذوق سلیم و ذهن مستقیم دارد ' و از قبلهٔ قضاة عثمانی اول کسے که شعر درست انشا کرد ' ولآلی دلپسند بسوز فکر برآورد ' اوست - ایزد سبحانه عمرش بیفزاید وپایهٔ سخنش‌را ترقیها کرامت فرماید ---

قید میں تیری نپٹ دلگیر ہیں صیاد ہم
خوش گذر تا تھا ہمارا جب کہ تھے آزاد ہم

گل یہ خواب ناز میں ، اور باغباں نازک دماغ
ہائے کیونکر صحن گلشن میں کریں فریاد ہم
سیر گلشن کی نہیں دیتا ہے رخصت باغباں
کس طرح اِس سال میں دل کو کریں گے شاد ہم
عشق تیرے سوں جنوں میں بسکہ کامل ہیں ہمیں
روح مجنوں کے تئیں کرتے ہیں گے ارشاد ہم
گر خدا بھی اُس طرف پھیرے منہ اُس کا دیکھ کر
روز محشر کس ستیں پاویں گے 'صانع' داد ہم

فتح علی خان این ابیات می طرازد :—

کیا رخصت سگ لیلیٰ کو دے کر استخوان اپنا
نہ چھوڑا ہائے کچھ مجنوں نے صحرا میں نشان اپنا
سجن کی اس محبت پر دیا تھا جان و دل 'صانع'
نہ تھا معلوم ہو جاوے گا وو نا مہربان اپنا

مغل خاں " صنعت " تخلص

از اقربائے نواب مغفرت مآب است ، آفتاب احوالش از مطلع خفا سر نہ کشیدہ و انوارش کہ عبارت از اشعارش باشد ، بجز این دو بیت کہ در تذکرۂ فتح علی خان مسطور است ، بفقیر نرسید :—

سینے میں آہ ، دل میں طپش ، اشک چشم میں
شہرہ یہ عاشقی کا مرا گھر بہ گھر ہوا

یار گھر جاتا ہے یارو کیا کروں   ہائے گھر جاتا ہے یارو کیا کروں

قافیۂ این بیت درست نمی شود ' مگر بجاے یار ماہ قرار دهند و بجاے هاے آہ مقرر نمایند ' لیکن فصاحت کو؟ —

غمزے سے مارتا هے ' جلاتا هے ناز سے
کیا ملک حسن کا صنما تو خدا هوا

میر محمد صابر ' صابر ' تخلص

شهر یار اقلیم سخن ' و تازہ ساز مراسم این فن است - شعر را بنهایت عذوبت مي گوید - حاجی میر علی اکبر رمال که ذکرش گذشت ' از ملاقات او فائز شدہ است ' نقل می کرد که عجب مردے شیرین گو و خوش خلق بنظر در آمد ' ما درش هم فکر سخن می نمود ' و ' خفیه ' تخلص خود قرار دادہ بود - از وست :—

اپنا سخن هے دل میں سمائی هو جائیگی
جو منه سے نکلی بات پرائی هو جائیگی
میرے بوسے سے تیرا تو کچهه گهٹ نه جائیگا
پر میری عاشقوں میں بڑائی هو جائیگی

میر ' صابر ' هم درین زمین ریخته بر میدارد ' و این چند ابیات از انست :—

کب جانتے تھے تم سے جدائی هو جائیگی
غم کی منادی دکهه کی دوائی هو جائے گی
گر سینه صاف هو ' کهلے بندوں گلے ملو
اتنے سے دل کی کام روائی هو جائے گی
راوت بچے کا چشم کا دنباله قهر هے
واقف نه تھے پهسلنے کی کهائی هو جائے گی

ابرو کی چین دور کر آخر ہنسو گے تم
یہ ترشی ایک روز متہائی ہو جائے گی

'صابر' یہ بات جس نے کہی آفریں اُسے
جو منہ سے نکلی بات پرائی ہو جائے گی

چون احمد شاہ ابدالی در سنہ احدی و ستین و مائۃ و الف از شہزادۂ والا اقتدار یعنی احمد شاہ بادشاہ در میدان سر ہند شکست خوردہ بطرف قندھار بگریخت ' بزبانی بعضے اعزہ معلوم شد کہ این تاریخ از میر سر زدہ :—

محمد شاہ کا اب بخت جاگا   ندا ہاتف نے دی افغان بھاگا

طرفہ این کہ مادۂ تاریخ فارسی ہم کلمہ " آفت رفت " بحساب درست می آید - الحاصل میر صابر از اجلۂ ار کان لاہور است - این چند اشعار آبدار او کہ از زبانی حاجی صاحب مرقوم مسموع شد ' درین جریدہ التقاط یافت ' لیکن بعضے اشخاص این جا ریختہاے میر 'صابر' را در مولود وغیرہ بنام میر عبدالحی 'تابان' می خوانند ' محض بیجاست ' زیرا کہ آن اشعار از زبانی اعزۂ معتبرہ کہ بار ملاقات میر 'صابر' یافتہ اند' بسمع رسید کہ از مناسبت آن اشعار تا حین تحریر در دیوان تابان ہم دارد —

کیوں ہر کسی کے سات دل اپنا لگائیے
ہر بے وفا کے کاہے کو عاشق کہائیے

ہم ماوں مان آئے ہیں پیروں کی منتیں
گر آ ملیں سجن تو نیازیں چڑھائیے

'صابر' کی بات اپنے تو خاطر میں یاد رکھ
اے یار اپنے دل کو خدا سے لگائیے

محمد صادق 'صادق' تخلص

از دوستان راقم سطور است - مشق سخن ریختہ نو می کند، ازوست :—

خوف سے صیاد کے طاقت نہیں پرواز کی
کس طرح گلشن میں جانے کی تمنا کیجئے

لچھمی نراین 'صاحب' تخلص

لمؤلف این نسخہ کہ فلد برمائدہ خوران سخن، وریزہ چین خوان ہر فن است - اگرچہ باوجود موجود بودن درجۂ صف نعال نشینی چہ جرأت کہ در جرگۂ سخن سنجان ہم پہلو نشیند، و باوصف پیدا شدن خط غلامی کجا مجال کہ محاذی معنی پژوہان اسم خداوندی گزیند - لیکن از توجہ موجہ بزرگان کہ از راہ احترام نابینا را بصیر، و زنگی را کافور می گویند، باین تخلص بلند آوازہ گشت، و در صف شعرائے فصیح بیان ہم زانو بنشست —

تب سے میرا نام 'صاحب' گر ہوا مشہور یہاں
جب سے اے دل میں غلام شاہ مرداں ہوگیا

مخفی نماند کہ والد ماجد فقیر لالہ منسارام مدالعہ ظلہ و ادام العہ اقبالہ، از مدت سی سال تاحال تحریر این نسخہ بر تعلقۂ

پیشکاری صدارت صدرالصدور دکن سرگرمی می دارد ' و قبل ازین چندے از توجه نواب صمصام الدوله مرحوم بخدمت پیشکاری بخشی الممالک سرفرازی داشت ' حق سبحانه تعالی سایهٔ ذات والا را برسر (...) کسان تا یوم القیام سلامت و خورم دارد - بتاریخ دوم شهر صفرالمظفر سنه ثمانیة و خمسین و مائة و الف هجری این هیچ مدان جامهٔ هستی پوشید ' و در عمر یازده سالگی بخدمت قبلهٔ برحق حضرت شیخ عبدالقادر صاحب سلمه‌الله تعالی کتب متعارفه سند کرده ' از سواد و بیاض واقف گردید - ازان جا که شعر را دوست می داشت ' بسلک تلامذهٔ قبلهٔ دین و دنیا حضرت میر غلام علی ' آزاد ' مدظله العالی در آمد و بتقابل میر عبدالقادر ' مهربان ' که یکے از مهرهٔ تابان آن جناب است' پوشیده 'صاحب ' تخلص قرارداده ' دیوان غزلیات مردف قریب دوهزار بیت مرتب ساخت - چون رتبهٔ لاقدری حیثیت پیدا کرد ' و باصطلاح شعرا و قواعد شعر ماهر گردید ' ساختهٔ و پرداختهٔ سابق را محض تقویم پارین دیده ' یک قلم برهمه ها خط کشید - الحال که سال هژده از عمر گزشته باشد' چون مطلع شد که میر محمد مسیح 'صاحب ' تخلص در فارسی گذشته است ' بجناب فیض مآب حضرت میر صاحب و قبله التماس تخلص نمود - آن جناب از راه شفقت تخلص ' شفیق ' عنایت فرمودند - لیکن از آن جا که ریخته جات فقیر درین جا بعوام و خواص اشتهار یافته ' صاحب ' تخلص در ریخته برقرار داشته شد ' و در بعضی بحور که ' شفیق ' نمی گنجد ناچار تخلص ' صاحب ' آورده می شود - تاریخ

مرحمت تخلص ' تخلص نو ' یافتم ' و مصرعے دیگر کہ ازو هم
١١٧٦
اعداد سنہ سال مستخراج می شوند قطعہ نمودم :—

از حضرت فیض بخش ' آزاد ' گردید مرا تخلص انعام
تاریخ باهل بزم گفتم امداد شفیق شد مرا نام
١١٧٦

امید از سخن سنجان و ترصد از بالغ نظران این کہ این
چند نتائج طبع ناقص را کہ عرض می دارد ' تا از خوردہ چینی
دور بودہ اصلاح فرمایند و بنظر شفقت ملاحظہ کردہ ' بعیب
پوشی جهد بلیغ نمایند :—

وو کمان ابرو جب آ شمع شبستاں هوگیا
دل مرا اُس پر پتنگے سا هی قرباں هوگیا
اس بهووں سے خوب هی زاهد ... گوشہ لیا
ورنہ جو دیکھا کمانیں یہ سو قرباں هوگیا

شمع پر پروانہ جل کر راکھ هو عاشقی کا نام روشن کر دیا

اس وفاؤں کا یہ بدلہ هے جفا یا قسمت
هم چلے تم کو تو اب کرکے دعا یا قسمت
هم ترستے هی مریں ' لوٹے مزہ یوں پرویز
کوہ کن چیر کے سر کو یہ کہا یا قسمت
مهر اور لطف و تسلی هے رقیبوں کے نصیب
هم پہ یہ جور و ستم اور بلا یا قسمت

دوستی میں کون هے کا کوہ کن سا دل جلا
بات کہتے هی دیا هے جان هے رے اتحاد
جس گھڑی لیلیٰ کی کھولی فصد آ فصاد نے
خوں نکلا قیس سے اُس آں هے رے اتحاد

میں ازل سے ہوں قدرداں حسن کا لاریب فیہ
کون جانے ہے تری اے نسترن رخسار سار

تیرے بس میں ہیں' ہمیں تو چھوڑ دے یا قید رکھ
آپھنسے اب دام میں تہ بھر کرنا کیا ضرور

خط پہ آویزاں نہیں یہ زلف تیری پیچدار
مارنے کو مور کا لشکر مگر آیا ہے مار

سرو کی سولی پہ چڑھ قمری کہی بچوں سے بات
تم تو برخوردار ہو' گر ہم ہوے منصوردار

قتل پر کس سے چلا ہے یہ ستم گار کہ بس
آستینوں کو چڑھا کھینچ کے تلوار کے بس
آخری دم ہے تک ایک دیکھ بھلا اے قاتل
بے طرح آج تڑپتا ہے یہ بیمار کہ بس
حق تعالیٰ نہ کرے کس کو کسی پر مائل
میں نے دیکھا ہوں گرفتار ہو آزار کہ بس

بس تمھی رہنے دو یہ بات میاں مت بولو
ہم تمھیں دیکھ لیا اور تمھارا اخلاص
بات کہتے ہی گئی جان تصدق تم پر
ہم پہ یہ کچھ ہیں وہ یہ کچھ ہے ہمارا اخلاص

باغباں ہم کو نہیں واللہ کچھ گل سے غرض
ہیں گے مشتاق صدا' ہے شور بلبل سے غرض

کم رکھے جی دل میں اپنے گل رخاں کا اختلاط
جی ہی لے چھوڑے گا ورنہ اِن بتاں کا اختلاط

ھے یہ تحقیق کہ تم کو نہ رھے گا وو غرور
اب ھوا ھے گا نمودار تمھارا یہ خط

بہار آئی جنوں نے سر اتھایا ھے خدا حافظ
نسیم صبح نے دل کو ستایا ھے خدا حافظ
ھمارے قتل کرنے کو نگہ قاتل کی کیا کم تھی
جو اس نے نیمچہ بھی ساتھ لایا ھے خدا حافظ
مزاج باغباں معلوم ھوتی ھے کہ بلبل نے
چمن میں شاخ گل پر گھر بنایا ھے خدا حافظ*
بہار آنے سے اب کے باغ میں اے ناصح مشفق
دوانے دل نے کچھ سن گن تو پایا ھے خدا حافظ

جیوں جلا آگ، کا آتش ستی ھوتا ھے بھلا
عشق کے درد کو تحقیق دوا ھے گا عشق

مرے سے وعدہ کرکے پھر مکرنا　　تری باتیں بنانے کے تصدق
مرا دل لینے ھی تک آشنا تھا　　ترے آنکھیں پھرانے تصدق

شیخ جی آتے ھیں کس ڈھب سے پکڑ تسبیح کو ھاتھ
مارئے گردن میں ایسا جائے جو مٹکا ڈھلک

دل اُلجھتا ھے مرا جیوں جیوں کہ سلجھے ھیں وو بال
کیا مچے گی دیکھئے کاکل کے کھل جانے میں دھوم
کس طرح بیمار دل کی ھم شفا چاھیں کہ آج
پڑگئی ھے اُس کی آنکھوں سیتی میخانے میں دھوم

---

* مزاج گل نپٹ نازک ھے اور مالی ھے بے پروا
چمن میں بلبلوں نے غل مچایا ھے خدا حافظ
(اصل دیوان میں)

هم بغل ہوتے سجن کے ہوگئی آنسو کی بھیڑ
جیوں مچاتے طفل ہیں گے عید کے آنے میں دھوم
کوئی گریباں چاک بیدل کاں بسے گا، صاحبا،
کوہ میں فرہاد، و مجنوں کی ہے ویرانے میں دھوم

عجب ہے یہ کہ ہم کو داغ دے کر کہاتے ہو تم اب لالہ جہاں میں

نہیں ملتے جو خوں اپنا قدم سے آج قاتل کے
بروز حشر دیکھو تم خدا کے وہ کنوتے ہیں

کیا کریں عرض حال تیرے پاس ہم کو دل نہیں تجھے دماغ نہیں
کوی بچارا تجھے کہاں ڈھونڈے ایک جا کا ترے سراغ نہیں

ہم تو حاضر ہیں، نہ کرتے ہیں ترا حکم عدول
خون دل تو جو پلاتا ہے پلا بسم اللہ

آب حیات حق میں سخن گو کے ہے سخن
باقی ہے میرے بعد یہی یادگار کچھہ
اس طور تھج گئے ہیں نین کس کی یاد میں
نرگس کو ہے چمن میں مگر انتظار کچھہ

اب لتک سے کہو جاتے ہو کہاں متوالے
کئی دنوں سے تو دئے پھرتے ہو آلے بالے

اثر اس کو نظر کاہے مگر ساقی شرابی کی
کہ پانی ڈھولتا ہے پیٹ میں اب یوں گلابی کی

کاں ہے دل سوز وو پروانہ کہ آکر دیکھے
شمع سے مجلس رانداں میں رمق باقی ہے

کہو باتیں بنا تم اب ولیکن ہمارا دل کہیں جاتا رہا ہے

ہمیں کنج چمن میں چھوڑ کر صیاد جاتا ہے
خدا جانے کہ ہم سے خوش ہے یا ناشاد جاتا ہے

جی میں ہے جاکر چمن میں بادہ نوشی کیجئے
یاد کر وو سرمئی انکھیاں خموشی کیجئے

میں جاتا ہوں گلشن میں سینے کو کھولے
کہ تا داغ لالہ بتانے نہ پاوے
تک ایک پھر نظر کر ترحم کی اس پر
یہ بسمل ارے تلملانے نہ پاوے

چھایا ہے ابر چار طرف سے چمن کے بیچ
ساقی! کدھر ہے جام، کہاں وو رحیق ہے
لائے جواب وہ کوئی 'صاحب' کے شعر کا
جس کو کہ ذہن ثاقب و فکر دقیق ہے

دوستی کر تم سے ہم بیکس ہوں ہے رے دوستی
ہم تمھیں دل دے کے یوں بےبس ہوں ہے رے دوستی
گالیاں بھی کھا چکے جھڑکی بھی تیری سہ گئے
یہ تمھاری دوستی کے جس ہوں ہے رے دوستی

مہاں کب سے اُمید واروں میں ہیں
ہمیں ایک بوسہ تو انعام ہوے

اگر وہ شعلہ خو تک منہ سے پردہ دور کر دیوے
پتنگے جل مریں اور شمع کو بے نور کر دیوے
مرے ہو خون کے پیاسے، نہ چاہو ہونٹ قصے سے
مبادا یہ عقیق اِس تشنگی کو دور کردیوے

جان ! جنگل میں یوں نہ جائیو تم　　　دل جلا کوئی سانس بھرتا ہے
خاک سے اُس کی نرگس اُگتی ہے　　　جو ترا منتظر ہو مرتا ہے
اپنے بندوں پہ جانی * دیکھو بھلا　　　کوئی اس طور ظلم کرتا ہے

جب کھلے بندوں گیا اور رسمسا تو باغ میں
تیری ایسی طرح پر سب گل بھی خنداں ہوگئے
ہر جہت بادصبا کے یہ قدم کا فیض ہے
مرقد بلبل پہ گل جو یوں چراغاں ہوگئے

---

* جان (اصل دیوان)

باب القاف

محمد قائم ' قائم ' تخلص

ذهن سلیم و فکر مستقیم دارد - اشعار آبدارش محتوی لطافت ' و ابکار افکارش حاوی ملاحت —

آدم کا جسم جن کے عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

قائم ہر ایک کوچے میں ہے طرفہ تعزیہ
یوسف ترے کی کرسی بازار یک طرف
دلال ایک سمت سے منہ کو ملیں ہیں خاک
سر پیٹتے پھرے ہیں خریدار یک طرف

میر تقی ' میر ' و فتح علی خان این ابیات می نویسند :-

دریا ہی پھر تو نام ہے ہر ایک حباب کا
اُٹھ جاے گر یہ بیچ سے پردہ حجاب کا
کیوں چھوڑتے ہو درد تہ جام مے کھو!
ذرہ یہ بھی ہے آخر اُسی آفتاب کا

درد دل کچھ کہا نہیں جاتا — آہ چپ بھی رہا نہیں جاتا
جا ہے ماتم کو نت مرے دل میں — اس نگر سے دھا نہیں جاتا
ہر دم آنے سے میں بھی ہوں نادم — کیا کروں پر رہا نہیں جاتا

یہ کہیو تو قاصد کہ ہے پیغام کسی کا
پر دیکھیو لینا نہ کبھو نام کسی کا

الٰہی واقعی اتنا ہی بد ہے فسق و فجور
پر اس مزے کو سمجھتا، جو تو بشر ہوتا

بناوے کوئی عمارت سو کس توقع پر
پڑا ہے قصر فریدوں، بن آدمی سونا

نیک و بد جو تجھے کرنا ہے سوکر لے، قائم،
پھر امید نہیں یہ کہ جواں ہووے گا

کو نوحہ گر، کہ خاک پہ میری ہو گرم شور
تھا ایک چراغ گور سو وہ بھی خموش تھا

ہم سے بے بال و پر اب جائیں کدھر اے صیاد
کاش تیں ذبح کیا ہوتا کہ آزاد کیا

صحرا پہ گر جنوں مجھے لاوے عتاب میں
کھینچوں ہر ایک خار کو پائے حباب میں

آوے خزاں چمن کی طرف گر میں رو کروں
غنچہ کرے گلوں کو صبا، گر میں بو، کروں

کھولے * ہے چشم دید کو تیری یہ جیوں حباب
اپنے تئیں میں آپ نہ آیا نظر کہیں

رہنے دو میری نعش کو ہوجاے تا غبار
لے جاے گی اُڑا کے نسیم سحر کہیں

---

* (ن) کھلتی ـــ

اے دل برنگ غنچہ نہ مل گلو خوں سے توں
اپنی گرہ میں اُن کے کھلانے کو رز نہیں

دل تو کہے سنے سے سمجھتا بھی ہے کوئی
جو کچھ کہو سو دیدۂ خانہ خراب کو

میں رہگذر میں پڑا ہوں برنگ نقش قدم
نہیں چھوڑا کس کے بھروسے پہ کارواں مجکو

(قطعہ بند)

یارو بے فائدہ کیوں بکتے ہو مجھ سے جاؤ
اتنی کہتے ہو مجھے، اتنی اُسے سمجھاؤ
وہ نہیں تو کہ تجھے غم ہو کسی عاشق کا
یا کوئی جیوے مصیبوں ستی یا مر جاؤ

سنگ کو آب کریں پل میں ہماری باتیں
لیکن افسوس یہی ہے کہ کہاں سنتے ہو
میں کہا خلق تمہاری جو کمر کہتے ہیں
تم بھی اس کا کبھی کچھ ذکر بیاں سنتے ہو
ہنس کے یوں کہنے لگا خیر اگر ہے یہ بات
ہووے گی ویسی ہی جیسی کہ وہاں سنتے ہو

راہ پھندے اسے رکھتا ہوں اگر گھیر کبھو
ہنس کے کہتا ہے مجھے کام سے اب پھیر کبھو

---

* (ن) نعش ۔

یارب کوئی اِس چشم کا بیمار نہووے
دشمن کے بھی دشمن کو یہ آزار نہووے

مخفی نماند کہ درین شعر همین قدر نزاکت است کہ شاعر بموجب تلفظ عام موزون کردہ و خطاب بدشمن دشمن نمودہ ' لیکن (و) :-

نباشد دشمن دشمن بجز دوست

جیو میں چھلیں تھیں جو کچھہ سوگئیں* اب یار کے ساتھہ
سر پٹکتا هی بنا† اب در و دیوار کے ساتھہ
میں دیوانہ هوں صدا کا مجھے مت قید کرو
جیو نکل جاے کا زنجیر کی جھنکار کے ساتھہ

موقوف شغل گریہ مري چشم اگر کرے
اتنا رهے نہ آب کہ لب کوئی تر کرے
پہلے هی سوجھتی تھی همیں اے شب فراق
یہ رات بے طرح هے خدا هی سحر کرے

تجھہ سے لگیں تھیں آنکھیں پھنسا مفت میں یہ دل
تقصیر هے‡ کسو کی ' گرفتار هے کوئی

دمن تیرے کو پا یا بات کہتے ... هماری جزرسی میں کہا سخن هے
نہ لگا دل کو اس کی مژگاں سے ... اپنے حق میں تو کانٹے مت بووے

اُٹھاوے ستم یا جفا کیا کرے ... بچارا یہ دل ایک کیا کیا کرے
میں جاتا هوں کعبہ سے اب دیر کو ... بھلا یہ بھی دیکھوں خدا کیا کرے

---

* (ن) تو گئیں   † (ن) پڑا   ‡ (ن) تھی

نہ مرنے دیتے ہم "قائم" کو لیکن
خداوندی سے کچھ چارا نہیں ہے

یہ دل وہ جنس ہے کہ دیا گر کہیں آسے
دھڑکا یہی رہا کہ نہ دے باز پس مجھے

مرا کوئی احوال کیا جانتا ہے
جو گذرے ہے مجھ پر خدا جانتا ہے

بھٹکے پھروں ہوں یہاں میں اکیلا ہر ایک سمت
اے ہمرہان پیش قدم! تم کدھر گئے؟

جیو تج چکا ہے ایسے حسینوں* کے ھات سے
دل دیکھنے کو لے کے یہ ظالم مکر گئے

افغان و آہ کشتۂ بے داد کیا کرے
جو قتل ہو چکا ہو سو فریاد کیا کرے

(رباعی)

کیا پشم ہیں دنیا کے یہ سب اہل نعیم
بے قدر کریں ہم کو جو دے کر زر و سیم
مسجد میں خدا کو بھی نہ کیجے سجدہ
محراب جو خم نہو برائے تعظیم

بھلا اے ابر مژگاں اب تو بس کر — ابھی تو کھل گیا تھا تو برس کر
بہار عمر ہے "قائم" کوئی دن — اُسے جیوں گل، پیارے! کاٹ ھنس کر

---

* (ن) چور فروشوں

ہمارے درد دل کے تئیں یہ کب بے درد پوچھے ہیں
ہم اپنے جی سے عاجز ہیں اُنہوں کو ہوش سوجھے ہیں

" روکے ہے کون تیغ " مرے عشق نے کہا
بولا اُدھر سے داغ جگر لے سپر " کہ ہم "

دل ڈھونڈنا سینے میں مرے بوالعجبی ہے
یہاں راکھہ کا ایک ڈھیر ہے اور آگ دبی ہے

اب کے جو یہاں سے جائیں گے ہم پھر تجھکو نہ منہ دکھائیں گے ہم
جوں چاہئے چاہ کا سر شتہ جیتے ہیں تو کر دکھائیں گے ہم

میر قدرت اللہ 'قدرت' تخلص

از شاہ جہان‌آباد است، قدرت سخن گوئی ازین بیتش کہ در تذکرۂ میر و فتح علی خان مندرج است، ظاہر می شود :-

قاصد شتاب جا کے خبر لا تو یار کی
حالت نپٹ بری ہے دل بے قرار کی

'قدر'

قدر شعرش ازین بیت او کہ میر تقی 'میر' و فتح علی خان نوشتہ، ہویدا است:-

آے ہو آج تو رہ جاؤ سجن رات کی رات
لیلۃ القدر سے بہتر ہے ملاقات کی رات

شاہ قاسم ' قاسم ' تخلص

مضامین صاف وشستہ می جوید' و شعر رابہ نہایت عذوبت می گوید - با راقم سطور در ' حیدرآباد ' ملاقات سر سری دست داد ' عزیز کسے بہ نظر آمد' حق تعالیٰ سلامت دارد —

عجب اُس خوش ادا کے پاؤں میں سونے کے توڑے ہیں
گویا خورشید کے حلقے ید قدرت نے جوڑے ہیں

بمقابل این بیت ' بیت حضرت میر صاحب و قبلہ میر غلام علی ' آزاد ' مدظلہ اللہ تعالیٰ این وقت بیاد آمد ' آزان جا کہ لطفے دارد' دل بے اختیار خواست کہ بہ تحریر آید ' لہذا نوشتہ شد:—

نہ از خلخال زریں زیور آن سرو سہی کردہ
بپایش بوسہ زد خورشید و قالب را تہی کردہ

وو گلرو کی سیہ زلفوں سے ڈرتا ہے ہمارا دل
گلابی باغ میں یہ بے طرح کے ناگ چھوڑے ہیں

مرا دل خوف کرتا ہے تری بانکی نگاہوں سے
نہ ڈالے حق کسی کو کام ان چشم سیاہوں سے
رہوں کب تک میں ڈاواں ڈول ایسا ڈوبتا ترتا
نکالے حق تعالیٰ مجکو ان الفت کے چاہوں سے
اثر کرتا نہیں اُس سنگدل پر درد کیا کیجے
وگر نہ قلعۂ لنکا اڑوں دم کی آہوں سے

دل تمہارا مجھہ سے گر بیزار ہے   خوش رہو میرا بھی اللہ یار ہے

نہ میرا درد دل جانا کسی نے　　نہ یارو! مجھکو پہچانا کسی نے

اس چشم پر خمار کو دیکھا جو خواب میں
نرگس کی نیند تب سے چمن میں اُچٹ گئی
بلبل چمن سے اُتھہ کے * چلی تھی بہار میں
بو گل کی دوستی (کی) اُسے اُڑ کے لپٹ گئی

یہ زمانہ ھے بے وفاؤں کا　　مت کسی سے تم اتحاد رکھو

دنیا میں دل کسی سے لگانا بھلا نہیں
اس دوستی کے پیچ میں آنا بھلا نہیں
جب تک وو لالہ رو نظر آتا نہیں مجھے
یہ داغ دل کسی کو دکھانا بھلا نہیں
بیتاب و بیقرار مجھے چھوڑ کر سجن!
اب هم کو ایسے وقت میں جانا بھلا نہیں
وو شوخ تند خو ھے ' نپٹ زود رنج ھے
دامن کو اُس کے هات لگانا بھلا نہیں
میں جس کو دل دیا سو وہ دشمن هوا مرا
' قاسم ' میں کیا کروں یہ زمانا بھلا نہیں

فقیر هم درین زمین ریختہ ابیاتے چند بسلک نظم کشیدہ و مصرع مطلع ' قاسم ' را تضمین نمودہ ' این سہ بیت از آنست (ابیات) : —

---

* (ن) روتھہ —

مالی ہے مست خواب جگانا بھلا نہیں
بلبل کے حق میں شور مچانا بھلا نہیں
اے آفتاب دربدر اور زرد رو ہے تو
ہر روز کوے یار میں جانا بھلا نہیں
'صاحب' یہ واقعی ہے جو 'قاسم' نے اب کہا
دنیا میں دل کسی سے لگانا بھلا نہیں

فتح علی خان این ابیات بنامش می نویسد :—

دیکھ مجھ چھرۂ طلا کا رنگ   اُڑ گیا آج کہربا کا رنگ

میں ہار دیا ، جان ! تجھے مولسری کا
اک دام بھی تجھ سے نہ لیا مول سری کا

مجھے اے سرو قد تجھ ناز نے مارا نزاکت سے
بجائے گل ہماری قبر اوپر ناز بو رکھیو

قاسم دوم *

احوالش معلوم نیست، میر تقی 'میر' این بیت می نویسد: -

گلی میں سرکے لٹ سیلی سوا ہے خال کا دانہ
ہوے جو گی تو کیا یہاں وہاں جدھر نکلے تدھر نکلے

قادری *

احوالش و اشعار بفقیر نرسید، مگر این یک بیت درتذکرۂ فتح علی خان دیدہ شد: —

---

* نکات الشعراء کے موجودہ نسخے میں نہیں ہے—

† سید خلیل - ریختہ را ہموار گوید و درد کی بسرمی برد - (فتح الکردیزی)

عوش لگا جب سے فقر کا کسل پشم کر بوجھتا ھوں دنیا کو

میرزا عزت بخش ' قربان ' تخلص

جوان قابل ' در فارسی ' سخن دان ' تخلص می کند .ولد او خاک خجستہ بنیاد است - الحال بقلعۂ فیروز گڈہ ی گذراند ' ازوست :—

حرف حق پر قتل واجب ھے نہیں اے جاھلو
ھاے مت منصور کو مارو خدا کے واسطے

مشکل تھا اُس کو بحر حمیت ستی عبور
کچکول کی جو کشتی نہ لگتی گدا کے ھات

میرزا رضا بیگ ' قہر ' تخلص

از موزونان خجستہ بنیاد است ' فکر سریع السیر و ذھن سا دارد - فروغ ذاتش از انظار آفتاب طبع ' میرزا ' روشنی رفتہ ' و اکثر ریختہاے ' یقین ' را تتبع نمودہ ' سخن بشستگی رفتگی می گوید ' و با راقم سطور ارتباطے می دارد ' این بند ابیات ازو نوشتہ شد :—

ھزار شکر مرا مدعا ھوا حاصل
اگرچہ عشق میں کئی رنج اور بلا دیکھا

پابندی سے دل ھوکر آزاد بہت رویا
زنجیر کو زلفوں کے کر یاد بہت رویا

دل زلف میں جا اُلجھا اس شانے سے کیا ہوگا
کٹتی گرہیں پڑیں اس میں سلجھانے سے کیا ہوگا

مغرور نہ ہو ساقی! توں مے کے اوپر ایتا
لبریز کہیں تیرا پیمانہ نہ ہو جاوے گا

ملتے ہو 'قمر' سے تم گر دل کی صفائی سے
زانو سے ملا زانو بیٹھو گے تو کیا ہوگا

میاں! کس دھج سے آتے ہو اہا ہا ہا اہا ہا ہا
ادا سے مسکراتے ہو اہا ہا ہا اہا ہا ہا

کہیں سے چس رہی چولی، کہیں دامن ہوا ٹکڑے
بہت شوخی مچاتے ہو اہا ہا ہا اہا ہا ہا

ایک تم، کیا ہم نے سب عالم کو دیکھا بے وفا
کوئی دلبر نہیں ہے جس کے ساتھ دل بہلائیے

عرض کرتا ہے 'قمر' کچھ بات کہنا ہے ضرور
یا مجھے ہووے حکم وہاں، یا آپ یہاں تک آئیے

باب الراء

بندرابن ' راقم ' تخلص

راقم اشعار آبدار و ناظم لآلي شاهوار است - اصلاح سخن
ز میرزا ' سودا ' می گیرد ' و در شاه جهان آباد بسر می برد -
ین چند ابیات از ' نکات الشعرا ' رقم می نماید :—

یہاں تک قبول کیجے خاطر تری جفا کو
تا سب کہیں کہ ' راقم ' رحمت تری وفا کو

میر تقی ' میر ' نوشته که " این معنی را در دیوان میر
عبدالحی ' تابان ' مرحوم ' بتغیر ردیف بهمین الفاظ مطالعه
کرده ام - ظن غالب آنست که این شعر از ' تابان ' مذکور است'
چرا که او از مدت مشق سخن می کرد و این نو مشق است -
والله اعلم -" صاحب می گوید که بنظر فقیر بیت ' تابان ' در
آمد ' عجب این که در تذکرهٔ ' میر ' بترجمهٔ ' تابان ' مسطور
ست و ' میر ' را ملاحظه نیافتاد - بیت این ست :—

جفا تو چاہئے اے شوخ مجھ پہ یہاں تک کر
که سب کہیں مجھے رحمت تری وفا کے تئیں

دل کنج قفس میں کر فریاد بہت رویا
هنسنے کے تئیں گل کے کر یاد بہت رویا

* میرے اعضا میں تجھہ کمر سے میاں　　فرق هرگز نہیں سر مو کا

ابر تر سے چشم گریاں کم نہیں　　موج دریا هے شکنج آستیں

مژگاں سے دل بچے تو تکڑے کریں هیں ابرو
یہ کہہ کے میں نے اُس سے جب دل کی داد چاهی (قطعہ بند)
کہنے لگا کہ ترکش جس وقت هووے خالی
تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاهی

اے باغباں نہیں ترے گلشن سے کچھہ غرض
مجھہ کو قسم هے توڑوں اگر برگ و بر کہیں
اتنا هی چاهتا هوں کہ میں اور عندلیب
آپس میں درد دل کہیں ٹک بیٹھہ کر کہیں

کس کے گلے کا قطرۂ خوں هے نہ زمیں
جیوں تکمہ اُگتے هیں گل اورنگ ابتلک

پہنچا نہ آہ درد کو میرے کوئی طبیب
یارب عجب طرح کا کچھہ آزار هے مجھے

دیکھا نہ نہو جسے میں کوئی سر زمیں نہیں
پر تخم دل هو سبز جہاں سو کہیں نہیں
سنتے تھے هم جہان میں اهل کرم کا هات
آیا جو دیکھہ میں تو کم از آستیں نہیں

مری بد شرابیوں سے کریں توبہ میگساراں
رهے وہ عمل کہ هووے سبب نجات یاراں
سنا کن نے حال میرا کہ جیوں ابر وہ نہ رویا

* یہ شعر نکات الشعراء میں نہیں هے—

رکھے ہے مگر یہ قصہ اگر دعاے یاراں

بیچوں ہوں میں اس پاس یہ دل فہم نکتہ کو
اس پر بھی ستم ہے جو خریدار نہ ہووے

اے عشق مجھے کوئی طرح دار تا یار کہے کہ ہائے عاشق

کام عاشقوں کا کچھ تجھے منظور ہی نہیں
کہنے کو ہے یہ بات کہ مقدور ہی نہیں

کہتا تھا کون یہ کہ خوشی ہے جہاں کے بیچ
اس بات کا تو یہاں کہیں مذکور ہی نہیں

سنتے ہیں ہم کہ ہوتی ہے جگ میں دوام صبح
ہوگی کبھی اے چرخ ہماری بھی شام صبح

معصیت میری بہت ہے یا تری بخشش ہے بیش
اپنی رحمت کو نظر کر میرے عصیاں کو نہ دیکھ

صیاد کب تو چھوڑے گا مجکو قفس سے آہ
کھٹکے ہے میرے دل میں بہت خار خار باغ

رونے میں اس قدر تو جگر اے جگر نہ کر
دیکھا نہ تونے کچھ کہ دل و دیدہ کیا ہوے

نامے کا میرے اس سے لےکر جواب پھرنا
پر واسطے خدا کے قاصد! شتاب پھرنا

ایک وے بھی دن تھے یارب جو تھا ہمیں میسر
گلشن میں سات اس کے پیتے شراب پھرنا

کہے کیا درد دل بلبل گلوں سے　　اُڑا دیتے ہیں اس کی بات ہنس کر
جو چاہے گوہر مقصود اے دل　　صدف کی طرح توں پاس نفس کر

"رسوا"

میگویند که هندو پسرے بود و در دبستان میخواند، که ناگاه دلش مائل زلف گره گیر مسلمان پسرے شد، رفته رفته عشق از طرفین انتظام یافت [illegible] منظورش طعام می خورد، و "رسوا" حاضر بود [illegible] طعام خوردن کرد - از آنجا که سرشتۂ مشیت [illegible] رابرخود گوارا ندید، ناچار گشته این واسوخت [illegible] حضرت مولوی "جامی" است، بر خواند :—

(مسدس)

مجنوں نہیں کہ جاکے میں صحرا کو سر کروں
فرہاد نہیں کہ کوہ کو زیر و زبر کروں
تیری گلی میں آکے کدھی گر گزر کروں
یک عاشق ضعیف ہوں تجکو خبر کروں
"اے ترک شوخ این ہمہ ناز و عتاب چیست
بادل شکستگان ستم بے حساب چیست"

کہتے ہیں شیخ یوں کہ تو اسلام کر قبول
اور برہمن یوں کہتے ہے بتوں کے تئیں نہ بھول
رہتا ہوں روز و شب میں اسی فکر میں ملول
کس کا کہا میں مانوں اور کس کا کروں عدول
"از کوے تو بہ کعبہ روم یا بہ بت کدہ
اے پیر رہ بگو کہ طریق ثواب چیست"

مر جاؤں گا تغافلی سے مت دے گالیاں
آگے تو جانتا نہ تھا اب کن سکھالیاں
پلکھیاں ہیں تیری نشتریں جب سامنے کیاں
لایا چھری ذبح کو مرے کیوں تو اے میاں
"خنجر کشیدہ در پئے قتلم شتاب چیست
خود گشتہ ام ہلاک ترا اضطراب چیست"

رو رو کے زور کا توں ہوں میں تجھ بنا اے یار
اور شب تمام جاگ کے گھڑیاں کروں شمار
ہر چند اپنا حال کیا تجکو آشکار
تو بے رحم نہ آیا مجھے دے کے انتظار
"گفتی شبے بخواب تو آیم ولے چہ سود
ماخود در عمر خویش ندانم کہ خواب چیست"

مقطع این و اسوخت بفقیر نرسیدہ، لہذا نوعے بنا خن اشک دل را می خراشد، و میر تقی 'میر' نوشتہ کہ "پیشتر عاشق طفل ہندوے بود، او از قضا مرد، عاشقی او بہ ہوس مبدل گشت" انتہی- غرض نو مسلم مقررے است و دیوانہ بکوچہ و بر زن خراب و خوار می گشت، مسلم از ان جا ست کہ ، رسوا ، تخلص می کند- شعرائے دہلی کہ در اشعار خود خطاب بہ شیخ می کنند و رسوائی او بیان می نمایند، اکثر کنایہ ازان است - اشعار دردمندانۂ 'رسوا' بسیار بنظر در آمد، این ابیات از وست:-

نہیں رو رو کے قاصد یار کی فریاد کرتا ہوں
ترا مکھ دیکھ کر اپنے کھیے کو یاد کرتا ہوں

نہ جانو عیش میں کچھ عمر اپنی صرف کرتا ہوں
جو کچھ باقی ہوں دن میرے انہیں رو رو کے بھرتا ہوں

دو رو کے چشم ہجر میں بے نور ہو گئیں
جاری ہیں اشک، ہائے کیا ناسور ہو گئیں

نشتر مجھے نہ مارو قاتل کا مقصد دکھاؤ فصاد کیا کرے گا جلاد کو بلاؤ

جو کوئی چاہے کہ اُس کو جمعت وجو کر لائیے
یار کے کوچے میں یا صحرا میں رسوا پائیے

این ابیات فتح علی خان و میر محمد تقی 'میر' می نویسند -

قفس سے وں گئے ہم اور چمن میں جائے نہیں
اُڑیں تو پر نہیں رکھتے، چلیں تو پائے نہیں

وصل میں بیخود رہے اور ہجر میں بے تاب ہو
اُس دوانے دل کو 'رسوا' کس طرح سمجھائیے

ہر گلی گر گر پڑے ہیں مست ہو دیوار و در
ابر رحمت ہے برستا یا برستی ہے شراب

آرام تو کہاں کہ ٹک ایک سو کے چپ رہیں
آنسو بھی نہیں رہے کہ بھلا رو کے چپ رہیں

عبدالرحیم 'رحیم'

میر تقی 'میر' این بیت می نویسد :—

آیا فراق اب پھو کا سدہ بدہ گنوا مجنوں ہوا
جس بات وو لیلیٰ گئی اُس بات مجھ جانا پڑا

نورالدین حسین خان 'رنگین' تخلص *

---

* نورالدین علی 'رنگین' تخلص

پسر ضیاء الدین حسین خان است، کہ صدر الصدور مملکت دکن بود. مدت دو سال ضمیمۂ صدارت بخدمت خان سامانی سرکار نواب آصف جاہ امتیاز داشت - مشار الیہ بعد فوت پدر باضافۂ منصب و خطاب ضیاء الدین حسین خان سرفرازی یافت۔ جوان قابل است۔ (تحفة الشعراء)

اورنگ‌آبادی در حدت فہم و ذکاے طبیعت ممتاز‘ و بخطاب پدر خود ضیاءالدین حسین خان سرفراز - پدرش صدرالصدور دکن و واقف اکثر غرائب ہر فن بود ‘ و والد فقیر پیشکاری او می نمود - رنگین جوانے بود کہ جامۂ رنگین بربالاے او دوختہ ‘ و شمع نجابت از جبینش افروختہ - بمصاہرت قاضی کریم‌الدین خان قاضی‌بلدۂ خجستہ بنیاد علم امتیاز می افراشت‘ وبا میر ’مہربان‘ کہ احوالش گذشت ‘ قرابت قریبہ داشت - شعر ریختہ و فارسی ہر دو می گفت ‘ اما در قسم غزل طبعش چندان مناسب نبود - دو مثنوی دارد‘ در کمال لطافت و تمام بلاغت - غزل فارسی او بہمہ جہت شصت‘ و چند غزل آن ہم بعضے بے مطلع و برخے بے مقطع - در عین جوانی جہان فانی را وداع نمود ‘ و داغ تاسف بر دلہاے احباب افزود - ازین سبب مسودات او کہ دراصل قلیل و منتشر بودند‘ زیادہ تر انتشار گرفتند - ” روضۃالشہدا “ را بطور وقائع مقبل می خواست کہ بنظم آورد ‘ واللہ اعلم چہ گذشت - مباحثۂ کہ میر ’مہربان‘ را با خان ’ رنگین ‘ بظہور آمدہ بود ‘ در ترجمۂ ’مہربان ‘ مفصلاً تحریر نمودہ شد - اول ’ رجا ‘ تخلص می کرد‘ بعدہ رنگین قرار داد - میر ’مہربان‘ تاریخ وفاتش کہ در سنۃ اثنین و سبعین و مائۃ و الف واقع شدہ ‘ چنین در سلک نظم کشیدہ(تاریخ) :—

از جہان رفت خان رنگینے نتوان یافت میرزاے چنین
سال فوتش شنیدم از ہاتف باجل رفت از جہان رنگین

اگرچہ متحقق است کہ کسے بے اجل نمے میرد ‘ مرد مان

خفتند که کسے زهر داده باشد ' ورنه موت این قسم جوان از جملۂ استعجاب - ' مهربان ' در آن محفل حاضر بود ' این مصرع بداهۃً گفت - (ع) باجل رفت از جهان رنگین - چون عدد کردند ' بے کم و زیاد تاریخ بر آمد - از ان جا که غرابت داشت ' قطعه نموده شد - بعد اتمام ' چمنستان شعراء ' بزبانی تو ابع ' رنگین ' که بوقت موت او حاضر بودند ' معلوم شد که بتاریخ بست و چهارم جمادی الثانیه سنۃ سبعین ومائۃ والف ' روز جمعه یک پاس روز برآمده در بلدۂ ایلچپور رنگین ' بمرگ مفاجات جان بحق تسلیم نموده - فقیر بنا برین قطعۂ تاریخ انشا کرد ' این است :- (تاریخ)

سخن سنج معنی گزین خان ' رنگین '
چو شد بهر گلگشت گلزار عقبیٰ
ندا داد هاتف پئے سال فوتش
به مرگ مفاجات او شد ز دنیا

رنگ شعرش اینست :— (۱۱۷۰ ھ)

نهیں هے آواز سے خالی یه قفس‌کاں میرا
آه کرتا هے سدا یه دل نالاں میرا
سبز نهیں جور ترا موسم خط میرے پر
دام میں مور کے نهیں هے یه سلیماں میرا
رشتۂ عمر کے نزدیک هے مقراض اجل
بے سبب چاک نهیں هے یه گریباں میرا

لال چند ' رنگین '

از قوم کایستهان ' مانند تخلص خود رنگین مزاج و شیرین

گفتار است - در عنفوان جوانی مائل بلهو و لعب و عیش و طرب بود - الحال چندے بخدمت شاہ 'سامی' مشغول استفادہ گشت ؛ از بسکہ ذہن و قاد وطبع نقاد داشت ' باندک مایۂ فرصت زبان دان و معنی شناس شد - گاہ گاھے با راقم سطور برمی خورد ' از اوست :—

آج وو شوخ رنگیلا جو چمن میں آوے
سرو چلنے کو لگے' غنچہ سخن میں آوے
ناصحوں کی بھی نصیحت نہیں اب اس کو قبول
بات کرتا ہے وو ھی اس کے جو من میں آوے
زاغ کو کبک کی رفتار نہیں آنے کی
بو الہوس کو نہ کبھو عشق کے فن میں آوے
مردم چشم کا گھر ڈوب گیا رونے سیں
اشک کے طفل بنا کون فین میں آوے
جس کے تئیں ہوسکے خواھش سخن 'رنگیں' کی
ھند سے نہیں ھے عجب گر وو دکن میں آوے

عشق میں کوئی نہیں آج مرے آئین کا
کہ گرفتار ھوں میں سلسلہ پر تمکیں کا
کام میں اپنے ھوں سر گرم نہیں کس سے کام
ھجو سے دق نہیں ' مشتاق نہیں تحسیں کا

'رضا'

از خاک لاھور است ' والحال باراجۂ ' شاپور ' بسر می برد - این ابیات از بیاض حاجی علی اکبر رسال بقلم آمد :—

بازار محبت میں اے سیمتنو تم سے
زردار کا سودا ہے، بے زر کا خدا حافظ
دیکھا جو جہانِ فانی، بولا یہ 'رضا' مصرع
دنیا تو گذرتی ہے، محشر کا خدا حافظ

محمد رضا بیگ 'رضا' تخلص

از تلامذۂ شاہ سراج، مغل چغتۂ برلاس است - جدش از 'بدخشان' در 'ہند' آمدہ بود - و پدرش در 'شاہ جہان آباد' متولد شدہ' و بعد انقضاے ایام غفلت وارد 'دکن' گشتہ- مولد 'رضا' خاک 'اورنگ آباد' است اشعار خوب خوب دارد - فقیر بوقت تالیف این کتاب رقعۂ مضمون طلب اشعار' رضا بیگ مصحوب شیخ احمد کہ خیلے مرد خلیق و ہم د بستان فقیر است - نزد شاہ 'سراج' فرستادم۔ در جواب این قدر ابیات بقلم آوردند' نوشتہ می شود :—

یار کا جور وستم کیوں نہ میں برداشت کروں
اس سے آئندہ مجھے چشم کرم باقی ہے
بعد مرنے کے رہوں گا میں کفن میں بیتاب
بس کہ سینے میں 'رضا' یار کا غم باقی ہے

ہے کس قدر مرا صنم خود نما دو رنگ
آئینہ اُس کے سامنے آکر ہوا دو رنگ

چھپاؤ مت وو رخ بے نقاب پردے میں
نہیں رہا ہے کہیں آفتاب پردے میں

رکھا ہوں الفت ساقی کو اس طرح سے نہاں
کہ جس طرح سے پیے کوئی شراب پردے میں

کار دنیا کیجئے یا فکر عقبیٰ کیجئے
عمر کا عرصہ نپٹ تنگ، اس میں کیا دیا کیجئے
گرچہ ہم کو جلوۂ دیدار کی طاقت نہیں
ایک دم جو دیکھہ ہی ہونا ہوے تماشا کیجئے

اے 'رضا' اپنی تمنا ستی بالکل اُٹھہ جا
عشق کی راہ میں تسلیم و رضا لازم ہے

'رونق'

بر حالش اطلاع کما ہی دست نداد۔ امّا از طور کلامش آشکار می شود کہ زاد بومش سرزمین دکن است۔ این دوسہ ابیات از بیاض خان 'انور' تحریر شد:—

سبز جامہ بر میں پیو کے انگ پہنا ہے دکھو
شمع کافوری اُپر فانوس مینا ہے دکھو
حسن کے مہمان خاطر لا رکھے ہے حاضری
سبز خط لب کے نمکداں پر پدینا ہے دکھو
چشم کی پتلی ہوی ہے سرخ از خون جگر
خاتم سیمیں پہ یاقوت و نگینا ہے دکھو
موتیا رابیل پھولی ہے گلابی باغ میں
سلہہ پہ اُس گل رو کے شبنم کا پسینا ہے دکھو

باب الشین

حسن علی ' شوق ' تخلص

شوق از بہم رسانیدن مضامین تازہ بسیار داشت ' و اصلاح سخن بدست سراج الدین علی خان ' آرزو ' میگرفت۔ اشعار طبع زادهٔ دل نظارگیان را شوخی تازہ می بخشد۔ میر تقی ' میر ' و فتح علی خان این ابیات انتخاب می نمایند: —

قاصد پھرا نہ وھاں سے جو اب تک تو آچکا
القصہ اُس گلی میں گیا جو سو جاچکا

اے یاس مجھہ کو کام اجابت سے کیا رھا
وقتے کہ جب دعا ھی سے میں ھاتھہ اُٹھاچکا

کیا کیا ستم نہ تھے کہ کیے چشم یار نے
جو سختیاں تھیں مجکو زمانہ دکھا چکا

اگر قاصد ترے کوچے سے تک جلدی نہ آوے گا
تو پیارے! دیکھو پھر تو کہ میرا جیو ھی جاوے گا

میں اپنی کم زبانی سے عزیزاں! گرچہ مرتا ھوں
لب زخموں سے قاتل کے ادائے شکر کرتا ھوں

عبور بحر دنیا' میں سبکساری سے کرتا ھوں
حباب آسا شمار دم سے بے کشتی گذرتا ھوں

سراپا آرسی هیں دیدۂ بیدار پر تو بھی
تری اِس چشم خواب آلودہ آگے ہو نہیں سکتے

مدت سے یہ بحث درمیاں ہے پر علم نہیں کمر کہاں ہے

دکھا دیدار اے پیارے کہ میں فرقت سے مر گذرا
مری فردائے محشر آج ہے، میں کل سے در گذرا
کسی کو باغ دنیا سے نہ دیکھا شاد ہم جاتے
برنگ شبنم ایک عالم یہاں سے چشم تر گذرا

ماتم میں میرے کوئی نہ رویا تو غم نہیں
تربت پہ مری شمع کا ہنسنا بھی کم نہیں
تروار کس پہ کھینچتے ہو ہم تو مرچکے
پیاسے ہو کس کے خون کے ہم میں تو دم نہیں

آچکا خط بھی پہ تیرا ذت نہا ایک ناز ہے
ہوچکی آخر بہار اور اب تئیں آغاز ہے

خبر لے 'شوق' کی ظالم! تری فرقت سے مرتا ہے
بد از قلوار ہے اُس پر جو کوئی دم گذرتا ہے

بجھے گی آتش دل، ہم نے جانا تھا بہار آئی
ہوائے ابر نے دونی ولے یہ آگ بھڑکائی

بجز سرور کے عاشق سے کچھ خیال نہیں
ہم اُس کی زلف کو جانا بڑی ہے سودائی

آج ہی ملو تو بہتر، وعدہ غلط ہے کل کا
جیوں طفل اشک میں تو مہماں ہوں کوئی پل کا

آنکھوں کی سیاہی بھی سفیدی کی نظر کی
رو رو کے تری یاد میں یوں شام سحر کی

'شاغل'

شاگرد 'بسمل' است' میر تقی 'میر' و فتح علی
خان این یک بیت بنامش مینویسند:—

جاتی نہیں ہے اُس سے تری فکر زلف و رخ
'شاغل' کو روز و شب ہے ترا ذکر زلف و رخ

میر سید محمد 'شاعر'

شاعریست عالی مقدار و موزو نیست یگانۂ روزگار-
قلم دوزبان را آن قدر قدرت نیست که فضائل آن
جناب کماینبغی بر طرازد' ولسان ناقص بیان را آنچنان
طاقت نه که تقرر کمال آن والا اقتدار کماحقه پردازد. بهتر
آن ست که بجنس ترجمۂ که حضرت میر غلام علی 'آزاد'
مدظلەالعالی در 'سرو آزاد' بتحریر آورده نقل نمایم' و از
دوسه اشعار ریختۂ آن جناب که بدست خط خاص بفقیر رسیده'
قلمی نموده' نظارگیان این گلشن‌را گلدستۂ تازه عطا فرمایم-
"میر سید محمد المتخلص 'بشاعر' سلمه‌الله‌تعالیٰ خلف الصدق
حضرت میر غلام میر عبدالجلیل بلگرامی نورالله ضریحه از
وجود همایون سابقاً چمن فضلارا بهاری تازه است' و اکنون
گلستان فصحارا رونقی بے اندازه- آن جناب در تاریخ چهاردهم
شهر ربیع‌الاول سنة احدیٰ و مائة و الف' بشهرستان امکان

رسید۔ بمنطوق " الولدالحر یقتدی بابائه الغر" نسخهٔ جامع اصناف علوم است، و مرآة فضائل و کمالات والد مرحوم - خصوص عربیت و لغت و محاضرات که دریں فنون رایت یکتائی می افرازد، وگوے سبقت از اقران می رباید - کتب درسی نزد استاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراہ گزرانید، و کمالات کثیرہ از والد ماجد خود اند وخت - پدرگرامی رانسبت بفرزند ارجمند ورائے شفقت اُبوت، عنایتے و محبتے خاص بود، ودرحینے که علامهٔ مرحوم از بهکهر بدارالخلافهٔ، شاه‌جهان‌آباد، عطف عنان نمود، میر سید محمد را نزد خود طلبیده، و مقارن آں مسرعی را فرستاد که چندے توقف باید کرد، و انتظار طلب مثنی باید کشید - ' میر ' در جواب قلمی فرمود که " لن ابرح الارض حتی یأذن لی ابی" علامهٔ مرحوم ازیں جواب حظے کردہ و ایں رباعی رقم‌زدهٔ کلک جواهر سلک ساخت که:— (رباعی)

تا یاذن لی ابی بخطت دیدم   گلهاے طرب از چمن دل چیدم
از غایت اهتزاز پروانه صفت   اے شمع پدر گرد سرت گردیدم

دراواخر عهد محمد فرخ سیر علامهٔ مرحوم خود مستعفی شده، خدمات بهکهرو سیوستان را بنام ولد ارشد گرفت - جناب میر سید محمد در سنة ثلث و ثلثین و مائة و الف بمحل خدمات رسید و مسند حکومت را از ابتدا تا انتها بشیوهٔ تدین و حسن معاملت رونق بخشید - وضیع و شریف آں

دیار تا الآن یاد می کنند ' و سبحهٔ ذکر خیر و حسن جمیل می گردانند - 'میر' در سنهٔ ثلث و اربعین و مائة و الف کاتب الحروف را بسیوستان نائب گذاشته ' خود بدار السلام بلگرام تشریف آورد و چندے در وطن گذرانیده بنابر تخللے که در خدمت راه یافته بود' بدارالخلافهٔ شاه جهان آباد حرکت کرد' و بتوسل بعض امرا آن خلل را رفع ساخت - و در سنهٔ خمس و اربعین و مائة و الف کرة ثانی بسیوستان تشریف آورد' و بنده را در اواسط سنهٔ اربع و اربعین و مائة و الف رخصت هندوستان فرمود و خود بمراسم خدمت مرجوعه بدستور قیام نمود - تا آنکه 'نادرشاه' بر دیار 'سنده' مسلط گردید' و سر رشتهٔ خدمات پادشاهی گسیخت - اما خدایار خان مرزبان سنده 'میر' را بگذاشت و باعزاز و اکرام تمام 'در 'سیوستان' نگاه داشت' و از جانب خود خدمتها بتقدیم رسانید - چون هنگامهٔ نادر شاهیان در آن دیار گرم شد و اوضاع ملک بر نسق سابق نماند ' خاطر اقدس از اقامت آنجا برخاست و از خدا یار خان خواه نخواه رخصت گرفت' و بست و پنجم رمضان سنهٔ خمس و خمسین و مائة و الف از 'سیوستان' بر آمد' و از راه 'ماروار' متوجه وطن شده - بعد طی مراحل به بست و هفتم محرم مکرم سنهٔ ست و خمسین و مائة و الف بوصول بلگرام مسرت اندوخت - 'میر' طبعے وقاد و ذهنے نقاد دارد - چون از مطالعهٔ کتاب باز می پردازد ' عنان اندیشه بوادی سخن عطف می سازد - مهارت زبان عربی و فارسی و هندی از حد افزون است ' و اشعار السنهٔ ثلاثه در خزانهٔ حافظهٔ عالی از حصر بیرون - سخن را اکثر اوقات موزون

می کند و جواهر آبدار در سلک نظم می کشد -

خورشید زرد رو ہے تجھ سیم تن کے آگے
موتی بھی ناک آیا تیرے سخن کے آگے

غنچے کا دل ہوا خوں تیرے لبوں کے دیکھے
گل چاک چاک سینہ، تجھہ گلبدن کے آگے

شمشاد کو کرے گا فکروں سے بید مجنوں
جب ناز سوں چلے گا ہنس کر چمن کے آگے

سو ٹوک ٹوک ہوکر جوں شیشہ پھوٹ جاوے
نالہ کروں جو دل سیں غم کا گگن کے آگے

سید شریف الدین خان 'شرافت' تخلص

نسب او از ترجمۂ میر صاحب 'مہربان' کہ خلف رشید 'شرافت' است" ملاحظہ باید نمود - در پاکی حسب و نسب کالشمس فی وسطالنہار محتاج تعریف و توصیف نیست - در شعر فہمی علم یکتائی می افرازد، و انشا را بطور خاص می طرازد - گاہ گاہے فکر شعر ہم می کند، و یک دو بیت جستہ جستہ می گوید - میاں خان 'شرافت' و والد مؤلف اتحاد متجاوزالحد است، و اکثر گاہ از راہ مہربانی تشریف شریف بغریب خانہ می آرد - بالفعل بتعلقۂ احتساب بلدۂ خجستہ بنیاد مامور، و بتالیف کتابے در مناقب غوث‌الصمدانی قدس سرہ‌العزیز مصروف است - این چند بیت از وست :-

میں روتا ہی رہا غم نے کیا جاری رواج اپنا
کہ ہے مد نظر ہر کس کو آخر کام کاج اپنا

بگولے کو نہیں ہے سر بلندی خاک بن ہرگز
سریر سلطنت کیا چاہئے ہم خاکساروں کو

ہوگئی آنے سے تیرے' دل کے میخانے میں دھوم
چشم میں مچتی ہے جیسے کیف کے آنے میں دھوم
وصل میں بھی نہیں ہے ہرگز چین بیتابوں کے تئیں
عشق نے ڈالا ہے دیکھو شمع و پروانے میں دھوم

میرزا منعم 'شورش'

نذر باری برادر زادۂ میرزا محمد اکبر 'طپش' است - این عزیز هم از نجباے 'بدخشان' و مرید خاص بلکه پسر خواندۂ حضرت شاه یسین قدس سره است - اگرچه 'شورش' شاگرد عم خود 'طپش' بود' اما بجدت طبع و ذکاے ذهن گوے سبقت از استاد خود ربوده' بلکه در اواخر 'طپش' تلمذ تلمیذ خود اختیار نموده - از بدو شعور تا مدت العمر لباس سرمئی پوشید' و چون سرمه در دیدۂ اهل کمال جا میگزید - بسیار مجردانه و قلندرانه زندگی بسر برده' و در علم موسیقی از سلف و خلف سبقت کرده - کبت بلطافت بسیار می گفت' و جواهر آبدار مضامین در سلک الفاظ هندی می سفت - اشعار ریخته و فارسی بسیار گفته' اما از کمال بے دماغی که داشت' مسودات بشمع و چراغ می سوخت' مگر همان قدر بدست آمد که میرزا محمد اکبر 'طپش' مخفی ازوے

افدوخت - و در سنۃ اثنین و سبعین و مائۃ و الف جہان فانی را وداع نمودہ - راقم الحروف تاریخ بریختہ می گوید (تاریخ) :-

شاعر خوب مرزا 'منعم' طرف جنت کے جب دکھا وو قدم
دل نے تاریخ کو کہا مجھ سے مر گیا آہ 'شورش' ہمدم

از 'شورش' است:— (۱۱۷۲ ھ)

ہمارے پاس پی آیا نہ آیا بھروسا کیا ہے جی آیا نہ آیا

جب ستی پہرا ہے بر میں جامہ وو جلاد' سبز
تب سے پایا گلشنوں میں سرو نے ایجاد سبز

شیخ سلطان الدین 'شوریدہ' تخلص

آشنائے درست ' و معنی یاب چابک دست است - زاد و بومش گلز مین برہان پور' و اشعار رنگینش بخشندۂ سرور - درین ولا از خانہ وحشت گزیدہ بامیر 'دولت' کہ احوالش گذشت ' با ورنگ آباد آمدہ بود - با فقیر ملاقات متواتر دست داد ' و طبع را حظے تازہ حاصل گشت - آخر الامرالحال بازمعاودت بوطن کرد - خدائے تعالی بہ بدرقۂ افضال خود صحیح و سلامت رساند - خط نستعلیق خوب میطرازد ' و در شعر فہمی علم یکتائی می افرازد - با راقم سطور طرفہ گرم جوشیہا نمود کہ می باید ' و این طائر وحشی مزاج را بدام الفت خود بنوعی کشید کہ می شاید - بیشتر تخلص ' سلطان ' قرار دادہ بود ' بعد ازان ' تشہیر ' مقرر ساخت - الحال باشارۂ فقیر تخلص ' شوریدہ ' برگزیدہ ' وچند ریختہ‌ها

بھون تخلص طرح نمود ۔ این چند ابیات از طبع
زاد اوست :—

یک رنگ میں کئی رنگ بناتا ہے رنگیلا
ہر طرح سے کئی طرح دکھاتا ہے رنگیلا
تجھہ زلف کے دیکھے ستی سنبل کو گیا بھول
میں خودستی بیخود ہوا بس دل کو گیا بھول

رنگیں ادا سے جب تو گیا باغ میں سجن !
ہر نقش پا زمیں پہ نہ تھے گل کے دستے تھے

چشم دریا سے کیوں نہ ہوے طوفاں　　اشک باراں ہنوز جاری ہے

' شیفتہ '

بر احوالش کما ینبغی اطلاع دست نداد ، لیکن از مشاہدۂ
اشعار دل آویزش حظے بغایت دل را حاصل میشود - خوش فکر
و خوش خیال است ، چنین می سراید :—

جوش سودا کا ہوا چلئے اُجاڑوں کے بیچ
روئیے خوب پٹک سر کو پہاڑوں کے بیچ
تیری زلفوں میں نہیں ہے دل وحشی میرا
مجنوں بیٹھا ہے سجن ! بید کے جھاڑوں کے بیچ

ترا جس وقت مجکو غم نہ ہوگا　　سجن ! ایسا کوئی ایک دم نہ ہوگا
رقیب ایسا ہے اب مغرور گویا　　کبھی اس پر سجن برہم نہ ہوگا
پیارے ! ایک دن آتا ہے ایسا　　ہم اور تم ہونگے یہ عالم نہ ہوگا

ستم سیں باغباں کے خوب روئی
گلے سے گل کے تئیں بلبل لگا کو *

---

*مولوی محمد باقر 'شہید' تخلص

طہرانی الاصل است ' تولد او در گجرات شدہ - از چند سال در بلدۂ اورنگ آباد اقامت دارد ' با نواع فضائل متحلی است ' بتوکل میگذراند ' با ستعداد علمیت و قابلیت فکر اشعار دارد ' و صاحب دیوان است - این چند ابیات زدۂ طبع اوست :—

شہید! اوراق ہستی جمع کر جیوں بیوڑۂ پاں توں
یہ رنگیں بھوس سوں شاید کہ معنی یارکوں پہنچے

بہار درد کوں اس غنچۂ دل میں توں مخفی رکھہ
نہ کر پھر گل خزاں چہرہ سوں راز نہاں میرا (؟)

غنیم نفس کوں ہرگز نہ دے دست تصرف توں
خدا کے واسطے اے دل شرم رکھہ اپنی ہستی کا

توں قانون عمل کا تار مت توڑ | کہر طاعت سوں خم کر چنگ ہو جا
شہید اس نفس کافر کیوں کوسار | حقیقت کا مظفر جنگ ہو جا

(تحفۃ الشعراء)

باب التاء

میر عبدالحی ' تاباں ' تخلص

طوطی است شکر بیان ' و بلبلے است هزار داستان - آفتاب طبعش بنهایت درخشانی - و لآلي گرانبهاے سخنش بکمال رخشانی است - می گویند که از وجاهت صوری نصیب وافر برداشته بود ' و متانت معنیش دل نازک خیالان را صید می نمود - لیکن آخر در عین عنفوان شباب ورق زندگانی بگردانیده و مؤجه گلگشت جاودانی گردایده آرے (ع) "طفلے که خوش محاورہ افتد نه ماندنی است" —

میر تقی ' میر ' در تذکرهٔ ' نکات الشعراء ' اوراشا گرد محمد علی ' حشمت ' می نویسد ' و در دیوان خود اقرار تلمذ ' حاتم ' می نماید ' چنانچه می فرماید :—

اور هی رتبه هوا هے تب سے اُس کے شعر کا
جب سے 'حاتم' نے توجه کی هے 'تاباں' کی طرف

نیز می گوید :—

ریختہ کیوں نه میں ' حاتم ' کو سناؤں 'تاباں'
اُس سوا دوسرا کوئی هند میں استاد نہیں

حاتم در دیوان خود اکثر جا یاد می کند :—

ریختے کے فن میں ہوں شاگرد 'حاتم' کے بہت
پر توجہ دل کی ہے ہر آن 'تاباں' کی طرف

ظاہرا تحصیل علوم بخدمت 'حشمت' کردہ باشد' و اصلاح شعر از 'حاتم' می گرفت - روزے فقیر تذکرۂ میر تقی 'میر' می خواند کہ ناگاہ نظر بر احوال 'تاباں' افتاد' و این بیت او بر خواندم :—

پاس تو سوتا ہے چنچل! پر گلے لگتا نہیں
منتیں کرتے ہی ساری رات ہوجاتی ہے صبح

شخصے از یاران گفت کہ ازین بیت 'تاباں' مخاطب ثابت نمی شود کہ کیست' فاعل است' یا مفعول ؟ - چون بہرۂ از وجاہت صوری می داشت' اغلب خطاب بعاشق نمودہ باشد- فقیر فی الفور این بیت کہ تحت آن بیت تحریر است' برخواند و جواب ادا نمود :—

جیومیں آوے سوکہہ تو 'تاباں' کو لیس من فیک شتمنا بقبیح

الحاصل اشعار ہاے رنگین او بسیار آمد - بوقت تحریر این کتاب دیوان مختصرے قریب ہفت صد بیت بدست اُفتاد' این چند ابیات انتخاب یافت :—

نہ طاقت ہے اشارت کی' نہ کہنے کی' نہ سننے کی
کہوں کیا میں' سنوں کیا میں' بتاؤں کیا بیاں اپنا

بہت چاہا کہ آوے یار' یا اس دل کو صبر آوے
نہ یار آیا' نہ صبر آیا' دیا میں جی ندان اپنا

قفس میں بندہیں' بےبال وپرہیں' سخت بےبس ہیں
نہ گلشن دیکھ سکتے ہیں' نہ اُڑ کر آشیاں اپنا

مجھے آتا ہے رونا اپنی تنہائی پہ اے 'تاباں'
نہ یار اپنا، نہ دل اپنا، نہ تن اپنا، نہ جاں اپنا

ترے غم سے نسیاں ہے یہاں تک کہ مجھ کو　　ادھر بات کہنا، ادھر بھول جانا

'تاباں' کے دیکھنے سے برا مانتے تھے تم
کھوئی بہار خط نے تمھاری بھلا ہوا
بھٹا بیوں کا عشق کے کرتا ہے کون گلہ
'تاباں' اگر یہ دل ہے تو آرام پا چکا

جفا سے اپنے پشیماں نہ ہو ہوا سو ہوا
تری بلا سے مرے جی پہ جو ہوا سو ہوا
سبب جو میری شہادت کا یار سے پوچھا
کہا کہ اب تو اسے گاڑ دیو ہوا سو ہوا

یوسف کی کبھی گرمی بازار نہ ہوتی
گر اُس کا زلیخا سا خریدار نہ ہوتا

دنیا کے نیک و بد سے کچھ 'تاباں'! نہیں ہے غم مجھے
گر یوں ہوا تو کیا ہوا، گر وون ہوا تو کیا ہوا

میں ہوں فرہاد سا مجنوں مجھے کیا شہر سے کام
میں سلامت رہوں اور کوہ و بیاباں میرا

مجھے جو دیکھتا ہے اب نہیں پہچانتا ہرگز
ضعیفی سے ہوا ہے اس قدر لاغر بدن میرا

اگر چھوڑ دے گا تو ہم کو قفس سے　　تو صیاد کیا تیرا احساں نہ ہوگا

کیا بری ساعت تھی جو صیاد آیا باغ میں
ایک دم میں آشیاں بلبل کا ویران ہو گیا

حسرت میں دیا جی کو مصلحت نہ ہوئی راحت
میں حال تیرا سن کر فرہاد! بہت رو یا
نشتر تو لگا تا تھا پر خون جو نکلتا تھا
کر قصد مری آخر فصاد بہت رو یا
کر قتل مجھے اُن نے عالم میں بہت ڈھونڈھا
جب مجھ سے نہ پایا کوئی جلاد بہت رو یا

سبب کیا ہے کہ تم روٹھے ہو ہم سے
بتاؤ کیا کیا ہم نے تمہارا
ظالم تیرے چہرے سے نمودار تو ہے خط
دیکھیں کہ ترا ظلم کوئی کیونکہ سہیگا
سجا ہے خوب کیا پھبتا آہا ہا ہا آہا ہا ہا
کہ ہل جاتا ہے جی میرا آہا ہا ہا آہا ہا ہا
نہ زلفیں ہیں نہ کاکل ہیں نہ خط خال ہیں ہرگز
تیرا کیا صاف ہے چہرا آہا ہا ہا آہا ہا ہا

میں خواب میں دیکھا ہے اُسے مہندی لگائے
کیا جانئے کس کس کا لہو آج بہے گا

مت توجایا کر چمن میں بار بار اے عندلیب
آخر اس مستی کا کھیلچے کا خمار اے عندلیب

بیزار باغباں کو کیا تیرے شور نے
اے کاش تو نہ کھولتی میں منقار عندلیب!

ھوں مبّرا کفر اور اسلام کی باتوں سے میں
ھو بقاے کعبہ ویراں، یا ھو بت خانہ خراب

این سخت کلمۂ بے ادبی است، ارچنین می بود، نیگو می نبود (ع)

ھوئے بستی کعبے میں یا ھوئے بت خانہ خراب

اگرچہ درین مصرع ھم ھمین معنی برآید، لیکن درحقیقت نہ در شریعت -

غیر کے ھاتھہ میں اُس شوخ کا دامان ھے آج
میں ھوں اور ھات مرا ، یعھی گریبان ھے آج

جامہ زیبوں میں سجیلی ھے مرے یار کی سج
ایک چولی کی سج، اور پھوتّۂ بلدار کی سج

پان کھاتا ھوا آتا ھے ادا سے جس وقت
بھل بوتی ھے ایک عالم کو یہ خونخوار کی سج

کی ھم نے خوب سیر جہاں کی چمن کے بیچ
پائی نہ بو وفا کی کسی گلبدن کے بیچ

کس سے پوچھوں ھاے میں اُس دل کے سمجھانے کی طرح
ساتھہ طفلوں کے نکل پھرتا ھے دیوانے کی طرح

غارت کرے گی ھاے ترے ملک حسن کو
ھے فوج خط کی گرد نمودار بے طرح

تھا گھر ایک اور سارے بیاباں کا ھوا وارث
کوئی مجنوں سا عیارا نہ ھوگا دوسرا ھرگز

ھوں با وفا سے باوفا اور بے وفا سے کیا غرض
ھوں آشنا سے آشنا ، بے آشنا سے کیا غرض

مجال کیا ہے جو صیاد باغ میں آوے
جو عندلیب کے تئیں ہووے باغباں سے ربط

بے طرح صیاد بیٹھا ہے تمھارے فکر میں
بلبلو! تم آج مت جاؤ گلستاں کی طرف
جب تلک مجنوں تھا اس وادی میں' ویرانہ نہ تھا
ہائے اُس بن خاک اُڑتی ہے بیاباں کی طرف

یہ زاہد بے خبر کیوں عاشقوں پر طعن کرتے ہیں
کہ کہلاتا ہے اے 'تاباں' پیمبر کا خدا عاشق

ارے وہ کیا ہوا جن نے لیا دل نہ دیکھی پھر کبھی میں اُس کی صورت
تمھارا ہر طرح سے ہوچکا دل اب اُس کو جان! تم چاہو نہ چاہو

ایسا نہیں عزیز کوئی گھر بگھر کہ تم
ایسا نہیں خراب کوئی در بدر کہ ہم

رات جاگا ہے کسی غیر کے گھر میں شاید
نشۂ مے سے تری چشم یہ مخمور نہیں

چھپ کر دکھا' جھجک کر دل لے کے بھاگ جانا
کیا اچھپلائیاں ہیں' کیا چلبلائیاں ہیں

گر زلیخا چاہ سے یوسف کو کھینچی تھی عزیز
پر کوئی تجھ سا نہ دیکھا ہوگا اُن نے خواب میں

مے ہے' مطرب ہے' ہوا ہے' ابر ہے' گلزار میں
تو بھی آ اس وقت اے ظالم شتابی باغ میں

ہم خان ماں فدا کر صحرامیں آرہے ہیں
مجنوں سے بھی زیادہ دھومیں مچارہے ہیں
پابوس کی تمھارے گر ان کو نہیں تمنا
تو کیوں چمن میں غنچے سر کو نوارہے ہیں

میرا ہی خان ماں نہیں ویراں ہوا کوئی
بہتوں کی' کی ہیں عشق نے خانہ خرابیاں

اے ہما مت کھائیو سب بال و پر جھڑ جائینگے
ہیں نمک سے عشق کے شوریدہ میرے استخواں

زاہد ہو اور تقوی' عابد ہو اور مصلی
مالا ہوے اور برہمن' صہبا ہوے اور ہم ہوں

تو جور دلربا سے شاکی ہے کیوں کہ ' تاباں '
لیلی نے قیس مارا ' شیریں نے کوہ کن کو

ساقی ہو ' اور ابر ہو' جام شراب ہو
یارب کبھی تو میری دعا مستجاب ہو
لایا ہمارے سر پہ یہ دل کیا خرابیاں
اس خان ماں خراب کا خانہ خراب ہو

گلے لگ رات کو وہ گلبدن جب سات سوتا ہے
ہمارا صبح کو جامہ بسا پھولوں میں ہوتا ہے

عاشق نے وقت مرگ کہا یار سے یہی
سمجھوں گا تجھہ سے حشر کے دن دیکھہ تو سہی
دیکھا جو میری نبض کو کہنے لگا طبیب
مجنوں موا تھا جس سے یہ آزار ہے وہی

ظالم نے جاں کنی میں مجھے دیکھ کر کہا
عاشق تو کیوں ہوا تھا سزا ہے تری یہی

اين ابيات از تذکرهٔ 'میر' و فتح علی خان فرا گرفته شد -

ہے سوزِ عشق یہاں تئیں مجھ میں کہ بعد مرگ
پروانہ مرغِ روح ہو شمعِ مزار کا

قد حلقۂ کماں سا حسرت میں ہو گیا
تیرِ ہدف کبھی نہ ہماری ہوئی دعا

اخگر کو چھپا راکھ میں' میں دیکھ کے سمجھا
'تاباں' تو تہ خاک بھی جلتا ہی رہے گا

مرا بس ہو تو ہرگز خط نہ آنے دوں ترے' لیکن
لکھا قسمت کا کوئی بھی مٹا سکتا ہے کیا قدرت

لگ رہی ہیں تری عاشق کی جو آنکھیں چھت سے
تجھ کو دیکھا ہے مگر اُن نے لبِ بام کہیں

لے میری خبر' چشم مرے یار کی' کیونکر
بیمار عیادت کرے بیمار کی کیونکر

بال اپنے کھولتا ہے جب تو اے خورشید رو
چاند سے منہ پر ترے اُس وقت آجاتا ہے ابر

آتا ہے فاتحے کو بھی گلرو رقیب سات
لاتا ہے خار قبر پہ میرے بجائے گل

آشنا تو مجھ سے ہے ایسا کہ جیسا چاہئے
پر جو کچھ دل چاہتا ہے ہائے وہ ہوتا نہیں

ساقی ہو، اور چمن ہو، مینا ہو اور ہم ہوویں
باراں ہو اور ہوا ہو، سبزا ہو اور ہم ہوویں
ایمان و دیں سے 'تاباں' کچھ کام نہیں ہے ہم کو
ساقی ہو اور مے ہو، دنیا ہو اور ہم ہوویں

ملایا خاک میں گھر کوہکن کا ہائے خسرو نے
یہ کیا بات آگئی اس خاکسار آباد کے دل میں

دیکھنا ان ماہ‌رویاں کا تو اے 'تاباں' نہ چھوڑ
چاہتا ہے گر ہمیشہ نور بینائی کے تئیں

میرے ہم مشربوں میں آ 'تاباں'   ریجھتے ہوں گے حضرت رمضاں

جیوں برگ گل سے باغ میں شبنم ڈھلک پڑے
کیا ہو کہ برگ تاک سے یوں مے ٹپک پڑے

محفل کے بیچ سن کے مرے سوز دل کا حال
بے اختیار شمع سے آنسو ڈھلک پڑے

کاٹیں ہیں بتاں 'تاباں'! جیوں شمع زباں تیری
یاں بات کے کہنے کی ہوتی ہے گنہ گاری

سفیدی جو آئی ہے داڑھی پہ تیری
سمجھ شیخ یہ تار و پود کفن ہے

شیخ جی حج کو چلے چڑھ کے گدھے پر یارو!
زور نہیں، ظلم نہیں، عقل کی کوتاہی ہے

رکھتا تھا ایک جیو سو ترے غم میں جا چکا
آخر تو مجھ کو خاک میں ظالم! ملا چکا

دیتا نہیں ہے ساقی اس ابر میں پیالہ
آتا ہے مجھ کو 'تاباں' بے اختیار رونا

گلی میں اپنی روتا دیکھ مجھ کو وہ لگا کہنے
کہ کچھ حاصل نہیں ہووے گا* ساری عمر رو بیٹھا

تو بال کھول کے نہایا تھا ایک دن ' اب تک
ہر ایک موج کو ہے پیچ و تاب دریا میں

ہر ایک کو کیجیو مرقد کا اپنی تو قندیل
کھلائیو یہ مری استخواں ہما کے تئیں

جفا تو چاہئے اے شوخ مجھ پہ یہاں تک کر
کہ سب کہیں مجھے "رحمت تری وفا کے تئیں

بہے اشک ازبسکہ آنکھوں سے میری لب جو ہوا ہے کنار گریباں

خوان فلک پہ نعمت الوان ہے کہاں
خالی ہیں مہر و ماہ کی دونوں رکابیاں

مرتے ہیں آرزو میں اس وقت آن پہنچو
ٹک تم کو دیکھ لیں ہم' جلدی سے جان! پہنچو

میں گور غریباں پہ جا کر جو دیکھا بجز نقش پا لوح تربت نہیں ہے

نہ پائی خاک بھی 'تاباں' کی ہم نے پھر ظالم!
وہ ایک دم ہی ترے رو برو ہوا سو ہوا

---

* (ن) ہونے کا شہ

آرزو ھی رھی یہ ' دانۂ تاک قطرۂ مے کبھی نہ ھو ٹپکا

مرنے کے سے تو نہیں کچھ مرے آثار ھنوز
رحم کر رحم ' کہ جیتا ھے یہ بیمار ھنوز

کیا میں فرض کہ محشر کے تئیں مجھے بخشیں
جو تو نہ ھوئے تو فردوس بھی جہنم ھے

ترے پاس عاشق کی عزت کہاں ھے
تجھے بے مروت ' مروت کہاں ھے
مری گور پر لوگ رکھتے ھیں گل کو
تری دل ربائی کی غیرت کہاں ھے
بیاں کیا کروں ناتوانی میں اپنی
مجھے بات کہنے کی طاقت کہاں ھے

میرزا رفیع ' سودا ' مخمس این ریختہ کہ دوسہ ابیاتش بالا نوشتہ شد ' خوب گفتہ —

میرا جواب نامہ یہاں لکھہ چکے پر اب تک
قاصد پھرا نہ لے کر وھاں سے جواب نامہ

گئے نالے ترے بر باد مانند جرس چپ رہ
اثر دیکھا تری فریاد میں دل! ھمنے بس چپ رہ

تو مے پی اس قدر ظالم کہ تجکو کیف کم ھووے
ترا بیہوش ھو جانا ' ھمارا ھوش کھوتا ھے

تیرے ابرو سے نہ چھوٹے گا مرا دل ھرگز
گوشت ناخن سے بھلا کوئی جدا ھوتا ھے

بتاں کے شہر نا پرسان میں کوئی کب داد کو پہنچے
مگر هاں اپنے بندوں کی خدا فریاد کو پہنچے

قیامت مجهه پہ کل ہی رات اس کے هجر میں لائی
نہ آیا یار میرا آج بھی وہ رات پھر آئی

(رباعی)

هوتا هوں ترا جو اشتیاقی ساقی
بیخود هو پکارتا هوں ساقی ساقی
مجکو هے خمار شب کا لا صبح هوئی
شیشے میں جو کچھہ کہ مے هے باقی ساقی!

میاں صلاح الدین ' تمکین '

اوقات را بشا هجهان آباد بسر می برد ' از وست :—

دیکهہ درشن کو کہا دل نے خدا را عشق است
روح قالب ستی بولی کہ صدا را عشق است
جهک رهیں شوق سے تجهہ درس پہ مہری انکهیں
جیوں کہ کعبے کی طرف قبلہ نما را عشق است
دیکهہ ' تمکین ' تو ترے لب کو رها تها خاموش
شوخ گستاخ ' هو بولا کہ حیا را عشق است

میر تقی ' میر ' و قائم علی خان این یک بیت ' تمکین '
می نویسند :—

حسن اور عشق کو جس روز کہ ایجاد کیا
مجکو دیوانہ کیا تجکو پری زاد کیا

میر عبداللہ ' تجرد '

از خاک پاک دکن است، چنین می گوید :—

کیا آج ان لبوں کی ملاحت بیاں کروں
عالم میں شور ہے کہ نمک کو خبر نہیں

ویراں کیا ہے فوج تغافل نے ملک دل
اب لگ تری نگہ کی ' کولگ ' کو خبر نہیں

آنکھیاں سوں دل میں آج ' تجرد ' خیال یار
آیا ہے اس طرح کہ پلک کو خبر نہیں

میر تقی ' میر ' و فتح علی خان این یک بیت ' تجرد ' میفو یسند : —

تجھ رو سے لطف ہے سو ملک کو خبر نہیں
خورشید کہا ہے اس کی فلک کو خبر نہیں

باب الثاء

شهاب الدین ' ثاقب '

از معمورۂ هندوستان است ' میر محمد تقی ' میر ' می نویسد که " مردے درویشے است متوکل - شاگرد میاں ' آبرو ' اکنون شعر خود را پیش سراج الدین علی خان ' آرزو ' می آرد ' و از چندے بوطن خود رفته که از مضافات بارهه است ' با فقیر آشنائی بسیار داشت ' تحفۂ روزگار است ' در همه چیز دست دارد و هیچ نمی داند " - فقیر را احوال و اشعار ' ثاقب ' هیچ نرسید ' لهذا بر این اشعار آبدار که میر محمد تقی ' میر ' و فتح علی خان نوشته ' اکتفا نمود —

' ثاقب ' کی نعش اوپر قاتل نے آکے پوچھا
یه کون مرگیا هے ' کس کا هے یه جنازا ؟

قتل کا کس کے هے اب قصد تمهارے دل میں
کیوں رکھاتے هو میاں ' سان په تلوار کے تئیں
چھین کر دل کے تئیں درپئے ایذا هووے
یار کیجے نه کسی ایسے دل آزار کے تئیں

باب الخاء

حضرت امیر 'خسرو' دهلوی

خسرو ملک سخن' و فریدون بافر این فن است - فکر رسا و ذهن آسمان پیما می دارد' و طبع را در الفاظ عربی' و فارسی' و هندی' و ترکی' و معما' و صنعت دانگا بهید' و غزل' وجهپه' وکندلیه (؟) وغیره بدقت می گذارد' و معنی آفرین چنین متین خیال ذوفنون چشم روزگار ندیده' و گوش گردون دون نه شنیده - هرچه از کمال او شرح دهم در مقام کوتاهی' در شعر و املا صنعتها خرچ می کند' و عزال سخن‌را بر شتهاے گونا گون عبارت می بندد (ابیات)

بفکر دور دد پرواز دارد — نبی نبود ولے اعجاز دارد

درانواع سخن شورجهان است — بقدرت'خسرو'صاحب‌قران است

مرید حضرت نظام‌الدین اولیا قدس سره است' راقم 'نفحات' رقم میزند که در بعضے مصنفات خود نوشته است که اشعار من از پا نصد هزار کمتر است' و از چار صد هزار بیشتر- و 'تقی' او حدی نوشته که اشعارش از صد هزار زیاده و از دویست هزار - کم‌الحاصل علامۀ عصر بوده است - و فاتش در

سنه خمس و عشرین و سبع مائة در شب جمعه روداد ، عمرش هفتاد و چار سال بود - مورخے می گوید—(تاریخ)

میر خسرو خسرو ملک سخن | آن محیط فضل و دریاے کمال
نظم او دلکش تر از بحر معین | نثر او صافی تر از آب زلال
از براے جستن تاریخ او | چوں نہادم سر بہ زانوے خیال
شد " عدیم المثل" یک تاریخ او | دیگرے شد "طوطی شکر مقال"

مشاطۂ طبعش اکثر بتزئین عروس غزل پرداخته ، شرح کمالاتش اگر برطرازم نسخۂ رنگین پیدا می شود ، لہذا موقوف داشته و بعجز خود اعتراف نموده ، این دو بیت تیمناً می طرازد:—

شبان ہجراں دراز چوں زلف و روز وصلم چو عمر کوتہ —
سکھی پیاکو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں یہ کاری رتیاں
چو ذرہ حیراں ، چو شمع سوزاں ، بگشتم آخر بہر سہرو —
نہ نیند نیناں ، نہ انگ چیناں ، نہ آپ آوے ، نہ بھیجے پتیاں

میر تقی ' میر ' این دو بیت می نویسد:—

زر گر پسرے چو ماہ پارا | کچھہ گھڑیے ، سنواریے ، پکارا
نقد دل من گرفت و بشکست | پھر کچھہ نہ گھڑا ، نہ کچھہ سنوارا

محمد یار ' خاکسار '

مسکنت از تخلص او پیدا ، و قماش سخن از کلامش ہو یدا . ' فتح علی خان ' احوالش می طرازد ، و حرف حق بیان می سازد که " از خدم درگاه قدم شریف است ، گویند بسیار برخود می پیچد ، و خود را وراے شعراے مسلم محسوب می کند ، بہر حال شعرش خالی از موزونیت نیست ، و آن که بعضے

اعزہ سر باذکار موزونیت او آوردہ اورا از زمرۂ شعرا خارج می‌کنند. ناشی از ستم‌ظریفی و بے انصافی است - و شعرش نسبت بہ شعرائے مسلم بدرجۂ نازل البتہ است' لیکن انکار موزونیت او بچہ راہ " - انتہی مولف این نسخہ را احوال و اشعارش از خارج نرسیدہ' مگر این ابیات کہ ' فتح علی خاں ' و 'میر' نوشتہ' می نویسد :—

تیری زلف سیہ سے اے پیارے مجکو ہر یک سر ہزار سودا ہے

' خاکسار 'اُس کی انکھاں کے کہیے تو مت لگیو
مجکو ان خانہ خرابوں ہی نے بیمار کیا

کیا مت بھی ہوگی تو میری بلا سے
مجھے داد خواہی کی طاقت کہاں ہے

رونے سے خاکسار کے سوتا نہیں کوئی
اِس خانماں خراب کو چلتا خدا کرے

دل! شیفتہ ہوکے کیا کیا تیں اے خانہ خراب! کیا کیا تیں

تیغ قاتل سے ہوئے محروم بے تقصیر ہم
روز محشر کے اُٹھینگے گورسے دلگیر ہم

کیاہے اس 'خاکسار' کی تقصیر یہ مگر تم کو پیار کرتا ہے

کیا ہے حاصل تجھے ناصح! مرے سمجھانے میں
آہ جیوں شمع ہے راحت مجھے جل جانے میں

'خاکسار' عاشق میخوار کو تقوی سے کیا
ابھی دیکھا تھا میں اُس رند کو میخانے میں

واسطے یمن کے چا سیل سے لیوے گل کو
گھر ترے خانہ خرابوں سے جو بنیاد کرے

عشوہ و ناز کو ترے پیارے! یہ ترا خاکسار جانے ہے
شانہ آہستہ کیجیو حجام تار اُس زلف کا رگ جاں ہے

' خوشنود '

میر تقی ' میر ' این بیت او می نویسد:—

سب رہن جاگے سحر پوہ تو بھی سجن آیا نہیں
جب دیکھے پات میں درشن کو دکھلایا نہیں

باب الذال

میر محمد مستعد 'ذہین' تخلص

شاعر ذہین و مستعد سخنہاے رنگین است - در عین عنفوان جوانی بخاک رفت و جا در عالم باقی گرفت - اشعارش بفقیر نرسید' مگر این دو سه اشعارش از تذکرۂ فتح علی خاں التقاط یافت :-

ہمارے دل کو مت آزار دے اے باغباں ناحق
جلا مت آتش گل سے ہمارا آشیاں ناحق

ہاے کیا کیجھے کہ پہنچی نہ 'ذہین'
کان تک اُس کے ہماری فریاد

ہو اگر کچھہ یار کے تشریف فرمانے میں دیر
تو کریں کاہے کو اس دنیا سے ہم جانے میں دیر

جنوں کی ان کے ناصح کچھہ نہیں تدبیر کرسکتا
چھٹتے پھرتے نہ دیوانے جو وہ زنجیر کرسکتا
کروں میں کیونکہ اُس کے روبرو شکوہ جفاؤں کا
حیا آتی ہے مجھہ کو میں نہیں تقریر کرسکتا

باتیں ہماری راست انھوں نے نہ جانیاں
کیا کیا بتاں کے جی میں بھی ہیں بدگمانیاں
تجھہ دل! دغا کی راہ سے وہ لطف وہ کرم
کیدھر گئیں بتاں کی وے اب مہربانیاں

باب الضاد

محمد ضیاءالدین 'ضیا' تخلص

نشو و نمایش از خاک هندوستان جنت نشان است - این و بیت 'ضیا' میر تقی 'میر' و فتح علی خان می نویسد :-

جنت کا ست دو مژدہ مجھہ خاک میں رلے کو
آرام وہاں بھی معلوم ایسے جلے بلے کو

کریاں و خاک اُراتا جیوں ابر و جیوں بگولا
صحرا میں تو نے مجنوں وحشی ضیا بھی دیکھا

محمد عطا 'ضیا' تخلص

ضیا گیر از تجلی کدۂ شاہ 'سراج' است' و شمع افروز مجلس ابتہاج - انشا را خوب می نویسد و شعر ریختہ را بہ نہایت عذوبت می گوید - چند ابیات کہ در خط بشاہ 'سراج' نوشتہ بود' بنظر در آمد و این ابیات انتخاب یافت :-

تجھے کیا یاد ہے ساقی وو عالم بے حجابی کا
اِدھر تو جام کا ہنسنا ادھر رونا گلابی کا

کیا ہے یار کو اس ناز پرور نے سواری پر
سنبھالا ہے کا ائینے نے عہدہ آفتابی کا

اے ساقی دل میں پھرتا ہے خیال اس بے حجابی کا
وہ ہی ساغر کا چلنا اور کھڑا رہنا گلابی کا

اے ساقی غم کے ماروں کی تسلی کو شتابی سے
گلابی کا بھرا آتا ہے منہ وہ بے حجابی سے

تری آنکھوں کو ساقی! دیکھ شاید جان جاتی تھی
گلابی بیٹھی منہ میں جام کے پانی چواتی تھی

کرتا ہے حشر برپا، ساقی سے جلد کہنا
گردن اٹھا اٹھاکر شیشے کا دیکھ رہنا

رہ گیا ہے اب تو باقی ایک دم کا اشتیاق
ناک میں جی آرہا ہے دیکھتے اس کی بلاق

دیکھتے ہی اس کے خط کی شان دل مرجھا گیا
اِس دھویں کو دیکھ آنکھوں میں اندھارا چھا گیا

رنگ اُڑ گیا سمن کا نرگس بھی تک رہی ہے
گلشن میں گلبدن بن کھچڑی سی پک رہی ہے

اُدھر تو تم بھوں کو تان کر تیوری چھڑاتے* ہو
اِدھر میں دل میں 'بسم اللہ' 'بسم اللہ' کہتا ہوں

* چڑھاتے

باب الظاء

خواجه محمد خان ' ظاهر' تخلص۔

ظاهر کنندهٔ مضامین تازه ' و بلبل صفیر سنج بستان دبستان میرزا ' مظهر ' است ۔ این ابیات ' ظاهر ' از تذکرهٔ فتح علی خان ظاهر شد :—

پھر زلیخا نہ نیند بھر سوئی
جب سے یوسف کو خواب میں دیکھا

محبت کوہ کن کی رنگ اگر جاکر نہ پھیلاتی
نہ خسرو سرخ ہو آتا ' نہ شیریں زرد ہوجاتی

ناز سے تک اٹھا نقاب کے تئیں
دور پردے سیں کر حجاب کے تئیں

اے آہ اس قدر تو کر بے اثر نہ ہوتی
ممکن نہ تھا کہ اُس کے دل کو خبر نہ ہوتی

باطن میں گو کسو سے تجھے دوستی نہ ہو
لیکن تجھے رعایت ' ظاهر ' ضرور ہے

شیو سنگ ' ظہور '

منتخب این عالم ' ظہور ' و معنی یاب مشہور است -
فتح علی خان این ابیات ' ظہور ' می طرازد :—

از بس کیا بہار نے سب کوہسار سبز
ہے کیا عجب جو سنگ سے نکلے شرار سبز

' ظہور ' اس بات پر مت جائیو زنہار تو اس کی
کہ جو کہتا ہے سو وہ سرو گل رخسار کرتا ہے

چمن میں باندھنے مجھکو نہ آشیاں دیتا
گلوں سے ملنے کی رخصت تو باغباں دیتا

رقیب ضد سے دوا فنا ہوا مری ' وہ نہ
یہ بوالہوس کوئی بر باد خانماں دیتا

جی نکلتا ہے مرا اس بے وفا کے واسطے
اس کو لے آؤ کوئی مجھ تک خدا کے واسطے

مجھے منظور تیرے باغ میں چلنے سے اتنا تھا
چمن میں قد ترے کو دیکھ کر شمشاد اُکھڑ جاتا

بیاباں میں مرے مرنے سے اب تک خاک اُڑتی ہے
مرے ماتم کے کرنے سے کبھی ویرانہ نہ باز آیا

ہمیشہ زلف خوباں کو کرے ہے درہم و برہم
مرے دل کے ستانے سے کبھو شانہ نہ باز آیا

باب الغین

محمد امان اللہ " غریب " تخلص

معنی بند عجیب و نکتہ رس غریب است - طوطی زبانش نوعے لکنت می دارد ' لہذا گا ہے تخلص خود 'الکن' ہم می گذارد - آ رے الکن طلق اللسان بود ' و تلاش مضامین تازہ می نمود - شعرش خالی از غرابت معنی نیست :—

دیکھہ دستار پسلتی ساقی سرشار کی
اب کھلی جاتی ھیں آنکھیں نرگس بیمار کی

بات رہ جاویگی قاصد وقت رہنے کا نہیں
جی تڑپتا ھے شتابی لا خبر اُس یار کی

عشق کے اس مجھلے میں بوالہوس کا کام کہا
کیا طرح گذری دکھو منصور سے سردار کی

حال کہنے کا کبھی جو وقت پاتا ھے 'غریب'
بھول سب جاتا ہے باتیں دیکھہ صورت یار کی

این یک بیت ' غریب ' میر محمد تقی ' میر ' و فتح علی خان می طرازد:—

تیری بغل ہی میں دل پر داغ ہے 'غریب'
حسرت چمن کی کہانے کو یہ باغ ہے غریب

سید غلام 'غلام' تخلص

از برگزیدہ ہاے درگاہ' و مقبولان الہ است - اوقات را
یکہاں وارستگی و آزادی بسر می برد' و خود را ہمشیر زادۂ
آبرو اظہار می کند - از بس کہ مزاجش بتصوف آشنا است'
اکثر اشعارش بلکہ تمامے بفہم فقیر نمی آید' و شاہد حسن آن
پردہ از رخ نمی کشاید - 'آبرو' و 'صادق' و مبارک و 'بے ہمتا'
و 'غلام' درہر مقطع ریختہ التزام دارد' و پرورشی در ہر بحر
می نماید چنانچہ می فرماید :-

آبرو صادق مبارک بے دل ہمتا' غلام
ساعت طاعت .... *

نیز می گوید :-

بے دل' مبارک' ہے غلام' صادق
حق کے افضال سے ہر درد کا درمان یہاں ہے

و سنہ تولدش یک ہزار و یک صد و بست
و چار است - با فقیر ربط خاص دارد' و اکثر گاہ از راہ کرم
بغریب خانہ قدم رنجہ می نماید - این چند از انفاس نفیسۂ
او تبرکاً درین جا نوشتہ شد -

پردہ سے نکل یار ہے آنا مزہ جانا   چولی کو وجاہت کے دکھانا

---

* یہ اور بعد کے بعض مقام کرم خوردہ ہیں اس لئے تصحیح
نہ ہو سکی —

صفحہ امر ہے یہ آیت ''قل سیروافی الارض''
جان سے سعی کر و حکم فراوان یہاں ہے
......فاختہ باطل ہے قمری کی مخاطب سے
قد شمشاد شاخ سرو کو کوکو تقابل تھا
تجمل ....ہوا ے ا بر رحمت سے
بہار فصل طاوسی بہ گلزار تجمل تھا

خاتمہ این کتاب مستطاب کہ موسوم بہ چمنستان شعرا است - شکر خدا کہ هرچه طلب کردم بر منتهاے خود کامران شدم لالیء گراں بهاے فیاز و شکر نثارے کہ هر شاهد مقصود کہ خواستم از حجلۂ خفا بدر رساند؛ و هر شجر مراد کہ طلب کردم از تخم افزوا در خیابان دل نشاند - یعنی این چمنستان شعرا و این گلستان فصحا محض بافضال الهی بے امداد غیرے و بے معاونت یارے؛ در عرصۂ قلیلے کہ حنا قیام بدست دارد؛ یا بهارے کہ تشریف ببوستان آرد؛ رونقے تازه و رنگے از سرگرفت - موجب سرعت خامۂ خوشخرام این کہ هستی نفسی موهوم است؛ و دنیا غمکدۂ مغموم؛ هر کہ چشم بقا داشت بیجا؛ و کسے کہ توقع وفا نهاد؛ خطا - نیز می گوید کہ والا منشان کہ پاے ... باوج سپهر نهاده اند و سر رشتۂ کار خود بدست تقدیر داده اند دل برنگ و بوے گلشن جهاں غنچه وار می نمایند و هوا داري یک هفته عمر گل ...... باین شمع در غم زندگانی نمی سوزند؛ و رخ از فروغ حیات مستعار چو ن الف از راست روی از زندگانی دنیا کناره می گیرند و چون ... ... روزگار

عبرت می پذیرفد - حیات را سراب می پندارند، و زندگانی را حباب می انگارند، عمر را باد سبک میدانند، بقارا آب روان می .... بحبابی مثل می کنند و دنیا را خواب و خیال می‌گویند۔ پس دل بر دنیا نهادن نشان مردہ دلی است و پابند حیات ناپایدار بودن دلیل ... عمر اگر بآبحیات رسیده است آخر خلل می‌پذیرد و دم حیات اگر ··· یافتد عاقبت برباد می رود۔ حیات دمے بیش نیست، غم او نتوان خورد چرا که بقاے ندارد ... مردہ او نتوان بود، دل بردم حیات بستن چون حباب ... ... زدن‌است و امید بر زندگانی داشتن چون باد نقش‌بر آب‌نگاشتن

این عمر که بیتاب به بینی آنرا
نقشے است که در خواب نه بینی آنرا
در ... ... است و زندگانی درو ے
خوابی است که در خواب نه بینی آنرا

انتهی - خوشا کسے که این نقش موهوم را دم صبح بکشاده چشتی بسر می برد البته ...... مراد خواهد یافت و زهے دلے که این جاے مغموم را مثال گل بیک ... ... کردہ نشدے و خندہ بگذارنید، زنہار بر فرق اہل روزگار جا خواهد یافت -

رباعی

این عمر بباد نو بہاران ماند — این عوش بسہل کوهساران ماند
زنہار چندان که بعد از مردن — انگشت گزیدنی به یاران ماند

از یاران این چمن و گلگشت کنان این گلشن چشم آن دارد که چون بپائے چشم سیر این خار ستان نمایند، نظر بکرم بخشی

و گلشن مزاجی فرموده.......... که باشد از رشحات سحاب مکرمت و قطرات مطراب اصلاح گل کند ورنه گل نکنند بقدر وسع در اصلاح کو شند اگر اصلاح نتوانند پوشند - بر ضمیر منیر سررشته جویان اخبار' و قانونچه شناسان تذکار مستجب نیست که صحت اشعار از جملۂ اشکال است و اشتراک تخلص بچهته تحریر اشعار قباحت میدارد' مثل سید محتشم علی خان حشمت و محمد علی حشمت و محمد میر ' میر' و میر تقی ' میر ' و خوجم قلی خان ' موزون ' و میر رحم علی ' موزون ' و خواجه میر ' درد ' و کرم الله خان ' درد ' و عاشق علی خاں ' عاشق ' و عاشور بیگ عاشق ' علی هذالقیاس- خصوصاً اهل دکن را تفریق اشعار این کسان از جملۂ دشواری بلکه ممکن نباشد و دیوان هر متنفسے بدست نه آید - این خود معلوم مگر بهزار جد و جهد یک دو ریختۂ اهل هند بدست می افتد - اگر دران اشعار مقطع سالم بهم رسید ' فهوالمراد ' ورنه خیر ' از ان اشعار دست باید کشید - و طرفیاحت دیگر این است که اکثر مردمان کج فهم 'خطاکرده' واشعار عمر بنام زید و اشعار زید بنام عمر نوشته اند' درین صورت جودت طبعیت معذور است - وقیتکه صاحب تذکرۂ فارسی گویان با وجود موجود بودن چند تذکره ها و دواوین صاحب سخنان غلطی کرده باشند چه جائکه ما باین دو تذکره و باین قلیل مایه در تنقیح احوال و اشعار کو شیم ' لهذا تاحد المقدور جد و جهد کرده' دوست و پا ئے زده' بترجمۂ هر کسے که تحقیق پیوست ' بقلم آ ورد مابقی اشعار .... در خاتمه ثبت نمود —

ئندد سی رنگ نے ترے اے شوخ   مجھے آدم کے تیئں خراب دیا

آج تری چشم سے آنسو نہیں ہوتے ہیں بند
نل مگر پھوٹا ہے مجھ دل کے کنول تالاب کا

قیامت ہے ترے غمزے سے آکر پھر کے ہٹ جانا
جھجک کر مسکرا کر دیکھ کر ہنس کر لپٹ جانا

دل باورے کی چاہ زنخدان کی چاہ تھی
آخر بھلا ہوا کہ اسی چاہ میں پڑا

پھول بھیجے سجن نے آج مجھے
پھول جا کر میں باغ باغ ہوا

خط نمودار ہوا اس کے سلو نے مکھ پہ
وو نمکدان خطا حیف کہ مودار ہوا

جیت میری ہے عشق بازی میں
مجکو دلبر نے جب سے ہار دیا

کاغذ کا رنگ زرد ہوا اس سبب ستی
پرواز میرے رنگ نے اس کی طرف کیا

پشت بام اوپر کھڑا ہے وو ستمگر بے حجاب
ایک نیزے پر قیامت ہے جو نکلا آفتاب

مت کوئی روشن کرو تربت پہ مجنوں کے چراغ
روح جل جاوے گی دیوانے کی پروانے کے ساتھ

پان و مسی سے شہادت اب ہوی ہے لاعلاج
خون ناحق کیوں برستا ہے گھٹا کالی سے آج

دیکھہ چھرہ صاف ہے اور زلف ہیں گسو دراز
آ برو نیچوں سے رکھہ یا حضرت بندہ نواز

کھنیا کی طرح پیارے تیری انکھیاں ہیں سانولیاں
کریں گی ہند میں دعوے خدائی کا میں اٹکلیاں

هات سمرن هو رهو میرے پیا
هر گلے کے هار هونا خوب نہیں

حال میرا تم نہ پوچھو دیکھو اس خط کی طرف
عکس میرے رنگ کا کاغذ کے اوپر ہے عیاں

بندگی پہنچے ہماری اہل زناروں کے تیئں
دل ستی مت بھولیو اپنے پرستاروں کے تیئں

ساون کے بادلوں کی طرح جل بھرے ہوے
وہ چشمے ہیں کہ جس ستی جنگل ہرے ہوے

رخ سیں اپنے عرق کو دور نہ کر
حسن کا عطر مجکو لینا ہے

فی الحقیقت میں کشتۂ معجوں   حسن کے دیکھنے کی عینک ہے

تجھہ ملاحت کے لون کی لذت   جس کا جی ہو کباب سو جانے

برا نہیں مانتے احمق کہیں کوئی راجپوت ان کو
بہت خوش حال ہوتے ہیں جو بولیں تو تو را نا ہے

نکو ملتان میں تھانا' نہ ٹھٹھہ کو وطن اپنا
آتو سورت سے کعبے کو جو تجھ میں شوق کا بل ہے

بلبل کو باغباں سے رهے نت کهٹا پٹی
هر صبح کیوں نہ هوے چمن میں جهٹا پٹی

آ مجه نین میں بس کہ بنا هے تورے لئے
یہ خیمۂ سیاہ و سفید و پٹا پٹی

اے کبوتر جاکے کہہ یوسف سے کوے* سے نکل
تجه بنا رو رو زلیخا هوگئی هے باوری

یوں تڑپتا نہ چهوڑ بسمل کو باند لے چل شکاربندوں سے
کف سے قانون عشق کومت چهوڑ یہ صدا هم سنی پرندوں سے
سروقد کیوں نہ اب رهوں تجه پاس دل بندها زلف کی کمندوں سے

دل مرا صد برگ و سنبل کی نمن کیوں چاک هے
دلربا کی زلف کے شانے سے پوچها چاهئے

جب سے غنچے کی قبا گلشن میں تنگی سے چسی
مچ گئی پهولوں میں دیکهو کس نزاکت کی هنسی

زعفرانی مے کو پی انکهیاں کئے هو رسمسی
سو خوشی سے کیوں نہ آوے غنچۂ لب تم کو هنسی

گرجتے کیا هو غصے سے گهٹا کر مہر کو پیارے
تیوں ساون برستے هیں کہ جب سے تم نظر بدلی

شراب سرخ سے مت ڈر رنگیلے هوا جاتا هے کیوں توزرد پی لے
زبردستی سے نقد دل کومت لوٹ جہاں میں گرچہ جینا هے سوچی لے

گر کوی چاهے کہ مہرے درد کا درمان کرے
اس کمان ابرو پہ لے جا کر مجهے قربان کرے

---

* کنوئیں

دیکھ اُس کے مونہہ جو میری روح کو بخشے ثواب
بعد مجھ مرنے کے گویا ختم یک قرآن کرے

.... کسی نے نین دیکھا
دیکھ آنکھوں سے جان جاتی ہے

زلف میں اے دل ترا بسرام ہے   بیٹھ رہ مت اے مسافر شام ہے
اُس صنم کے مکھ اُپر کیا روپ ہے   بیٹھ رہ مت جا مسافر دھوپ ہے

میں اپنے دردِ دل کہنے کے صدقے   تیری سن سن کے چھپ رہنے کے صدقے
عجب بے درد سے کام آپڑا ہے   مرے اس دل کے دکھ سہنے کے صدقے

چکوریں ماہ کے اور بلبلیں گلزار کے صدقے
کوی قربان کسی کا ہے میں اپنے یار کے صدقے

جام کو لب سے آشنا مت کر   نام اُس کا پیا کٹورا ہے

بخت اُڑ گئے اور بلندی رہ گئی   گئی بہار اور خود پسندی رہ گئی
سرو اور شمشاد مل گئے خاک میں   فاختہ گلشن میں خندی رہ گئی

پیا کی زعفرانی دیکھ چولی   قیامت آج ہونی تھی سو ہو لی
کمان ابرو مرے گھر کیوں نہ آوے   کہ جس کے واسطے کھینچے ہیں چلے

جب سے ملنے لگا چکوروں سے   چاند سے مکھڑے کو داغ لاگا ہے

مت بوجھ سرخ رنگ مجھ انکھیاں کو بنگ سے
میں دنگ ہو رہا ہوں ترے سبز رنگ سے

کلیجا ٹوٹ ٹکڑے ہو چلا اب منہ میں آتا ہے
سجن یہ مے نہیں ساقی مجھے سو سو پلاتا ہے

سن اے خداکے کھوئے یہ شب کہاں گنوائی
اس دود سے دھی کو تونے کہاں ملائی

خدا کسی کو کسی سات آشنا نہ کرے
اگر کرے تو قیامت تلک جدا نہ کرے

اجی کیا ہے نفع حقہ پیے سے — نہ منہ میٹھا ہوے گُڑگُڑ کئے سے

کیا پوچھتے ہو لوگو گنگا بہائی کس کی
نیندوں سے میرے پوچھو جمنا بہائی کس کی

کیا ہوا ہے کس طرح کا ابر ہے — جس کو دل چاہے نہ ہو کیا جبر ہے

سائنس

انجمن ترقی اُردو کا سہ ماہی رسالہ

جس کا مقصد یہ ہے کہ سائنس کے مسائل اور خیالات کو اُرد[illegible]
دانوں میں مقبول کیا جائے، دنیا میں سائنس کے متعلق جو نئ[illegible]
نئی بحثیں یا ایجادیں اور اختراعیں ہو رہی ہیں یا جو جد[illegible]
انکشافات وقتاً فوقتاً ہونگے، اُن کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جائے
ان تمام مسائل کو حتی الامکان صاف اور سلیس زبان میں بیان کر[illegible]
کی کوشش کی جائے گی - اس سے اُردو زبان کی ترقی اور اہل وط[illegible]
کے خیالات میں روشنی اور وسعت پیدا کرنا مقصود ہے -

سالانہ چندہ آٹھ روپے سکۂ انگریزی (نو روپے چار آنے سکۂ عثمانیہ)

اس رسالے میں متعدد بلاک بھی ہوں گے —

تقطیع بڑی ۲۰×۳۰ رسالۂ اُردو کے برابر ہوگی —

۸

[illegible] سمجھے کہ اُردو زبان کے [illegible] اور [illegible]
[illegible] سکے [illegible] فرما ہوں گے -